قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ
فرما دیجیے پاک اور پلید برابر نہیں ہو سکتے۔ (القرآن)
امام پاک رضی اللہ عنہ
اور
یزید پلید علیہ ما یستحقہ
تالیف
مجدد مسلکِ اہل سنت، عاشقِ رسول، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز

قُل لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ

فرما دیجیے پاک اور پلید برابر نہیں ہو سکتے۔ (القرآن)

امام پاک رضی اللہ عنہ اور یزید پلید علیہ ما علیہ

تالیف

مجدد مسلکِ اہلسنت، عاشقِ رسول، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نام کتاب	امام پاک اور یزید پلید
مصنف	مجدد مسلک اہلسنّت حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ	مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی)
	۵۳ بی۔ سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی 74400
سال اشاعت	نومبر 2014ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	AD12

ISBN No. 978-969-591-010-8

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37225085-37247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

اِنتساب

بحضور

تاجدارِ کربلا، سیّد الشہداء

مظہرِ شجاعت و سخاوتِ نبوت

پیکرِ عشق و محبّت و

صبر و استقامت

سیّد شبابِ اہلِ جنّت

مقصدِ اہلِ عقیدت و محبّت

ریحانِ مصطفےٰ، دلبندِ مرتضےٰ

نور دیدۂ مخدومۂ کائنات

سیّدہ فاطمہ زہرا

راحتِ جانِ حسن مجتبےٰ

امامِ عالی مقام

فخرِ کونین

سیدنا امام حُسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

بتوسّط

امام اہلِ سنت

غزالی زماں، رازیِ دوراں

حضرت سیدی و استاذی

علامہ سید احمد سعید کاظمی

امروہوی ملتانی

دامت برکاتہم القدسیہ

سگِ کوچۂ اہلِ بیتِ نبوت

محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ

ھدیۂ تبریک

از امامِ اہلِ سُنّت غزالیِ دوراں حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی

فاضلِ جلیل حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد شفیع صاحب اکاڑوی کی شہرۂ آفاق تصنیف "امامِ پاک اور یزیدِ پلید" کی تیسری اشاعت پر مَیں مولانا کوکب نورانی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس دورِ پُرفتن میں جب کہ سیّدنا حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم کارناموں اور ان کے فضائل و محاسن کے بالمقابل یزیدیت کا پرچار کیا جا رہا ہے، اس تالیف منیف کی اشاعت نہایت ضروری اور بے حد مفید ہے۔ مولانا کوکب نورانی کے لیے فقیر بصمیمِ قلب دُعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو ان کے والدِ ماجد کا مشن آگے بڑھانے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سیّد احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

۳۱، مئی ۱۹۸۵ء

مجدّدِ مسلکِ اہلِ سُنّت خطیبِ پاکستان

نام :- (مولانا حافظ) محمد شفیع اوکاڑوی

ولدیت :- حاجی شیخ کرم الٰہی مرحوم و مغفور، جو پنجاب کی معزز شیخ تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

سنِ ولادت :- (۲ رمضان ۱۳۴۸ھ) ۱۹۲۹ء کھیم کرن۔ مشرقی پنجاب

تعلیم :- اسکول میں مڈل تک اور دینی تعلیم، درسِ نظامی مکمل و دورۂ حدیث و تفسیر۔

بیعت و ارادت :- شیخ المشائخ حضرت پیر میاں غلام اللہ صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت ثانی صاحب قبلہ، برادر خورد شیرِ ربانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ (سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ نے حاجی میاں کرم الٰہی کو مولانا اوکاڑوی کی ولادت اور ان کے فضل و کمال کی بشارت پہلے ہی سے دے دی تھی۔ آپ کے والدین نے

بھی آپ کی ولادت سے قبل مبارک خواب دیکھے اور بیان کیے

حالات و خدمات :۔ اپنے پیر و مُرشد حضرت ثانی صاحب شرق پُوری اور عُلمائے اہلِ سُنّت کے ساتھ علمی طلب کے ابتدائی زمانے میں تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصّہ لیا اور تقسیمِ ہند تک سرگرمِ عمل رہے۔

* ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے اُوکاڑا آ گئے اور جامعہ حنفیہ اشرفُ المدارس قائم کیا۔ جس کے بانیان اور سرپرستوں میں سے تھے۔

* دارالعلوم اشرفُ المدارس' اوکاڑا کے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اشرفی اوکاڑوی اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوارُ العلوم ملتان کے شیخ الحدیث والتفسیر غزالیِ دَوراں حضرت علّامہ مولانا سیّد احمد سعید صاحب کاظمی سے تمام متداول دینی علوم پڑھے اور درسِ نظامی کی تکمیل پر اسناد حاصل کیں۔

* جامع مسجد مہاجرین منٹگمری (ساہیوال) میں نماز جمعہ کی خطابت شروع کی۔ اس دوران بِرلا ہائی اسکول اوکاڑا میں دینیات کے معلّم رہے۔

* ۱۹۵۲-۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت میں محض سیّدِ عالم ختمی مرتبت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت و ناموس کے لیے بھرپور حصّہ لیا۔ ضلع منٹگمری (ساہیوال) اور پنجاب کی سرکردہ شخصیت تھے۔ حکومت نے قید کر دیا۔ دس ماہ منٹگمری جیل میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں حضرت مولانا کے دو فرزند، تنویر احمد اور مُنیر احمد جن کی عُمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی، انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا کے پہلے فرزند تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کُن تھے۔ کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے مل کر سفارش کی۔ ڈپٹی کمشنر نے جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑوی کو بالخصوص

الگ بلاکر کہا "بچّوں کی وفات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں میرے پاس آپ کے لیے بہت سی سفارشیں ہیں۔ آپ معافی نامے پر دستخط کر دیں۔ آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھّا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔" مولانا نے جواباً کہا کہ "مَیں نے عزت و ناموسِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی ہیں لٰہذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچّے اللہ کو پیارے ہو گئے، میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا"۔ اس جواب پر حکومت برہم ہُوئی اور مزید سختی کی گئی، دفعہ ۳ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ملاقات وغیرہ پر بھی سختی سے پابندی تھی۔ مولانا نے آخر وقت تک صبر و استقلال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔

* اوکاڑا میں قیام کے دوران دینی و مذہبی اور ملّی سماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصّہ لیتے رہے۔

* ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی آئے۔ کراچی کی سب سے بڑی مرکزی میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور ہمہ جاں، تادمِ آخر شب و روز دین و مسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔

* میمن مسجد کی امامت و خطابت کے بعد تقریباً تین برس جامع مسجد عید گاہ میدان اور سَوا دو سال جامع مسجد آرام باغ اور بارہ برس نُور مسجد نزد جوبلی سینما بلا معاوضہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور نماز جُمعہ پڑھاتے رہے۔ ہر مقام پر زبردست اجتماع ہوتا۔ اِن تمام مساجد میں بالترتیب تفسیرِ قرآن کا درس دیتے رہے اور تقریباً ۲۹ برس میں نو پاروں کی تفسیر بیان کی۔

* اس دَوران ۱۹۶۴ء میں، پی ای سی ایچ سوسائٹی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ

سے ملحق (جس کے آپ چیئرمین بھی تھے) ایک دینی درس گاہ قائم کی جس کا نام دارالعلوم حنفیہ غوثیہ ہے۔ الحمد للہ وہاں سے متعدد طلبہ علومِ دینیہ حاصل کر کے چہار سمت تبلیغِ دین و مسلک کر رہے ہیں۔

✱ ۱۹۷۲ء میں ڈولی کھاتہ، گلستانِ شفیع اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں ایک قطعہ زمین پر جو گزشتہ سو برس سے مسجد کے لیے وقف تھا، مولانا نے تعمیرِ مسجد کی بنیاد رکھی اور بلا معاوضہ خطابت شروع کی۔ ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ جس کا نام گلزارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ مولانا اس کے بانی و سربراہ تھے۔ اس ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام جامع مسجد گلزارِ حبیب اور جامعہ اسلامیہ گلزارِ حبیب زیرِ تعمیر ہے۔ اسی مسجد کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ مرجعِ خلائق ہے۔

✱ مسلسل چالیس برس تک ہر شب مولانا محترم مذہبی تقاریر فرماتے رہے ہیں۔ مولانا کی علمی استعداد، حُسنِ بیان، خوش الحانی اور شانِ خطابت نہایت منفرد اور ہر دل عزیز تھی۔ ہر تقریر میں ہزاروں، لاکھوں افراد کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ماہِ محرم کی شبِ عاشورہ میں مُلک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع، مولانا کے خطاب کی مجلس کا ہوتا تھا۔ پاکستان کا کوئی علاقہ شاید ہی ایسا ہو جہاں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی خطابت سے قلب و جاں کو آسودہ نہ کیا ہو۔

✱ دین و مسلک کی تبلیغ کے لیے مولانا نے مشرقِ اوسط، خلیج کی ریاستوں، بھارت، فلسطین، جنوبی افریقا، ماریشس اور دوسرے کئی غیر ملکی دورے کیے۔ صرف جنوبی افریقا میں ۱۹۸۰ء تک مولانا کی تقاریر کے ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہو چکے تھے۔ دوسرے مُمالک میں فروخت ہونے والی کیسٹس کی تعداد بھی کم نہیں اور اَب مولانا کی تقاریر کی وڈیو کیسٹس بھی پھیل رہی ہیں۔

✱ مولانا اوکاڑوی کی عالمانہ تحقیق، فقہی بصیرت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ

وسلم پر مبنی متعدد تصانیف ہیں، جو مذہبی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہر کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر نہایت مقبول ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ذکرِ جمیل، ذکرِ حسین (دو حصے)، راہِ حق، درسِ توحید، شامِ کربلا، راہِ عقیدت، امام پاک اور یزید پلید، برکاتِ میلاد شریف، ثوابُ العبادات، نماز مترجم، سفینۂ نوح (دو حصے)، مسلمان خاتون، انوارِ رسالت، مسئلہ طلاق ثلاثہ، نغمۂ حبیب، مسئلہ سیاہ خضاب، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، اخلاق و اعمال (نشری تقاریر)، تعارف علمائے دیوبند، میلادِ شفیع، جہاد و قتال، آئینۂ حقیقت، نجوم الہدایت، مسئلہ بیس تراویح، مقالاتِ اوکاڑوی اور متعدد فتووں وغیرہ پر مشتمل رسائل وغیرہ۔

✱ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کراچی کے علاقہ کھڈا مارکیٹ میں ایک سازش کے تحت اختلافِ عقائد کی بنا پر کچھ لوگوں نے محض تعصب کا شکار ہو کر دورانِ تقریر مولانا اوکاڑوی پر چھریوں اور چاقوؤں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی گردن، کندھے، سر اور پشت پر پانچ نہایت گہرے زخم آئے۔ کراچی کے سول ہسپتال میں دو دن کے بعد پولیس آفیسر کو اپنا بیان دیتے ہوئے مولانا نے کہا "مجھے کسی سے کوئی ذاتی عناد نہیں۔ نہ میں مجرم ہوں۔ اگر میرا کوئی جرم ہے تو صرف یہ کہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور سیدِ عالم محسنِ انسانیت حضور رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میں کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتا اور نہ میں حملہ آوروں کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خونِ ناحق بہایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ میں حملہ آوروں کو معاف کرتا ہوں۔ باقی آپ لوگ بقائے امن کے لیے جو مناسب ہو، وہ کریں تاکہ ایسی کاروائیاں آئندہ نہ ہوں"۔ مولانا نے اس مقدمے کے لیے کوئی وکیل نہیں کیا نہ کسی مقدمے کی پیروی کی۔ صرف ایک

گواہ کی حیثیت سے اپنا بیان دیا۔ مولانا کا اس حملے سے جاں بر ہونا محض ایک کرشمہ تھا۔ انگریزی روزنامہ ڈیلی نیوز کا پہلا شمارہ اگلی صبح ۱۷ اکتوبر کو جاری ہوا جس کی بڑی سرخی مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے اور ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغِ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ حملے کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج ہوا۔

❋ ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ نے پورے ملک میں جوش و جذبۂ جہاد کے لیے ملّت کی رہنمائی کی۔ قومی دفاعی فنڈ میں ہزاروں روپے دیئے اور اپنی تقاریر کے اجتماعات میں لاکھوں روپے کا سامان جو لباس اور اشیائے خورد و نوش پر مشتمل تھا، جمع کیا اور ہزاروں روپے نقدی سمیت علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ آزاد کشمیر گئے اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں وغیرہ میں بدستِ خود سامان تقسیم کیا۔

❋ آزاد کشمیر کے بائیس مقامات اور سیالکوٹ، چھمب جوڑیاں، لاہور، واہگہ اور کھیم کرن کے متعدد محاذوں پر جا کر مجاہدین میں جہاد کی اہمیت اور مجاہد کی عظمت و شان اور فی سبیل اللہ جہاد کے موضوع پر ولولہ انگیز تقاریر کیں۔

❋ حضرت مولانا اوکاڑوی مرکزی جماعتِ اہلسنّت پاکستان کے بانی تھے۔

❋ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے کراچی کے سب سے بڑے حلقے سے سوشل ازم کی یلغار کے خلاف مولانا نے انتخاب میں حصّہ لیا اور قومی اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے۔

❋ قیامِ پاکستان سے تادمِ آخر مولانا، ایک مخلص اور محبِّ وطن پاکستانی اور سچے پکے مسلمان ہونے کا بھرپور مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت

ملک بھر میں بالخصوص اور دُنیا بھر میں بالعموم محبوب و محترم اور مقبول و ممتاز رہی۔

❊ حضرت مولانا محترم، تحریکِ نظامِ مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قافلہ سالار تھے۔ آج اس تحریک کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ اس میں ان کی خدمات اور مساعیٔ جمیلہ بُنیادی اہمیت و حیثیت رکھتی ہیں۔

❊ صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی قائم کردہ مجلسِ شوریٰ کے معزّز رُکن نامزد ہوئے اور قوانینِ اسلامی کے ترتیب و تشکیل اور نفاذ کے لیے کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ علاوہ ازیں وزارتِ مذہبی امور کی قائمہ کمیٹیوں کے رُکن رہے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل مرکزی محکمہ اوقاف پاکستان کے نگرانِ اعلیٰ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے رُکن مقرر ہُوئے۔

❊ حضرت مولانا قومی سیرت

❊ اتحادِ بین المسلمین کے لیے ملک بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں قومی دفاعی فنڈ، افغان مجاہدین، سیلاب زدگان اور ہر ناگہانی سانحے سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے رہے۔

❊ سولہ مرتبہ سفرِ حج و زیارت اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہوتے۔

❊ ۱۹۷۷ء میں پہلی مرتبہ عارضۂ قلب کی شکایت ہوئی مگر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ جذبہ و جوش سے شب و روز چہار سمت میں صدائے حق بلند کرتے رہے۔

❊ حضرت مولانا نے کراچی شہر میں اہلِ سنّت و جماعت کی طرف سے دس روزہ مجالسِ محرّم اور جشنِ عید میلاد النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جلوس و جلسے کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔

❁ تین ہزار سے زائد افراد، مولانا مرحوم کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوتے۔ اور لاکھوں افراد کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی۔

❁ حضرت مولانا مرحوم کو طریقت کے تمام سلاسل میں متعدد مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مُریدین ہزاروں کی تعداد میں دُنیا بھر میں موجود ہیں۔

❁ حضرت مولانا قبلہ نے جنوبی افریقا میں انجمن اہلِ سنّت و جماعت قائم کی۔

❁ پاکستان میں سُنّی تبلیغی مشن، انجمن محبانِ صحابہ و اہلِ بیت، تنظیم ائمہ و خطبا مساجدِ اہلِ سنّت اور متعدد ادارے قائم کیے۔

❁ چالیس برس میں حضرت خطیب پاکستان سینکڑوں موضوعات پر اٹھارہ ہزار سے زائد خطابات کیے۔ جو اَب تک ایک عالمی ریکارڈ ہے۔

❁ ۱۹۷۵ء میں دورانِ سفر، دوسری مرتبہ دل کا دَورہ پڑا، اسی حالت میں کراچی آئے اور تقریباً چھ ہفتے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔

❁ ۱۹۸۳ء میں آخری بیرونِ ملک سفر، بھارت کے لیے کیا۔ اپنے دَورے میں بمبئی، اجمیر، دہلی اور بریلی شریف گئے۔

❁ مارچ ۱۹۸۴ء میں شرق پُور شریف گئے اور اپنے پیر و مُرشد کی درگاہ پر حاضری دی جو وہاں ان کی آخری حاضری ثابت ہُوئی۔

❁ ۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزارِ حبیبؐ میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دَورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراضِ قلب میں داخل ہُوئے۔ تین دن بعد سہ شنبہ، ۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء کی صُبح ۵۵ برس کی عُمر میں اذانِ فجر

کے بعد باآوازِ بلند درود و سلام پڑھتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝

❋ ۲۵ اپریل کو نشتر پارک، کراچی میں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی اِمامت میں ظہر کی نماز کے بعد لاکھوں افراد نے حضرت خطیبِ پاکستان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ اور پیارے کملی والے تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عاشقِ صادق کو کمال محبت و احترام سے رخصت کیا۔

زدنیا برفتہ بہ شانِ رفیع ÷ محمد شفیعس محمد شفیع

اسی سہ پہر مولانا مرحوم مسجد گل زارِ حبیب کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دائماً ابداً

(ہجری) ۱۴۰۴

رفت و منزل عالمِ بالا گرفت ... یا الٰہی فیضِ او پائندہ دار
رفت و روئے خویش را از ما نہفت ... تربتش را اے خدا تابندہ دار
گفت تاریخِ وصالش بوالبیان
ہادیٔ راہِ خدا، شب زندہ دار

۱۴۰۴ ہجری

از: فقیہہ دوراں شیخ الاسلام حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی مدظلہ العالی

ابتدائیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

نَحمدہ ونصلّی ونُسلّم علیٰ رسولہ الکریم۔ امّا بعد!

فاضل مصنّف مجدّدِ مسلکِ اہلسنّت حضرت علاّمہ محمد شفیعؒ اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاکستان کے نامور عالمِ دین اور مبلّغ تھے۔ وہ ایک سحر بیان مقررؔ خطیب اور حقیقت بیان ادیب کی حیثیت سے ملک و بیرونِ ملک جانے پہچانے جاتے تھے۔ وہ مصنّف بھی تھے۔ اپنی تصانیف میں وہ ایک بے نظیر محقق کی حیثیت سے جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ پیشِ نظر کتاب میں انھوں نے تحقیق کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی کر دیا ہے۔ وہ ملّتِ اسلامیہ کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

اغیار کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ افرادِ ملّت کے دلوں سے اعیانِ ملّت کی محبّت و عقیدت نکال کر دلوں کو ویران کر دیں اور ملّت کو ضعیف سے ضعیف تر کر کے دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ دلیر بنا دیں۔ حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، حضراتِ اہلِ بیت، صحابۂ کرام اور اولیاء عظام کی ذواتِ عالیہ کے ساتھ والہانہ وابستگی ملّت کی روح ہے۔ اسی لیے دشمنانِ دین کا ہدف یہی ذواتِ عالیہ ہیں۔ بعض محققین اپنی بے جا تحقیق کے پردے میں اغیار کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں اور وہ نہیں سمجھتے

کہ ان کی غیر دیانت دارانہ تحقیقات ملّتِ اسلامیہ پر کیا قیامت ڈھا رہی ہیں اسی قسم کی ایک تحقیق محمود عباسی صاحب نے پیش کی تھی، جس میں انھوں نے یزید کو برحق اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو غلطی پر ثابت کیا ہے۔ محمود عباسی کی نگارشات سے مضطرب ذہنوں میں جو سوالات اُٹھ سکتے تھے۔ حضرت علامہ اکاڑوی نے ایک ایک کرکے ان کا ذکر کیا ہے۔ پھر ہر سوال کا محققانہ جواب تحریر فرمایا ہے۔

علّامہ اکاڑوی نے مندرجہ ذیل سوالات قایم کیے ہیں :۔

۱. کیا یزید کی خلافت و امارت قوانینِ شرعیہ کے مطابق تھی ؟
۲. کیا یزید کے خلاف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بغاوت سمجھا جائے۔
۳. کیا یزید عالم و فاضل، متقی و پرہیزگار، صالح اور پابند صوم وصلوٰۃ تھا؟
۴. اگر یزید فاسق و فاجر تھا تو جن صحابہؓ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے ؟
۵. کیا یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور وہ اس پر راضی نہ تھا ؟
۶. اگر یزید نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا تو شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید نے ابنِ زیاد پر کیوں لعنت کی ؟
۷. کیا محمود عباسی نے اپنی تصانیف میں خیانت سے کام لیا ہے ؟
۸. کیا یزید جہادِ قسطنطنیہ میں شرکت کے باعث بفحوائے حدیث جنتی تھا ؟
۹. کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے اور ان کے تمام مناقب و فضائل خیالی ہیں۔

حضرت علامہ اوکاڑوی نے مندرجہ بالا سوالات پر دیانت و صداقت کے

ساتھ اپنی عمدہ تحقیقات پیش کی ہیں اور ہر سوال کے ذیل میں سیر حاصل بحث کی ہے انھوں نے دلائل و شواہد سے ثابت کیا ہے۔

- یزید کی خلافت و امارت قانونِ شریعت کے مطابق نہ تھی۔
- حضرت سیدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ کا خروج قطعاً بغاوت نہ تھا۔
- یزید صالح و متقی نہ تھا، فاسق و فاجر، ظالم و جابر اور بد کردار تھا۔
- جن صحابہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی انھوں نے یزید کے ظلم و ستم دیکھتے ہوئے رخصت پر عمل کیا اور جن صحابہ نے بیعت نہ کی، انھوں نے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عزیمت پر کیا۔
- حضرت سیدنا حُسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یزید کے حکم سے نہ ہوتی تو یزید ابنِ زیاد اور آپ کو شہید کرنے والوں کے خلاف ضرور تادیبی کارروائی کرتا مگر یہ کارروائی نہ کی گئی۔
- یزید قتلِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر درحقیقت خوش ہو رہا تھا۔ تاہم ابنِ زیاد پر یزید کا لعنت کرنا محض سیاسی مصلحت کے تحت تھا یا اس لیے کہ واقعہ شہادت کے بعد اس کو خود اپنے مستقبل کا خوف تھا۔
- محمود عباسی نے کتابوں سے حوالے نقل کرنے میں خیانت، تعصب اور تنگ دلی سے کام لیا ہے، اپنے مطلب کی باتیں نقل کر دیں اور جو مطلب کے خلاف جا رہی تھیں ان کو رہنے دیا۔ یہ بات دیانت کے خلاف ہے۔
- حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق یزید جہادِ قسطنطنیہ کے لیے جانے والے پہلے لشکر میں شریک نہ تھا، بلکہ دادِ عیش دے رہا تھا، بعد میں حضرت معاویہؓ نے اس کو جبراً بھیجنے کا حکم دیا۔
- حضرت سیدنا حُسین رضی اللہ عنہ یقیناً شہید ہوئے ان کے فضائل و مناقب

بکثرت مستند روایات سے ثابت ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عزیمت پر عمل کر کے یزیدی ماحول کی تاریکیوں میں اجالا کر دیا اور ایک مینارۂ نور بنایا جو بھٹکنے والوں کی صدیوں تک رہنمائی کرتا رہے گا ــــ دنیا میں بہت سے ایسے ملیں گے جنھوں نے دولت کی خاطر، زمین کی خاطر، حکومت کی خاطر جانیں دی ہیں ــــ مگر یہاں نذرانۂ جاں حق کی خاطر پیش کیا گیا اور یہ بتا دیا گیا کہ جان جیسی عظیم دولت حق ہی کی قربان گاہ پر چڑھائی جاتی ہے ــــ سچائی کے لیے اپنی جان قربان کر دینا کوئی معمولی بات نہیں لوگوں نے تو جان بچانے کے لیے بڑے بڑے جھوٹ بولے ہیں ــ مگر یہاں جھوٹ کا گزر نہیں ــــ سچ ہی سچ ہے ــ کربلا کے میدان میں دیکھنے والی آنکھوں نے آفتابِ حسین غروب ہوتے دیکھا ــ اور اب ساری دنیا اس کو طلوع ہوتے دیکھ رہی ہے۔ ظلم و ستم کے خلاف ایک عالم گیر جدّ و جہد سامنے آرہی ہے ــــ بے شک جبر ایک سایہ ہے جو قائم نہیں رہتا ــ جبر ایک مایہ ہے جو ساتھ نہیں دیتی ــ جبر ایک پھایہ ہے جو ناسور نہیں بھرتا۔

حضرت علامہ اوکاڑوی نے جبر و استبداد کی آندھیوں میں چھپنے والے آفتاب کا چہرہ دکھایا ہے اور اس چہرے پر خاک ڈالنے والوں کا محاسبہ کیا ہے ــ دلوں میں چبھنے والے کانٹوں کو نکالا ہے ــ صفحۂ قرطاس کو تختۂ گل بنایا ہے۔ حضرت علامہ اوکاڑوی نے بڑی محنت کی ہے اور تمام ضروری مآخذ کو کھنگالا ہے۔ ان کی تحقیق سے ایک طرف تو حقائق سامنے آگئے، دوسری طرف اغیار کے عزائم بھی سامنے آگئے جو اغیار نے تحقیق کے پردوں میں چھپا رکھے تھے تحقیق و تدقیق ایک مستحسن عمل ہے، لیکن اسلاف کے خلاف باغیانہ ذہنیت لے کر میدانِ تحقیق میں اُترنا اور ملت نے ان پر جو اعتماد کیا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر فکر و خیال کے بندھنوں کو توڑنا اور دورِ جدید کے انتشارِ فکر کے صحرا میں لا کر کھڑا کر دینا صریحاً ظلم ہے ــ حضرت علامہ اوکاڑوی نے جو انانِ

ملّت اسلامیہ پر احسان فرمایا کہ ان کو ایک روشنی عطا فرمائی، جس سے شک وشبہ کی ساری تاریکیاں دُور ہوگئیں اور محبّت وعقیدت کے جو بندھن ٹُوٹ رہے تھے، وہ مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگے ۔ اسلام کی بنیاد ہی محبّت پر ہے ۔ اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبّت ۔ اہلِ بیتِ اطہار کی محبّت ۔ صحابۂ کبار کی محبّت ۔ اولیاءِ عظام کی محبت ۔ علماءِ حق کی محبت ۔ محبّت ہی محبّت ۔ سچ تو یہ ہے کہ جس کے دل میں ان حضرات عالیہ کی محبت نہیں اس کا دل ایمان سے خالی ہے خود حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمارہے ہیں ۔ خبردار ہو جاؤ! جس کے دل میں محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں ۔ یہ کلمات بار بار فرمائے ۔ بے شک محبت وایمان کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ جو محبّت پر شب خون مارتا ہے وہ ایمان پر بھی شب خون مارتا ہے ۔ ایمان کی لذّت بغیر محبّت کے آہی نہیں سکتی ۔ اطاعت اپنی جگہ مگر محبّت نہ ہو تو ہر عبادت بے سُود و بے فیض ہے ۔

مولیٰ تعالیٰ حضرت خطیبِ پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کو نُور سے معمور فرمائے ۔ کہ انھوں نے اپنی علمی تحقیقات سے مغموم دلوں کو مسرور کر دیا ۔ شکوک وشبہات کے خارزاروں کو ایمان ویقین کے لالہ زاروں سے پُر بہار بنا دیا ۔ بھٹکتے خیالوں کو راہ پر لگایا اور ڈگمگاتے افکار کو ثبات عطا فرمایا ۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وازواجہٖ واصحابہٖ وسلم اجمعین ۔

محمد مسعود احمد
پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

۱۳ر شعبان ۱۴۰۶ھ
۲۳، اپریل ۱۹۸۶ء

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر

مضمون	نمبر صفحہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

میرے ایک فاضل دوست نے محمود احمد عباسی کی تالیف "تبصرہ محمودی بر ہفواتِ مودودی" جو عباسی صاحب نے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" کے ردّ میں لکھی ہے، کے حصّہ دوم کی چند عبارات اور اُن سے حاصل شدہ مفہوم نقل کرکے سوالات مرتّب کئے اور مجھے ان سوالات کے جوابات لکھنے کو فرمایا۔ میں نے عباسی صاحب کی پہلی تالیف "خلافتِ معاویہ و یزید" دیکھی ہوئی تھی جس میں انھوں نے یزید کو برحق و امامِ عادل اور سیّدنا امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو غلطی پر ثابت کرنے کی مذموم سعی کی ہے۔ اب اِس دوسری تالیف کو حاصل کرکے اِس کا بھی مطالعہ کیا تو سوالات میں درج شدہ عبارات اور اُن کا مفہوم بالکل درست پایا۔

اِس تالیف میں عباسی صاحب نے مودودی صاحب کے ان غلط اور بے جا الزامات اور اتّہامات کا جواب دیا ہے جو اُنھوں نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں امیرالمومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے ہیں۔ لیکن عباسی صاحب نے مودودی صاحب کے ردّ کے ساتھ ساتھ مسلکِ اہلِ سُنّت کے خلاف اپنی خارجیّت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سخت ترین توہین کا بھی ارتکاب کیا

ہے جیساکہ ان کی عبارات سے قارئین کرام کو معلوم ہو گا۔ مودودی صاحب نے یزید کے کچھ سیاہ کارناموں کے متعلق بھی لکھا تھا چونکہ عبّاسی صاحب کٹّر خارجی ہونے کی وجہ سے یزید کے بڑے ہی حامی ہیں، وہ کیسے برداشت کرتے، وہ تو یزید پلید کو خلیفۂ برحق، امامِ عادل و راشد اور امیر المومنین سمجھتے ہیں اور اُس کے مقابلے میں فرزندِ رسُول امامِ عالی مقام سیّدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ کو باغی، فسادی، اللہ و رسول کا دشمن اور جاہلیّت کی موت مرنے والا قرار دیتے ہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! چنانچہ انھوں نے اپنے اِن فاسد اور باطل خیالات کو حقیقت کا جامہ پہنانے کی جو ناپاک اور مذموم کوشش کی ہے۔ اِس بندۂ ناچیز، گدائے اہلِ بیتِ اطہار نے بحمد اللہِ تعالیٰ اس کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ اور اس خارجی کی جہالت و مکّاری کا پردہ چاک کرکے رکھ دیا ہے اور دیانت وصداقت کے ساتھ اصل حقیقت کو پیش کیا ہے کتاب کے مندرجات کا تعلّق سوالات کے مطابق یزید پلید علیہِ مایَستحِقّہٗ اور امامِ پاک رضی اللہ عنہ، کے ساتھ ہے۔ مودودی و عبّاسی کے درمیان بحث و اختلافات سے نہیں۔

اِس حصّہ کا نام جو سوالات و جوابات پر مشتمل ہے "امامِ پاک اور یزید پلید" ہے۔ دوسرا حصہ جس کا نام "شامِ کربلا" ہے اس میں امام پاک اور ان کے رفقاء کی شہادت کا مفصّل اور مدلّل بیان ہے۔ اِن دونوں کتابوں میں خارجیّت اور رافضیّت سے الگ ہوکر بندہ نے مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت اور کتاب و سنت کے مطابق اپنے جذباتِ عقیدت کو پیش کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل اپنے حبیبِ پاک صلّی اللہ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ و بارک وسلّم میری اِس سعی کو منظور و مقبول فرماکر مسلمانوں کیلئے نافع و مفید فرمائے، اور اِس بندہ گنہ گار کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔ ناچیز محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنّت و جماعت اِس امر میں کہ محمود احمد عبّاسی اپنی تالیف "تبصرۂ محمودی بر ہفواتِ مودودی" کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں:-

"یہ امر عیاں ہے کہ جیسا استصواب امیر یزید کی ولایتِ عہد کے لیے کیا گیا ایسا استصواب اُن سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوا تھا۔ نیز یہ کہ جو فیصلہ ہوا وہ اجماعی تھا۔ حضرات اُمّہات المومنین اور جمہور کبار و صغار صحابہ اس پر متفق تھے اس موقع پر کسی ایک شخص کا بھی محترز رہنا صحاح سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایسا اجماع تھا اور اس اجماع کا ایسا اجماع کہ قوانینِ شرعیہ اور علم سیاست کے اصول کے مطابق ہو اس سے زیادہ فیصلہ کن اور کارگر کوئی اجماع نہیں ہو سکتا۔ موجودہ صدارتی انتخابات میں ہزاروں ووٹ مخالفت میں پڑتے ہیں اور فیصلہ صرف عددی اکثریت سے ہوتا ہے۔ لیکن امیر یزید کی ولایتِ عہد کی بیعت کے وقت ایک ووٹ بھی خلاف نہیں تھا۔"

عباسی صاحب کی اِس عبارت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یزید کو جمہور صحابہ کرام اور ملّتِ اسلامیہ کے تمام افراد نے بالاتّفاق خلیفہ اور امیر منتخب

کیا تھا۔ چنانچہ عبّاسی صاحب اپنی اسی تالیف کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں :۔

"امیرالمؤمنین یزیدِ اوّل کی خلافت کی حجیّت کی سب سے بڑی دلیل ہے جمہور صحابہ کرام کا اجماع۔ اِسی بنا۔ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کے خلاف خروج کو خدا و رسول کے ساتھ سب سے بڑی غدّاری قرار دیا تھا۔"

اِس عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید کے خلاف خروج خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ سب سے بڑی غدّاری تھا۔ اِس کے بعد عباسی صاحب صفحہ ۱۱۵ پر گوہر افشانی فرماتے ہیں :۔

"لیکن علویوں نے سیاست کا یہ گُر بھی نہیں سیکھا اور ہمیشہ بے وجہ اور بے اصول ایسا قدم اٹھایا جس کا نتیجہ سوائے تخریب اور پسپائی کے کچھ نہ نکلا۔ شریف حسین تک ان کی پوری تاریخ یہی کہتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالم اسلام میں اس خاندان کو کبھی وہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو امویوں کو عباسیوں کو اور ترکوں کو ہوئی۔ انہی ناکامیوں، پسپائیوں اور بدنامیوں کو چھپانے کے لیے خیالی مناقب کا ڈھیر لگا دیا گیا اور ان کی غلطیوں پر عصمت کا پردہ ڈال کر جہاد اور شہادت کا نام دیا گیا۔"

اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :۔

"اس شریعت کے باطن تک ہمیں رسائی نہیں اور ہم الفاظ کے وہی معانی سمجھتے ہیں جو ایک فانی اور غیر معصوم انسان سمجھ سکتا ہے اور اس بارے میں صحابہ کرام سے لے کر ہمارے زمانے تک سب اصحابِ فکر سمجھتے آئے ہیں مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ

"جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد انگیزی کے درپے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انھیں بُری طرح قتل کیا جائے یا انھیں سولی دی جائے یا جانب مقابل کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا انھیں مُلک بدر کردیا جائے۔" خدا و رسول سے لڑنے کا مطلب اس نظامِ صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھّا ہو ایسا نظام جب کسی سرزمین میں قائم ہو جاتے اور اس کو خراب کرنے کی سعی کرنا قطع نظر اس سے کہ وہ چھوٹے پیمانے پر قتل و غارت اور رہزنی و ڈکیتی کی حد تک ہو یا بڑے پیمانے پر اس نظامِ صالح کو الٹنے اور اس کی جگہ کوئی فاسد نظام قائم کر دینے کے لیے ہو، دراصل خدا و رسول کے خلاف جنگ ہے۔"

اس کے بعد صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں :۔

"اگر رائے عامہ ایک حکومت یا حاکم کے حق میں ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتی تو ایسی حکومت یا حاکم پر عائد کردہ الزامات خود بخود باطل ہو گئے اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے وہ باغی اور مفسد ہی قرار پائیں گے۔"

اِن عبارات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلاوجہ اور بے اصول محض تخریبی کارروائی کی تھی اور یزید کے خلاف ان کا خروج خدا و رسول سے جنگ اور بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف تھا اور ان کے فضائل و مناقب محض خیالی ہیں نیز وہ شہید بھی نہیں ہیں چنانچہ اس کے بعد عباسی صاحب صریح طور پر صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں :۔

اور جس نے امام المسلین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت کو ماننے لگے ہوں خواہ یہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ ،

تو اس نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا۔ اور اگر اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں :۔

"چوری اور زنا اور دوسرے کبائر کا ارتکاب امام کے خلاف خروج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے ؟"

اور صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں :۔

"چنانچہ یہ لوگ اپنے تخریبی عزائم کے تحت موجودہ اور گزری ہوئی پوری امت کو گمراہ کہہ کر ایسے لوگوں کو مجاہد اور شہید کہنا چاہتے ہیں جنھوں نے وقتاً فوقتاً امامِ جماعت کے خلاف خروج کیا اور ہم عصر امت کی حمایت حاصل نہ ہونے کے سبب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔"

اور صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں :۔

"ان حضرات پر خلفاء اسلام کا یہ احسان ہے کہ انھیں قتل کر دیا گیا اور یہ قتل اُن کے جرمِ عظیم کا کفارہ ہو گیا ورنہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔"

اِن تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کی خلافت و امارت ایسی تھی کہ تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اور مخالفت محض بلا وجہ بغاوت اور فساد فی الارض بلکہ خدا و رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھی۔ چنانچہ اُن کو اس کی سزا ملی اور وہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور وہ قطعاً مجاہد اور شہید نہیں ہیں اور اُن کے فضائل بھی محض خیالی ہیں۔ (العیاذ باللہ) اب یہ معلوم کرنا ہے کہ :۔

۱۔ کیا یزید کی خلافت و امارت پر قوانینِ شرعیہ کے مطابق تمام صحابہ اور جمہور مسلین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہ تھا۔

۲۔ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بلاوجہ بغاوت۔ فساد فی الارض اور خدا رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھا۔

۳۔ کیا یزید عالم و فاضل، متقی پرہیزگار، پابندِ صوم وصلوٰۃ اور نہایت صالح تھا جیسا کہ عباسی صاحب کی دوسری کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" کے صفحہ ۴۹ پر ہے کہ :۔

"علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، پابندی صوم وصلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے۔" نیز السید محمد انیس کی یزید کے بارے میں یہ نظم ہے ۔

امیر المؤمنین سیدنا یزید رحمۃ اللہ علیہ

از : السید محمد انیس کراچی

ہر آن راہبر تھی ہدایت یزیدؒ کی	کیوں راشدہ نہ ہوگی خلافت یزیدؒ کی
اللہ کی جنابِ مقدس میں مان لی	کُل عازمینِ حج نے امارت یزیدؒ کی
حضرت حُسینؓ اور ابو ایوبؓ مقتدی	ہے کتنی سربلند امامت یزیدؒ کی
جو شاملِ جہاد ہوا جنتی ہوا	ہے وجہ افتخار قیادت یزیدؒ کی
شاہد ہے آج تک ابو ایوبؓ کا مزار	عیسائیوں نے مانی شجاعت یزیدؒ کی
چھینیں جو مال اُن پہ مسلسل نوازشات	احسان معاویہؓ کے عنایت یزیدؒ کی
کیا مصلحت تھی پوچھئے ابنِ حسینؓ سے	تسلیم کی ہے جس نے خلافت یزیدؒ کی
پسماندگان کربلا کی مشکلات میں	تھی باعثِ سکون عنایت یزیدؒ کی

جس وقت نام آگیا ابن حسینؓ کا — ویسے ہی یاد آئی سخاوت یزیدؓ کی
لازم تھی مومنین پہ قرآں سے پوچھئے — اللہ کی نبیؐ کی اطاعت یزیدؓ کی
پہلے بھی اور حادثۂ کربلا کے بعد — زینبؓ کو تھی پسند رفاقت یزیدؓ کی
خشکی کے شہسوار سمندر کے تاجدار — ناقابلِ بیان ذہانت یزیدؓ کی
تمکینِ دیں، اشاعتِ اسلام میں کمال — اللہ کا کرم تھا کرامت یزیدؓ کی
مانو نہ مانو تم مگر دنیا نے مان لی — دانش معاویہؓ کی خلافت یزیدؓ کی

تسلیم کی ہے متفقہ طور سے ایسؔ
اہلِ عرب عجم نے سیادت یزیدؓ کی (معاذ اللہ)

یا کہ یزید فاسق و فاجر، ظالم و شرابی تھا اور کیا اس پر لعنت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

۴۔ اگر یزید واقعی فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا تو اُن صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنھوں نے اس کی بیعت کرلی تھی انھوں نے اس کی بیعت کیوں کی۔ کیا ان پر فاسق و فاجر کی بیعت کا الزام عائد نہیں ہو گا ؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر امام حسین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور کیوں اس پر خروج کیا ؟ اب ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو لازماً اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ، حق پر تھے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنھوں نے یزید کی بیعت کی، یقیناً غلطی پر تھے ان پر فسق کا الزام عائد ہوگا اور اگر وہ صحابہ کرام حق پر تھے تو حضرت امام غلطی پر تھے اور ان پر خروج و بغاوت کا الزام عائد ہوگا ؟

۵۔ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا لہذا قتلِ حسین اور اس کی رضا کی نسبت یزید کی طرف کرنا غلط ہے۔ کیا یہ درست ہے ؟

۶۔ اگر امام حسینؓ کا قتل، یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا تھا تو پھر اس

نے ابنِ زیاد پر لعنت کیوں کی؟ اور امام کے قتل پر اظہارِ افسوس کیوں کیا؟ اس کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا۔

۷۔ کیا محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں کہیں خیانت و بد دیانتی سے بھی کام لیا ہے؟ اگر لیا ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں۔

۸۔ کیا یزید ازروئے جہادِ قسطنطنیہ جنتی ہے اور جو اسکو جنتی نہ مانے کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو بخاری میں ہے اس کا منکر ہے؟

۹۔ کیا امامِ عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہیں؟ اور کیا ان کے فضائل و مناقب محض خیالی ہیں؟ "بیّنوا توجروا"

ایک سائل جو آجکل ان کتابوں کے پڑھنے سے سخت الجھن کا شکار ہے۔

سوال نمبر ۱

کیا یزید کی خلافت و امارت قوانینِ شرعیہ کے مطابق حقّہ تھی اور اس پر تمام صحابہ اور جمہور مسلین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہیں تھا؟

جواب ہرگز نہیں، بالکل غلط۔ صریح کذب، اور خلافِ واقعہ بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے جیساکہ آئندہ سطور سے واضح ہو گا۔ انشاء اللہ۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال مبارک کے بعد خلفاء۔ اسلام کا انتخاب اکابر مہاجرین و انصار صحابہ کے مشورہ سے ہوا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے زمانہ میں اگرچہ اکابر صحابہ کرام اٹھ چکے تھے اور زمانۂ رسالت کی بہاریں کسی حد تک ختم ہو چکی تھیں تاہم ان میں بہت سے صحابہ اور اکابر صحابہ کی اولاد جسے خود بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت کا شرف حاصل تھا، ابھی موجود تھی۔ خصوصًا حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حُسین بن علی، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم یہ حضرات اپنے اسلافِ کرام کا نمونہ اور اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کا پیکر تھے۔ ان میں تقوٰی و پرہیزگاری، عدل و انصاف، امانت و دیانت علم و فضل اور صداقت و حق گوئی کا جوہر پورے طور پر موجود تھا۔ ان سب حضرات کی موجودی میں یزید جیسے شخص کا نام خلافت کے لیے پیش کرنا کسی طرح بھی

مناسب نہ تھا۔ مگر اس امر کی ابتدا یوں ہوئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ سعید بن عاص کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ مغیرہ کو امیر معاویہ کے اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی تو وہ کوفہ سے دمشق پہنچے اور یزید سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ اکابر صحابہ اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں البتہ ان کی اولاد موجود ہے اور تم اُن سے کسی معاملے میں کم نہیں ہو۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المومنین کو تمھارے لیے بیعت لینے میں کون سا امر مانع ہے؟ یزید نے کہا آپ کے خیال میں یہ کام ہو سکتا ہے؟ مغیرہ نے کہا ہاں! یزید نے اس بات کا ذکر اپنے والد امیر معاویہ سے کیا۔ انہوں نے مغیرہ کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یزید سے کیا بات کی ہے؟ مغیرہ نے کہا۔ امیر المومنین! حضرت عثمان کی شہادت کے بعد امت میں جو اختلافات اور خون ریزی ہوئی ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی ہی میں یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے بیعت لے لیں تاکہ آپ کے بعد فتنہ فساد اور خون خرابا نہ ہو۔ حضرت معاویہ نے کہا اس کام کو پورا کرنے میں میرا معاون کون ہوگا؟ مغیرہ نے کہا جہاں تک اہلِ کوفہ کا تعلق ہے اس کا ذمّہ میں لیتا ہوں اور اہلِ بصرہ کے لیے زیاد کافی ہے۔ اس کے بعد کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔

امیر معاویہ نے کہا اچھا تم اپنے عہدے پر واپس چلے جاؤ اور اس معاملے میں ان لوگوں سے گفتگو کرو جن پر تمہارا اعتماد ہو۔ یہاں سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا، کہو کیا ہوا؟ مغیرہ نے کہا میں نے امیر معاویہ کا پاؤں ایسی رکاب میں الجھا دیا ہے کہ کبھی نہ نکل سکے گا۔ کوفہ پہنچ کر مغیرہ نے ان لوگوں سے بات چیت کی۔ جن پر ان کو وثوق اور اعتبار تھا اور دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس امر پر راضی کیا کہ وہ ایک وفد کی صورت

میں دمشق جائیں اور امیر معاویہ کو یزید کی ولی عہدی کے لیے درخواست کریں۔ اور پُرزور حمایت کا یقین دلائیں۔ چنانچہ یہ وفد حضرت مغیرہ کے بیٹے موسٰی کی قیادت میں دمشق پہنچا اور بڑے زور شور سے اس تجویز کی تائید و حمایت کر کے انعقاد بیعت کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے ان سے کہا کہ ابھی تم اس معاملے کے اظہار میں عجلت نہ کرو۔ لیکن اپنی رائے اور عہد پر پکے رہو۔

بعد میں امیر معاویہ نے موسیٰ کو تنہائی میں بلا کر پوچھا کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کو کتنے میں خریدا ہے؟ موسٰی نے کہا تیس ہزار درہم میں[1]!

پھر حضرت معاویہ نے گورنر بصرہ زیاد کو خط لکھا اور اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ زیاد نے عبید بن کعب النمیری کو بلا کر کہا کہ امیرالمومنین نے مجھ سے یزید کی ولی عہدی کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے اور وہ لوگوں سے خائف بھی ہیں کہ لوگ نفرت کا اظہار کریں گے اور اطاعت کی بھی امید رکھتے ہیں اور یہ معاملہ نہایت اہم ہے۔ اور یزید میں یہ یہ خامیاں اور کمزوریاں ہیں۔ لہذا تم امیرالمومنین کے پاس جاؤ اور ان سے یزید کی عادات و خصائل بیان کر کے کہو کہ ابھی اس معاملے میں توقّف فرمائیں اور جلدی نہ کریں۔

عبید نے کہا آپ امیر معاویہ کی رائے کو بدلنے اور خراب کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اس کے بجائے ایک اور کام کیا جائے اور وہ یہ کہ میں آپ کی طرف سے یزید کے پاس جاتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ تمہارے باپ نے تمہاری بیعت کے بارے میں امیر زیاد سے مشورہ طلب کیا ہے اور ان کو یہ خوف ہے کہ لوگ تمہاری عادتوں کی وجہ سے تمہاری مخالفت کریں گے اس لئے تم اپنی بُری عادتوں کو ترک کر کے اپنی اصلاح کرو تاکہ یہ امر بہتر اور آسان ہو جائے۔ زیاد نے

---

[1] ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۲۴۹، البدایہ والنہایہ صفحہ ۷۹، ابن خلدون صفحہ ۱۵/۳

کہا خدا کرے کہ تمہارا تیر نشانے پر بیٹھے۔ چنانچہ عبید نے دمشق جا کر امیر زیاد کی طرف سے یزید کو تو اصلاحِ حال کا پُرزور مشورہ دیا اور امیر معاویہ کو ایک خط دیا جس میں زیاد نے ان کو لکھا تھا کہ اس معاملہ میں عجلت سے کام نہ لیں بلکہ بڑی حکمت و سیاست سے کام لیں [1]

جب ۵۳ھ میں زیاد کا انتقال ہو گیا تو حضرت معاویہ نے یزید کے لیے بیعت لینے کا فیصلہ کر لیا اور با اثر لوگوں کو ہموار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے جو انھوں نے قبول کر لیے لیکن جب ان کے سامنے بیعتِ یزید کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا خوب! اچھا ان کا یہ مقصد ہے! پھر تو میرا دین بڑا ارزاں ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے درہم قبول کرنے سے انکار کر دیا (ابن اثیر صفحہ ۲۵۰/۳، البدایہ صفحہ ۸۹/۸) پھر حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ کے گورنر مروان بن حکم کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد امت میں پھر اختلاف نہ ہو جائے۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں کسی کو اپنا جانشین بنا جاؤں۔ لہٰذا تم ان لوگوں سے پوچھو کہ وہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں؟ مروان نے اہلِ مدینہ کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ بات پیش کی، اہلِ مدینہ نے اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی شخص کا انتخاب کر کے پہلے ہمیں بتائیں اور اس معاملہ میں غلطی نہ کریں۔ مروان نے اہلِ مدینہ کا یہی جواب امیر معاویہ کو لکھ کر بھیج دیا۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ میں نے یزید کو منتخب کیا ہے۔ مروان نے پھر اہلِ مدینہ کو مسجد نبوی میں جمع کر کے کہا۔ امیر المومنین نے تمہارے لیے ایک بہت مناسب شخص کا انتخاب کر لیا ہے اور اس انتخاب میں انھوں نے کوئی غلطی

---

[1] ابن اثیر صفحہ ۲۴۹/۳، طبری صفحہ ۲۲۴/۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۷۹/۸

نہیں کی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد اپنا جانشین بنا دیا ہے۔

وَ قَالَ إِنَّ اللهَ اَرٰی اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ يَزِيْدَ رَأْيًا حَسَنًا وَ اَنْ يَّسْتَخْلِفَهٗ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ	اور کہا بیشک اللہ نے امیرالمومنین کو یزید کے بارے میں بہت اچھی رائے سُجھائی ہے اور اگر وہ یزید کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو بیشک ابوبکرؓ و عمرؓ نے بھی تو خلیفے بنائے تھے۔"

اِس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر اٹھے اور فرمایا اے مروان! تم نے بھی غلط کہا اور معاویہ نے بھی غلط کیا۔ تمھارا ارادہ اُمّتِ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھلائی اور انتخاب نہیں بلکہ تم لوگ اِس خلافت کو قیصریّت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مرا تو اس کی جگہ دوسرا قیصر یعنی اس کا بیٹا آ گیا۔ یہ سُنّتِ ابوبکرؓ و عمرؓ نہیں ہے انھوں نے ہرگز اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا۔ مروان نے کہا اِس شخص کو پکڑ لو۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں قرآن میں آیا ہے۔ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بھاگ کر اپنی بہن حضرت عائشہ کے گھر میں پناہ لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے کہا۔ مروان نے غلط کہا یہ آیت ہمارے خاندان کے کسی فرد کے بارے میں نہیں آئی بلکہ خدا کی قسم! یہ ایک اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اگر مَیں چاہوں تو اُس کا نام بھی بتا سکتی ہوں۔ البتہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مَروان کے باپ پر لعنت کی تھی جبکہ مروان اُس کے صُلب میں تھا۔

پھر حضرت امام حسینؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے بھی کھڑے ہو کر یزید کی ولی عہدی تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ مروان نے ان تمام باتوں کی امیر معاویہ کو خبر کر دی۔[1]

[1] ابن اثیر صفحہ ۲۵۰/۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۹، ارشاد الساری صفحہ ۳۲۵/۷، فتح الباری۔

حضرت معاویہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو ایک لاکھ درہم بھیجے تو انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا و قالَ اَبیعُ دِینی بِدُنیای "اور فرمایا کیا میں دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دوں۔" (الاستیعاب صفحہ ۴۰۵)

ان ہی ایام میں حضرت معاویہ نے مختلف علاقوں کے حُکّام کو کہا کہ وہ لوگوں کے سامنے یزید کی تعریف کر کے ان کو ہموار کریں اور میرے پاس مختلف شہروں سے وفود بھیجیں۔

حضرت محمد بن عَمرو بن حزم مدینہ منوّرہ سے امیر معاویہ کے پاس پہنچے اور انھوں نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا لہٰذا آپ خوب غور فرمالیں کہ آپ امّتِ محمّدی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے امور کا والی کس کو بنا رہے ہیں؟ امیر معاویہ یہ سُن کر کچھ ایسی سوچ میں پڑ گئے کہ کافی دیر تک سر جھکائے رکھا۔ مختلف شہروں سے جو وفود آئے تھے انھوں نے امیر معاویہ کے سامنے وفاداری کا اظہار کیا اور خوشامدانہ تقریریں کیں مثلاً ضحاک بن قیس نے کہا:۔

"جہاں تک مجھے علم ہے یزید بن امیرالمومنین حسنِ ہدایت، علم وحلم، سیرت و کردار اور رائے میں ہم سب سے افضل ہیں لہٰذا امیرالمومنین آپ ان کو اپنے بعد اپنا ولی عہد اور ہمارا سردار اور ہماری جائے پناہ بنا دیں تاکہ ہم اس کے سائے میں پناہ حاصل کر سکیں۔

عمرو بن سعید الاشدق نے بھی اسی قسم کی تقریر کی۔ پھر یزید بن مقنع العذری نے اٹھ کر کہا:۔

"یہ امیرالمومنین معاویہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد یہ یزید امیرالمومنین ہو گا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔"

امیر معاویہ نے کہا "آپ بیٹھ جائیے آپ سیّد الخطباء ہیں"۔ اسی طرح تقریریں

ہوتی رہیں۔ حضرت امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے جو ابھی تک خاموش تھے فرمایا۔ ابوالبحر! تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں کا ڈر ہے اور جھوٹ کہیں تو خدا سے خوف آتا ہے۔ امیرالمومنین! آپ یزید کے لیل و نہار، ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت سے خوب واقف ہیں اگر آپ اس کو اللہ تعالیٰ اور امت کے لیے واقعی پسندیدہ و بہتر خیال کرتے ہیں تو اس کے لیے کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اور اگر آپ اس کے متعلق ایسی رائے اور خیال نہیں رکھتے تو راہیٔ آخرت ہوتے ہوئے اس معاملہ کو توشۂ دنیا بنا کر اس کے حوالے نہ کرتے جائیے ویسے ہمارا کام تو یہی ہے کہ ہم کہہ دیں سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہ ہم نے سُنا اور مانا۔ اس پر شامیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ معدی اور عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں؛ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت بھی ہے اور تلوار و قوت بھی[1]

اسی طرح مختلف تدبیروں سے میدان ہموار ہوتا رہا یہاں تک کہ اہلِ عراق اور اہلِ شام کے اکثر افراد نے بیعت کر لی۔

شام اور عراق کے لوگوں سے نپٹ لینے کے بعد حضرت معاویہ کے پیشِ نظر اہلِ حجاز کا مسئلہ تھا اور یہ مسئلہ نہایت ہی اہم تھا کیونکہ حجازِ مقدس اسلام کا دل تھا۔ یہاں ہی وہ مقتدر ہستیاں تشریف رکھتی تھیں جن میں صداقت و دیانت حق گوئی و بے باکی کا جوہر پورے طور پر موجود تھا۔ اور ان ہی حضرات سے مخالفت کا سخت اندیشہ تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہ ایک ہزار سوار کو ہمراہ لے کر خود حجازِ مقدس تشریف لے گئے۔ مدینہ طیبہ کے باہر سب سے پہلے حضرت امام حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن

---

[1] ابن اثیر صفحہ ۲۵۰/۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸/۸۰

بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم ان سے ملے۔ حضرت معاویہ نے ان چاروں حضرات سے نہایت سخت کلام کیا۔ یہ حضرات ان کے اس نامناسب روّیہ سے اگرچہ سخت حیران تھے پھر بھی ان کے ساتھ چلتے رہے حضرت معاویہ نے مدینہ طیّبہ میں داخل ہونے تک ان کی طرف کوئی التفات نہ کی۔ بایں ہمہ یہ حضرات پھر ان کے پاس ان کی اقامت گاہ میں گئے مگر پھر بھی اِن کے مرتبہ و مقام کے مطابق اِن سے کوئی سلوک نہ کیا گیا کیونکہ ان چاروں حضرات نے یزید کی ولی عہدی تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ کَمَا مَرَّ، تو یہ چاروں حضرات دل برداشتہ ہوکر مدینہ منوّرہ چھوڑ کر مکّہ مکرّمہ چلے گئے اب حضرت معاویہ کے لیے مدینہ طیّبہ کا معاملہ کافی آسان ہوچکا تھا چنانچہ وہ حالات کو سازگار اور موافق بنانے میں لگے رہے۔ اِس عرصہ میں وہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گئے اور ان چاروں حضرات کی شکایت کی۔ اُمّ المومنین کو تمام حالات کی خبر مل چکی تھی انھوں نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ان لوگوں کے متعلق کہا ہے کہ اگر وہ یزید کی بیعت سے انکار کریں گے تو ان کو قتل کر دیا جائے گا؟ حضرت معاویہ نے کہا امّ المومنین! ایسا تو نہیں کیونکہ یہ لوگ اس سے بہت بلند ہیں۔ لیکن ان کے سوا سب لوگ بیعت کر چکے ہیں تو کیا آپ یہ خیال فرماتی ہیں کہ میں اِن کی وجہ سے دوسرے تمام لوگوں کی بیعت کو توڑ دوں! امّ المومنین نے فرمایا بہرحال ان لوگوں کے ساتھ نرمی و محبّت سے پیش آؤ۔ حضرت معاویہ نے کہا اچھّا! میں ایسا ہی کروں گا۔

اس کے بعد حضرت معاویہ اپنے رفقاء کے ساتھ مکّہ مکرّمہ پہنچے اور لوگوں سے ملاقات کی۔ ان چاروں حضرات سے بھی ملاقات کی لیکن اب معاملہ بالکل برعکس تھا، بڑی محبّت و تعظیم سے مرحبا مرحبا کہہ کر پیش آتے سب سے آگے بٹھاتے اور

ہر معاملہ میں بڑی اہمیت دیتے۔ یہ حضرات بھی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اس حسنِ سلوک کا مقصد کیا ہے؟

چنانچہ ایک روز ان کو تنہائی میں بلا کر حضرت معاویہ نے فرمایا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتا ہوں اور صلۂ رحمی بجا لاتا ہوں۔ دیکھو! یزید تمھارا بھائی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی بیعت کرلو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ تین امور میں سے ایک امر کو اختیار کر لیں۔ یا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرح کریں اور کسی کو اپنا جانشین نہ بنائیں جس طرح لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق کو منتخب کر لیا تھا اسی طرح اب بھی کسی کو منتخب کرلیں گے۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ اب تم میں ابوبکر صدیق جیسا کوئی نہیں ہے اور مجھے اختلاف کا خوف ہے۔ انھوں نے کہا اچھا پھر ایسا کیجئے جیسا حضرت ابوبکر صدیق نے کیا تھا کہ انھوں نے حضرت عمر فاروق کو مقرر کیا تھا جن سے ان کا دُور کا بھی رشتہ نہ تھا۔ یا پھر وہ طریقہ اختیار کرلیں جو حضرت عمر نے کیا تھا کہ انھوں نے انتخابِ خلیفہ کے لیے ایسے چھ آدمیوں کی مجلسِ شورٰی بنائی تھی کہ ان میں کوئی ان کا عزیز یا بیٹا نہ تھا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا تم اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں! اس کے بعد حضرت معاویہ ان پر سخت ناراض اور غضب ناک ہوئے اور یہ مجلس برخاست ہوگئی اور حضرت معاویہ سوار ہو کر واپس آ گئے۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۵۲/۳)

یہ تھا یزید کی خلافت و امارت کا استصواب و انتخاب۔ اس پر کسی تبصرہ و نتیجہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ عبّاسی صاحب کا یہ کہنا کہ "یزید کی خلافت پر قوانینِ شرعیّہ کے مطابق تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا ایسا اتّفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہ تھا

اور ایسا استصواب ان سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوا تھا کہاں تک درست ہے ؟

ہمارا نظریہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور اسی خیر خواہی کی بنا پر وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں قتل و غارت اور خون ریزی ہو وہ سابقہ حالات کے پیشِ نظر اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اگر میں نے خلافت و امارت کو یونہی مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا یا کسی مجلسِ شوریٰ کو انتخابِ خلیفہ کے لیے مقرر کر دیا تو لوگ کسی طرح بھی کسی ایک شخص پر جمع اور راضی نہیں ہوں گے بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدّعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس سے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ضرور خونریزی ہوگی اور اگر میں نے خلافت بنی ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو میری قوم بنی اُمیّہ جو اپنی قومیّت میں عصبیّت رکھتی ہے اور اس وقت ان کو بڑی قوّت و شوکت بھی حاصل ہے، وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گی اور اس سے بھی آپس میں سخت اختلاف اور خونریزی ہوگی اس لیے انھوں نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کو ان لوگوں پر ترجیح دی جو اس کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے تھے اور اس سلسلے میں انھوں نے درست یا نادرست جو کچھ بھی کیا وہ بہر حال اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کو خونریزی سے بچانے کے خیال سے کیا چنانچہ ان کی دعا جو انھوں نے یزید کو ولیعہد بنانے کے بعد کی وہ اس پر شاہد ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّيْ وَلَّيْتُهٗ لِاَنَّهٗ اَرَاهُ اَهْلًا لِذٰلِكَ فَاَتْمِمْ لَهٗ مَا وَلَّيْتُهٗ وَاِنْ

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس (یزید) کو ولی عہد کیا ہے بوجہ اس کے جو میں اس کے اندر اہلیت دیکھ رہا

أُكُنْتُ وَلَّيْتُهُ لِأَنِّي أُحِبُّهُ فَلَا تُتِمَّمُ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ	ہوں تو اس کی ولیعہدی کو پورا کرنا اور اگر میں نے بوجہ اسکی محبّت کے اسکو
(البدایہ والنہایہ صفحہ ۸)	ولیعہد کیا ہو تو اسکی ولیعہدی کو پورا نہ کرنا"

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی سوجھ بوجھ بھی رکھتا تھا اسی لیے حضرت امیر کے نزدیک وہ بنو اُمیّہ میں ولیعہدی کے لیے بہتر تھا۔ اور یہ ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ یزید بدبخت نے ولیعہد بننے کے بعد جو کچھ کیا یا کروایا حضرت امیر کو اُس سے اِس کی توقع تھی؛ یا علم تھا کہ یہ ایسا کرے یا کروائے گا؛ انھوں نے تو حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر وصیّت کی تھی کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نواسے ہیں، عزیز ہیں اور اس قرابتِ قریبہ کی وجہ سے وہ نیک سلوک کے حقدار ہیں۔ اگر عراق والے ان کو تمھارے مقابلہ میں لے آئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ضرور لائیں گے تو ان پر قابو اور غلبہ حاصل ہونے کی صورت میں بھی درگزر سے کام لینا اور قرابتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خیال رکھنا مگر اِس بدبخت نے باپ کی نصیحت کو فراموش کر دیا اور اقتدار کے نشے میں بدمست ہوکر وہ کچھ کیا جسے کوئی مومن سوچ بھی نہیں سکتا۔[1]

بہرصورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی بدگمانی نہیں کی جا سکتی کیونکہ انکی صحابیّت مسلّمہ ہے جو بدگمانی سے مانع ہے۔

---

[1] کربلا کے تفصیلی حالات کے لیے میری کتاب "شامِ کربلا" ملاحظہ فرمائیں

جن کی نظروں پر عیاں ہے حق پرستی کا جلال
پیشِ باطل جُھک نہیں سکتی کبھی اُن کی جبیں

سوال نمبر ۲

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بلاوجہ، بغاوت، فساد فی الارض اور خدا و رسولؐ کے خلاف جنگ کے مترادف تھا؟

جواب سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو بلاوجہ، بغاوت، فساد فی الارض اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کے مترادف قرار دینا صریح ظلم اور جہالت ہے ایسی بات وہی کہے گا جس کے دل میں مرضِ نفاق اور اہلِ بیتِ نبوّت کا بُغض ہوگا۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک از روئے شریعت یزید ہرگز مسلمانوں کی امامت وسیادت کے لائق نہیں تھا اور نہ قواعدِ شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اس کی امامت قائم ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی کہ آپ پر اس کی اطاعت واجب ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

البقرہ ۱۲۴

اور یاد کرو جبکہ ابراہیم کو اس کے ربّ نے کچھ باتوں سے آزمایا تو انھوں نے وہ پوری کر دکھائیں اللہ نے فرمایا میں تمھیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ انھوں نے عرض کی اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت علماء امت نے تصریح کی ہے کہ ظالم وجابر اور فاسق وفاجر امامت وخلافت کے اہل نہیں ہیں اور اُن کی امامت باطل ہے چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں :۔

اِنَّ الاِمَامَ یَکُوْنُ اَھْلَ الْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَالفَضْلِ مَعَ الْقُوَّۃِ عَلَی الْقِیَامِ بِذَالِکَ وَھُوَ الَّذِی اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّا یُنَازِعُوا الاَمْرَ اَھْلَہٗ وَاَمَّا اَھْلُ الْفُسُوْقِ وَالْجَوْرِ فَلَیْسُوا لَہٗ بِاَھْلٍ ۔
(تفسیر قرطبی)

بیشک امام وہ ہو سکتا ہے جو عدل احسان اور فضل جیسی صفاتِ حسنہ سے متّصف ہو۔ اور اس کے ساتھ اسمیں حکومت کی ذمّہ داریوں کو بجا لانے کی قوّت بھی ہو۔ ایسے ہی امام کے متعلّق حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ اس سے مت جھگڑو۔ لیکن جو فاسق و فاجر اور ظالم ہوں وہ امامت و خلافت کے اہل نہیں۔

مشہور فقیہہ امام ابوبکر الجصّاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

فَلَا یَجُوْزُ اَنْ یَکُوْنَ الظَّالِمُ نَبِیًّا وَّلَا خَلِیْفَۃً لِنَبِیٍّ وَّلَا قَاضِیًا وَّلَا مَنْ یَلْزَمُ النَّاسَ قُبُوْلُ قَوْلِہٖ فِی اُمُوْرِ الدِّیْنِ مِنْ مُفْتٍ اَوْشَاھِدٍ اَوْمُخْبِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَبْرًا ۔
احکام القرآن ص ۶۹

پس یہ جائز نہیں کہ کوئی ظالم نبی یا نبی کا خلیفہ یا قاضی ہو یا ایسا عہدہ دار ہو کہ (امورِ دین) میں اسکی بات کا ماننا لوگوں پر لازم ہو جیسے مفتی ہونا یا گواہ ہونا یا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حدیث روایت کرنے والا محدّث ہونا۔

یہی امام چند سطور کے بعد فرماتے ہیں :۔

فَثَبَتَ بِدَلَالَۃِ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ بُطْلَانُ

پس اس آیت کی دلالت سے ثابت

اِمَامَةِ الْفَاسِقِ وَاَنَّهٗ لَا يَكُوْنُ خَلِيْفَةً وَاَنَّ مَنْ نَصَبَ نَفْسَهٗ فِيْ هٰذَا الْمَنْصَبِ وَهُوَ فَاسِقٌ لَمْ يَلْزِمِ النَّاسَ اِتِّبَاعَهٗ وَلَا طَاعَتَهٗ
احکام القرآن ص۔

ہوا کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور بلا شبہ وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اپنے آپکو اس منصب پر مسلط کر دے درآں حالیکہ وہ فاسق ہے تو لوگوں پر اس کی اتّباع و اطاعت لازم نہیں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں :۔

قَالَ الْجُمْهُوْرُ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِيْنَ الْفَاسِقُ حَالَ فِسْقِهٖ لَا يَجُوْزُ عَقْدُ الْاِمَامَةِ لَهٗ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ اَنَّ الْفِسْقَ الطَّارِئَ هَلْ يُبْطِلُ الْاِمَامَةَ اَمْ لَا ؟ وَاحْتَجَّ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّ الْفَاسِقَ لَا يَصْلُحُ اَنْ تُعْقَدَ لَهُ الْاِمَامَةُ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ۔
تفسیر کبیر ص ۲۹۴

جمہور فقہاء اور متکلّمین نے فرمایا ہے کہ فاسق کو اسکی حالتِ فسق میں امام مقرّر کرنا جائز نہیں اور اس فسق کے بارے میں جو امام پر بعد میں طاری ہو جائے (لوگوں نے) اختلاف کیا ہے کہ وہ اسکی امامت کو باطل کرے گا یا نہیں؟ تو جمہور نے اس آیت سے یہی استدلال کیا ہے کہ بیشک فاسق اس بات کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ اسکو امام مقرّر کیا جائے۔

علّامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیۂ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

قُلْنَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا يَنَالُ عَهْدِيْ الظّٰلِمِيْنَ اَنَّ الْفَاسِقَ وَاِنْ كَانَ اَمِيْرًا فَلَا يَجُوْزُ اِطَاعَتُهٗ فِي الظُّلْمِ وَالْمَعْصِيَةِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ

ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ کا معنی یہ ہے کہ بیشک فاسق اگرچہ وہ امیر ہو اسکی اطاعت ظلم اور معصیت میں جائز نہیں کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے

اُلْخَالِقِ۔ کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

تفسیر مظہری ص ۱۳۴

قرآن کریم کی اس آیت اور ائمہ کرام کے تفسیری ارشادات سے ثابت ہوا کہ ظالم وجابر اور فاسق و فاجر لوگ امامت وخلافت کے اہل نہیں اور ان کی امامت و خلافت باطل ہے اور ان کی اتّباع و اطاعت جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ (الشعراء - ۱۵۱)

اور نہ مانو حکم ان حد سے گزر جانے والوں کا جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اُن آمر لوگوں کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے جو کفر و شرک یا ظلم و فسق سے ملک میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان وعدل اور تقویٰ و نیکی سے اصلاح نہیں کرتے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللهَ جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں۔

لَا طَاعَةَ لِمَنْ لَمْ يُطِعِ اللهَ جو اللہ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں۔

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں ہی فرما دیا تھا۔

اَطِيعُونِي مَا اَطَعْتُ اللهَ وَرَسُولَهٗ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول

فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَلَا طَاعَـةَ لِيْ عَلَيْكُمْ ـ

کنز العمال ص ۳۴۹/۵

کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم لوگوں پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

مَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ مِنْ طَاعَـةِ اللّٰهِ فَحَقٌّ عَلَيْكُمْ طَاعَتِيْ فِيْمَا اَحْبَبْتُمْ وَمَا كَرِهْتُمْ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلَا طَاعَـةَ لِاَحَـدٍ فِي الْمَعْصِيَةِ اَلطَّاعَـةُ فِي الْمَعْرُوْفِ، اَلطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ اَلطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ ـ

کنز العمال ص ۳۶۶/۵

جو حکم میں تم کو اللہ کی طاعت کے بارے میں دوں تو میرا وہ حکم ماننا تم پر لازم ہے خواہ تم اسے پسند کرو یا ناپسند کرو اور جو حکم میں تمہیں اللہ کی نافرمانی کے لیے دوں تو نافرمانی میں کسی کے لیے طاعت نہیں۔ طاعت صرف اچھے کام میں ہے طاعت صرف معروف میں ہے طاعت صرف معروف میں ہے۔ یعنی نیکی اور بھلائی کے کاموں میں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِيْ يَاْمُرُوْنَكُمْ بِمَا لَا تَعْرِفُوْنَ وَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا تُنْكِرُوْنَ فَلَيْسَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْكُمْ بِاَئِمَّةٍ

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امرا (مسلط) ہونگے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے کریں گے جن کو تم برا جانو گے۔ پس وہ تم پر امام نہیں یعنی ان کی اطاعت

السراج المنیر ص۳۱۳ — تم پر لازم نہیں۔

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

اَلَا یَاَیُّھَا النَّاسُ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ اِمَامٍ حَکَمَ بِغَیْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰہ

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جو حاکم اللہ کے نازل کئے ہوئے (قانون) کے خلاف حکم کرتا ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔"

المستدرک ص۸۹

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں :-

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی وُجُوْبِھَا فِیْ غَیْرِ مَعْصِیَۃٍ وَعَلٰی تَحْرِیْمِھَا فِی الْمَعْصِیَۃِ نَقَلَ الْاِجْمَاعَ عَلٰی ھٰذَ الْقَاضِیْ عِیَاضُ وَ اٰخَرُوْنَ ،

تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اور معصیت میں حرام ہے۔ اس پر امام قاضی عیاض اور دوسرے (علماء) نے اجماع نقل کیا ہے۔

نووی علی مسلم ص۱۲۴

یہی امام دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

قَالَ الْقَاضِیْ عِیَاضُ رَحِمَہُ اللّٰہُ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ الْاِمَامَۃَ لَا تَنْعَقِدُ لِکَافِرٍ وَعَلٰی اَنَّہٗ لَوْطَرءَ عَلَیْہِ الْکُفْرُ اِنْعَزَلَ قَالَ وَ کَذَا لَوْ تَرَکَ اِقَامَۃَ الصَّلٰوۃِ وَالدُّعَاءَ اِلَیْھَا قَالَ وَ کَذٰلِکَ عِنْدَ جُمْھُوْرِھِمُ الْبِدْعَۃُ۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی تو اگر امام پر کفر طاری ہو جائے تو معزول ہو جائے گا۔ فرمایا ایسے ہی اگر نماز قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے تو بھی معزول ہو گا۔ فرمایا اسی طرح جمہو

نووی شرح مسلم ص۱۲۵ ج۲

کے نزدیک بدعت کا طاری ہونا بھی ہے۔

یہی امام تیسری جگہ فرماتے ہیں :۔

قَالَ الْقَاضِیُ فَلَوْطَرَءَ عَلَیْہِ کُفْرٌ اَوْ تَغْیِیْرٌ لِلشَّرْعِ اَوْ بِدْعَۃٌ خَرَجَ عَنْ حُکْمِ الْوَلَایَۃِ وَبدعۃ سَقَطَتْ طَاعَتُہٗ وَوَجَبَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ الْقِیَامُ عَلَیْہِ وَخَلْعُہٗ وَنَصْبُ اِمَامٍ عَادِلٍ اِنْ اَمْکَنَھُمْ ذٰلِکَ فَاِنْ لَّمْ یَقَعْ ذٰلِکَ اِلَّا لِطَائِفَۃٍ وَجَبَ عَلَیْھِمُ الْقِیَامُ بِخَلْعِ الْکَافِرِ وَلَا یَجِبُ فِی الْمُبْتَدِعِ اِلَّا اِذَا ظَنُّوْا الْقُدْرَۃَ عَلَیْہِ فَاِنْ تَحَقَّقُوا الْعِجْزَ لَمْ یَجِبِ الْقِیَامُ وَالْیُھَاجِرِ الْمُسْلِمُ عَنْ اَرْضِہٖ اِلٰی غَیْرِھَا وَیَفِرُّ بِدِیْنِہٖ ۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اگر امام پر کفر یا شرع کو بدلنا یا بدعت طاری ہو جائے تو وہ امام (خود بخود) ولایت و امامت سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑا ہونا اور اسکو امامت سے ہٹانا اور اسکی جگہ امام عادل کا مقرر کرنا واجب ہو جائے گا۔ بشرطیکہ ان میں اسکی قدرت و طاقت ہو اور اگر ایسا نہ ہو (کہ سارے مسلمان اس کے خلاف کھڑے ہوں) بلکہ کوئی چھوٹی جماعت کھڑی ہو تو اس پر کافر کا ہٹانا تو واجب ہوگا اور مبتدع کا ہٹانا اس وقت واجب ہوگا جب کہ جماعت کو اپنی قدرت کا ظنّ غالب ہو پس اگر ان کو اپنا عجز و کمزوری متحقّق ہو تو (اس کے خلاف) کھڑا ہونا واجب نہیں اور مسلمان اس کے ملک سے کسی دوسری

زمین میں ہجرت کر جائے اور اپنے دین و ایمان کے ساتھ (وہاں سے) بھاگ جائے۔

نووی علی مسلم ص۱۲۵/۲

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

إِنَّ الْإِمَامَ يَنْعَزِلُ بِالْفِسْقِ وَالْجَوْرِ وَكَذَا كُلُّ قَاضٍ وَأَمِيرٍ وَأَصْلُ الْمَسْأَلَةِ أَنَّ الْفَاسِقَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ إِنَّهُ لَا يَنْظُرُ لِنَفْسِهِ فَكَيْفَ يَنْظُرُ لِغَيْرِهِ

شرح عقائد ص۱۱۰

بیشک امام ظلم و فسق کی وجہ سے خود بخود معزول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی ہر قاضی اور امیر بھی۔ اور اصل مسئلہ یہی ہے کہ فاسق ولایت و امامت کا اہل ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب وہ اپنی ہی ذات کا خیال نہیں کرتا تو کسی دوسرے کا خیال کیسے کرے گا۔"

اگرچہ فاسق و فاجر امام و امیر کا خود بخود معزول ہو جانا مختلف فیہ ہے لیکن اس کا مستحقِ عزل ہو جانا متفق علیہ ہے چنانچہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَذَا فِي انْعِزَالِهِ بِالْفِسْقِ وَالْأَكْثَرُوْنَ عَلَى أَنَّهُ لَا يَنْعَزِلُ وَهُوَ الْمُخْتَارُ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رضي الله عنهم رِوَايَتَانِ وَيَسْتَحِقُّ الْعَزْلَ بِالْاِتِّفَاقِ

شرح عقائد ص۲۸۳/۲

اور ایسے ہی فسق کی وجہ سے امام کا خود بخود معزول ہو جانا (مختلف فیہ) ہے اور اکثر اس پر کہ فسق سے خود بخود معزول نہیں ہوتا اور یہی مذہب مختار ہے۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا۔ اور امام محمد رضی اللہ عنہ سے اس امر میں دونوں روایتیں ہیں اور فاسق کا مستحق عزل ہو جانا تو متفق علیہ ہے یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، ائمہ عظام اور علماء کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ فاسق و فاجر، ظالم و مبتدع اور مغیّر الشرع یہ صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ وہ مسلمانوں کا امام و امیر ہو سکے۔ اسکی امامت باطل اور اسکی اتباع و اطاعت ناجائز ہے۔

علامہ امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

قَالَ الْاٰفانی فِی شَرحِ جَوْهَرَتِهٖ فِی شَرْطِ الاِمَامَةِ اِنَّهَا خَمسَةٌ اَلْاِسْلَامُ وَالْبُلُوْغُ وَالْعَقْلُ وَالْحُرِّيَةُ وَعَدَمُ الْفِسقِ بجارحة الاِعتقادِ لِاَنَّ الْفَاسِقَ لَا يَصْلُحُ لِاَمْرِ الدِّین وَلَا يُوْثَقُ بِاَوَامِرِهٖ وَنَوَاهِيْهِ وَالظَّالِمَ يَخْتَلُّ بِهٖ اَمْرُ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا فَكَيْفَ يَصْلُحُ لِلْوِلَايَةِ وَمِنَ الْوَالِی لِدَفْعِ شَرِّهٖ اَلَيْسَ يُعْجَبُ اسْتِرْعَاءُ الْغَنَمِ الذِّئبَ

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ

آفانی شرح جوہرہ میں فرماتے ہیں کہ امامت (کبریٰ) کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔ اسلام، بلوغ، عقل، آزاد ہونا، اعتقادی و عملی فسق کا نہ ہونا۔ اس لیے کہ فاسق امر دین کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور نہ اس کے اوامر و نواہی پر وثوق کیا جا سکتا ہے اور ظالم سے دین و دنیا کا امر مختل یعنی تباہ ہو کے رہ جائے گا تو کس طرح وہ ولایت و امارت کے لائق ہے اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے اور کون حاکم ہوگا۔ کیا بھیڑیئے سے بکریوں کی رکھوالی تعجب خیز نہیں؟

اور اگر کوئی ظالم و فاسق شخص کسی وجہ و طریقہ سے اس منصبِ امامت پر قائم ہو جائے یا قائم کر دیا جائے تو وہ امامِ برحق یا عادل نہیں قرار پائے گا بلکہ وہ ظالم و فاسق ہی رہے گا۔ ہاں اس پر خروج کرنے اور اس کے خلاف کھڑے ہونے کے سلسلہ میں ائمہ کرام نے کتاب و سُنّت کی روشنی میں چند اصول و قوانین مقرر فرمائے

ہیں اور وہ یہ ہیں کہ :۔

وہ ظالم و فاسق امام وامیر جس کا ظلم وفسق ذاتی و انفرادی ہو یعنی اسکی اپنی ذات تک محدود ہو اور اس کا اثر دوسرے حکام اور رعایا تک نہ پہنچتا ہو جیسا کہ بعض امراء ذاتی حد تک چھپ کر عیاشی اور بدکاری کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں مگر رعایا کے حقوق اور معاملاتِ حکومت میں عدل وانصاف بھی کرتے ہیں تو محض ان کے پوشیدہ ذاتی فسق وفجور کی بناپر ان پر خروج کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان کے عدل و انصاف کی وجہ سے بہر حال امارت کے مقصد کی تکمیل تو ہو ہی رہی ہے اگرچہ ذاتی فسق وفجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ سخت گنہ گار اور عنداللہ مستحقِ سزا ہیں۔

احادیث مبارکہ میں جو یہ آیا ہے کہ ظالم و فاسق امام وامیر سے جھگڑا نہ کرو بلکہ اسکی بات سنو اور مانو، اس سے مراد ایسا ہی امام وامیر ہے جس کا ظلم و فسق ذاتی و انفرادی اور پوشیدہ ہو۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبادہ!

اِسْمَعْ وَاَطِعْ فِیْ عُسْرِكَ وَیُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَاُثْرَةٍ عَلَیْكَ وَاِنْ اَكَلُوْا مَالَكَ وَضَرَبُوْا ظَهْرَكَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ مَعْصِیَةُ اللّٰهِ بَوَاحًا ۔ کنز العمال ص۴۶ ج۵	(حاکمِ وقت) کی سنو اور اطاعت کرو مشکل و آسانی اور خوشی و ناخوشی اور اسکو اپنے اوپر ترجیح دینے میں، اگرچہ وہ تمھارا مال کھائیں اور تمھاری پیٹھ پر ماریں مگر یہ کہ کھُلم کھلا اللہ کی نافرمانی ہو

اس ارشادِ گرامی سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ امام وامیر جب علانیہ طور پر فسق وفجور کا ارتکاب کرنے لگے تو پھر اس کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ امام وامیر جس کا ظلم وفسق اس کی ذات سے گزر کر حکام،

اکابرِ اُمّت اور عام لوگوں تک پہنچنے اور اثر انداز ہونے لگے تو اس صورت میں اگر وہ خود بخود معزول نہیں بھی ہوتا تو مستحقِ عزل تو بالاتّفاق ضرور ہو جاتا ہے۔

اگر مسلمان قدرت و طاقت رکھتے ہوں تو ان پر اس کا ہٹانا اور اس کی جگہ عادل امام مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اگر قدرت و طاقت نہ رکھتے ہوں تو پھر ان پر یہ ہے کہ وہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور فتنہ و فساد اور جانوں کے ضیاع کے خوف کی وجہ سے خروج نہ کریں کیونکہ اس صورت میں وہ معذور بھی ہیں اور بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ بھی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یزید فاسق و فاجر، ظالم و شرابی اور بدکار تھا یا نہیں؟ تو بلاشک و شبہ بالاتّفاق وہ فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا بلکہ اس نے ایسے ایسے اعمالِ قبیحہ اور افعالِ شنیعہ کئے کہ بعض اکابرِ امّت کے نزدیک وہ کافر ہو گیا تھا (جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا) تو امامِ عالی مقام کے نزدیک وہ ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت کا اہل ہی نہ تھا اور نہ ہی قواعد شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اسکی امامت قائم ہوئی تھی۔ نہ ہی آپ نے اسکو امام و امیر تسلیم کیا تھا۔ آپ کے نزدیک اسکی امامت باطل تھی اور اس کا ہٹانا واجب و ضروری تھا۔ لیکن آپ یہ سمجھتے تھے کہ پچھلے حالات و واقعات کے پیشِ نظر مسلمانوں میں آپس میں بہت زیادہ فسادات اور خونریزی ہوئی ہے، سب لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے لہٰذا صبر کیا جائے اور مدینہ منوّرہ سے ہجرت کر کے مکّہ مکرّمہ سکونت اختیار کی جائے کہ بمطابق فرمانِ خداوندی جائے امن ہے " وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا "، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا لیکن کوفیوں کے پے در پے خطوط اور وفود کے آنے اور پھر حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ جا کر بچشمِ خود حالات کا جائزہ لے کر اطلاع دینے سے کہ حالات تسلی بخش ہیں، امامِ عالی مقام کو یہ یقین ہو گیا کہ اب اتنے حامی مل گئے ہیں

جن کے ساتھ وہ اس ظالم حکومت کے خلاف کامیاب انقلاب برپا کرسکتے ہیں تو اس یقین کے بعد وہ مکّہ مکرّمہ سے نکل کھڑے ہوئے ۔

چنانچہ علاّمہ ابنِ خَلدون لکھتے ہیں :-

وَ اَمَّا الْحُسَيْنُ فَاِنَّهٗ لَمَّا ظَهَرَ فِسقُ يَزِيْدَ عِنْدَ الْكَافَّةِ مِنْ اَهْلِ عَصْرِهٖ بَعَثَتْ شِيْعَةُ اَهْلِ الْبَيْتِ بِالْكُوْفَةِ لِلْحُسَيْنِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ فَيَقُوْمُوْا بِاَمْرِهٖ فَرَاٰى الْحُسَيْنُ اَنَّ الْخُرُوْجَ عَلٰى يَزِيْدَ مُتَعَيِّنٌ مِنْ اَجْلِ فِسْقِهٖ لَا سِيَّمَا مَنْ لَّهُ الْقُدْرَةُ عَلٰى ذٰلِكَ وَ ظَنَّهَا مِنْ نَفْسِهٖ بِاَهْلِيَّةٍ وَشَوْكَةٍ فَاَمَّا الْاَهْلِيَّةُ فَكَانَتْ كَمَا ظَنَّ وَ زِيَادَةً وَ اَمَّا الشَّوْكَةُ فَغَلَطَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ

اور رہے امام حسین! تو جب یزید کا فسق و فجور اس کے زمانہ کے سب لوگوں کے نزدیک ظاہر ہوگیا تو کوفہ سے اہلِ بیت کے شیعوں نے امام حسین کے پاس پیغامات بھیجے کہ وہ ان کے پاس تشریف لے آئیں تو وہ سب ان کی اطاعت میں (یزید کے مقابلہ میں) کھڑے ہو جائیں گے۔ پس اس وقت امام حسین نے سمجھ لیا کہ اب طاقتِ مقابلہ حاصل ہوگئی ہے لہٰذا یزید کے خلاف اس کے فسق و فجور کی وجہ سے کھڑا ہوجانا متعیّن ہوگیا ہے خاص کر اس شخص کے لیے جسے اس پر قدرت حاصل ہو جائے اور حضرت امام حسین کو اپنی ذات میں اس قدرت و قوّت اور اہلیت و صلاحیّت کا ظنِّ غالب پیدا ہوگیا تھا (ابنِ خلدون لکھتے ہیں) جہاں تک اہلیت و صلاحیت کا تعلق ہے تو وہ بلاشک و

فِيهَا ۔

مقدمہ ابن خلدون ص۱۸۱

شبہ ان میں تھی جیسا کہ ان کا گمان تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی لیکن جہاں تک قوت و شوکت کا تعلق ہے (جس کا کوفیوں نے یقین دلایا تھا) تو اس کے سمجھنے میں غلطی کھائی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

یہی علامہ آگے لکھتے ہیں :۔

فَقَدْ تَبَيَّنَ لَكَ غَلَطُ الْحُسَيْنِ إِلَّا أَنَّهُ فِي أَمْرٍ دُنْيَوِيٍّ لَا يَضُرُّهُ الْغَلَطُ فِيهِ وَأَمَّا الْحُكْمُ الشَّرْعِيُّ فَلَمْ يَغْلَطْ فِيهِ لِأَنَّهُ مَنُوطٌ بِظَنِّهِ وَكَانَ ظَنُّهُ الْقُدْرَةَ عَلَى ذٰلِكَ

مقدمہ ابن خلدون ص۱۸۱

تم پر یہ واضح ہو گیا کہ امام حسین نے (یزید کے مقابلہ میں اپنی مادی قوت و شوکت کے سمجھنے میں کوفیوں کے تعاون کے یقین کی وجہ سے غلطی کی) مگر یہ غلطی ایک دنیوی امر (جنگی تدبیر و قوت) میں تھی اور اس غلطی میں ان کا کچھ بھی نقصان نہ تھا۔ رہا حکم شرعی تو اس میں انھوں نے کوئی غلطی نہیں کی کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ (انھیں یزید کے مقابلہ کی) قدرت حاصل ہے۔

اور رہا بعض صحابہ کرام کا امام عالی مقام کو یزید کے خلاف خروج سے روکنا تو وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ ان کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفۂ برحق کے ساتھ بغاوت پر مبنی تھا بلکہ وہ اہلِ کوفہ کی بیوفائی کے پیشِ نظر تھا۔ کیونکہ وہ اہلِ کوفہ کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے وعدوں پر

قائم نہیں رہیں گے گویا ان کے نزدیک اسبابِ خروج مہیّا نہ تھے اس لیے انھوں نے امامِ پاک کو روکنے کی بہت کوشش کی اور امامِ پاک نے اہلِ کوفہ کے پیہم اصرار اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ان کی بیعت اور پھر مسلم بن عقیل کی تسلی بخش اطلاع کے آنے پر یہ سمجھ لیا کہ اسبابِ خروج مہیّا ہو گئے ہیں۔ لہذا نکل کھڑے ہوئے۔ حاصل کلام یہ کہ امامِ پاک اور صحابہ کرام کے درمیان اختلاف صرف اسباب کے مہیّا ہونے یا نہ ہونے پر تھا۔

چنانچہ افسوس صد افسوس کہ محبتِ اہلِ بیت کے دعوے دار کوفیوں نے صحابہ کرام کے خیال کے مطابق بے وفائی کی اور امامِ عالیمقام یزیدی حکومت کے خلاف انقلاب برپا نہ کر سکے اور ان کو اپنے اہل وعیال کے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور بہترین ساتھیوں کے ساتھ انتہائی مظلومیت کے عالم میں جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ اس ناچیز کے نزدیک امامِ پاک نے وہ عظیم انقلاب برپا کیا کہ اس کے اثرات فوری نہ سہی دیرپا ضرور تھے چنانچہ آج بھی ان کی قربانی مشعلِ راہ ہے۔

ثابت ہوا کہ امامِ عالی مقام کا خروج ہرگز بلا وجہ، بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف نہ تھا بلکہ ظالم حکومت کے تسلّط کو دفع کرنے اور مسلمانوں کو یزید کے ظلم وستم سے بچانے کے لیے تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

خروج امام حسین علیہ السلام بنابر دعوائے خلافت راشدۂ پیغامبر کہ بمرور سی سال منقضی گشت نبود بلکہ بنابر تخلیص رعایا از دست ظالم بود و اعانۃ المظلوم علی الظالم من الواجبات۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا خروج (یزید کے خلاف) دعوائے خلافت راشدہ کی بنا پر نہ تھا کیونکہ وہ تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے نجات دلانے کی بنا پر تھا۔ اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی

(فتاوی عزیزی ص۱۲)

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

آنچہ در مشکوٰۃ شریف ثابت
است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از بغی و
خروج بر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد
منع فرمودہ اند پس در آں وقت کہ
آں بادشاہ ظالم بلا منازع و مزاحم تسلط
تام پیدا کردہ باشد وہنوز اہلِ مکہ و اہلِ
کوفہ بہ تسلط یزید پلید راضی نہ شدہ بودند
و مثل حضرت امام حسین و عبد اللہ
بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن
زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نہ کردہ بالجملہ
خروج امام حسین رضی اللہ عنہ برائے
دفع تسلط او بود نہ برائے رفع تسلط و
آنچہ در حدیث ممنوع است کہ برائے
رفع تسلط سلطان جائز باشد
وَالْفَرْقُ بَيْنَ الدَّفْعِ وَالرَّفْعِ
ظَاهِرٌ مَشْهُوْرٌ فِى الْمَسَائِلِ
الفِقهِيَةِ،

(فتاوی عزیزی ص۱۲)

مدد کرنا واجباتِ دین میں سے ہے۔

اور یہ جو مشکوٰۃ شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہِ وقت
کی بغاوت اور اس کے خلاف کھڑے
ہونے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ ظالم ہی
کیوں نہ ہو یہ اس وقت کے لیے ہے کہ وہ ظالم
بادشاہ بلا کسی جھگڑے اور مزاحمت کے پورا
پورا تسلط حاصل کرلے اور یہاں ابھی تک
اہلِ مدینہ و اہلِ مکہ و اہلِ کوفہ یزید پلید کے تسلط سے
راضی ہی نہ تھے اور حضرت امام حسین و عبد اللہ
بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر رضی
اللہ عنہم جیسے حضرات نے اسکی بیعت ہی نہیں
کی تھی الحاصل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
کا خروج یزید کے (ظالمانہ) تسلط کے دفع کرنے
کے لیے تھا نہ کہ رفع کیلئے (کیونکہ تسلط مان کر خروج
ہوتا تو رفع ہوتا ماننے سے پہلے تو دفع کی صورت
ہوئی جو ممنوع نہیں) اور وہ خروج جو حدیث میں
ممنوع ہے وہ وہی ہے جو ظالم بادشاہ کا تسلط
رفع کرنے کیلئے ہو اور دفع اور رفع میں جو
فرق ہے وہ مسائلِ فقہیہ میں ظاہر و مشہور ہے۔

علامہ امام ملّا علی قاری علیہ رحمۃُ الباری فرماتے ہیں :-

وَ مَا تَقَوَّہَ بعض الجھلۃِ مِنْ اَنَّ الْحُسَیْنَ کَانَ بَاغیا فَباطلٌ عِندَ اَھل السّنۃِ وَ الْجَمَاعَۃ وَ لَعلَّ ھٰذَا مِن ھَذْیَانَاتِ الخَوارِجِ الخَوارِجِ عَنِ الْجادَّۃ شرح فقہ اکبر ص۸۷	اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اُڑا رکھی ہے کہ حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) باغی تھے تو یہ اہلِ سُنّت وجماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کے ہذیانات (بکواس) ہیں جو راہِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں ۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ باغی وغیرہ کہتے ہیں اور یزید پلید کو امامِ عادل اور برحق سمجھتے ہیں وہ ہرگز ہرگز اہلِ سنّت و جماعت میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ خارجی و یزیدی ہیں اور حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کو باغی وغیرہ کہنا یہ ان کی بکواس ہے ۔

الحمد للہ دلائلِ حقّہ شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید بوجہ فاسق و فاجر ہونے کے ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت کے لائق نہ تھا اور نہ اسکی امامت قواعدِ شرعیہ کے مطابق ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی اور نہ آپ پر اس کی اطاعت واجب تھی ۔ اس لیے آپ نے اس کے خلاف جو کچھ کیا وہ کتاب و سُنّت کے احکام کے مطابق کیا ۔ لہٰذا آپکو باغی ، فسادی کہنا بالکل غلط اور پرلے درجے کی جہالت اور آپ کی سخت اہانت اور اہلِ بیتِ نبوّت کے ساتھ بغض و عداوت کی کھلی دلیل ہے ۔

ناپاک اور نجس تھی طبیعت یزید کی گستاخ و بے ادب تھی جبلّت یزید کی
حد سے گزر چکی تھی شرارت یزید کی مشہور ہو چکی تھی خباثت یزید کی

بدکار اور فاسق و آثم یزید تھا
بدخلق اور جابر و ظالم یزید تھا

موجود ہے حدیث میں فرمانِ مصطفےٰ بدلے گا ایک شخص میری سنّتِ ہدیٰ
فتنوں کا کھول دے گا وہ دروازہ برملا امّت میں ہے فساد کی وہ ذات ابتدا

ہوگا بنی اُمیّہ میں وہ ننگِ خانداں
اس کا یزید نام ہے بے شبہ و بے گماں

سوال نمبر ۳

کیا یزید عالمِ و فاضل، متّقی و پرہیزگار، پابندِ صوم وصلوٰۃ، نہایت صلح اور حد درجہ کریم النّفس اور حلیم الطّبع وغیرہ تھا جیسا کہ "خلافتِ معاویہ و یزید" کے مصنّف عبّاسی نے لکھا ہے کہ :۔

"علم و تقویٰ و پرہیزگاری، پابندیٔ صوم وصلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطّبع، سنجیدہ اور متین تھے۔" (خلافتِ معاویہ و یزید ص۴۹)

یا کہ یزید فاسق و فاجر، ظالم و شرابی تھا۔ اور کیا اس پر لعنت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب یزید پلید ہرگز متّقی پرہیزگار، پابندِ صوم وصلوٰۃ اور صالح نہیں تھا بلکہ فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا۔ اس کے فاسق و فاجر اور شرابی وغیرہ ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ ہاں اس کے کافر ہونے اور اس پر لعنت وغیرہ کرنے میں اختلاف ہے۔ قدرِ تفصیل ملاحظہ ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن کا علم عطا فرمایا تھا۔ آپ نے مخلوقات کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنّت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے سب حالات اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرما دیئے تھے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَ اَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَ نَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ

بخاری شریف

کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ابتدار خلق سے لیکر جنّتیوں کے جنّت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک ہمیں سب کچھ بتا دیا۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اسکو جس نے بھلا دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ (مسلم شریف صنہ ۳۹)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہم میں قیام فرماکر کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا۔

انہی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:۔

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ

مشکوٰۃ صـ ۴۶۳

کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اختتامِ دنیا تک کسی فتنہ کے بانی کو نہ چھوڑا اگر ہمیں اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام تک بھی بتا دیا تھا کہ وہ تین سو سے زیادہ ہوں گے۔

اِن احادیث سے ثابت ہوا کہ ابتدارِ خلق سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اور جتنے بانیانِ فتنہ و فساد ہونے والے تھے ان کے متعلق بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سب کچھ بیان فرما دیا تھا۔ چنانچہ یزیدی فتنہ کی خبر بھی آپ نے دی ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

لَا یَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِی قَائِماً بِالْقِسْطِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَوَّلُ مَنْ یَثْلِمُہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِی اُمَیَّۃَ یُقَالُ لَہٗ یَزِیْدُ	میری امّت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی اُمیّہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائیگا۔
البدایہ والنہایہ ص۲۳۱ ج۸ الصواعق المحرقہ ص۲۱۹	

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا۔

یَقُوْلُ مَنْ یُبَدِّلُ سُنَّتِی رَجُلٌ مِنْ بَنِی اُمَیَّۃَ یُقَالُ لَہٗ یَزِیْدُ	فرماتے تھے پہلا وہ شخص جو میرے طریقہ کو بدلے گا وہ بنی اُمیّہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔
الصواعق المحرقہ ص۲۱۹	

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا۔ فرمایا:۔

اَوَّلُ مَنْ یُغَیِّرُ سُنَّتِی رَجُلٌ مِنْ بَنِی اُمَیَّۃَ (البدایہ والنہایہ ص۲۳۱ ج۸)	پہلا وہ شخص جو میری سُنّت کو بدلے گا بنی اُمیّہ میں سے ہوگا۔

حدیث کی شہرہ آفاق کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا گیا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھلاکُ اُمَّتِی عَلٰی یَدِی اُغَیْلِمَۃٍ سُفَھَاءَ	نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد کہ میری اُمّت کی ہلاکت چند بیوقوف لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی

اور اس باب کے تحت حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے الصّادق المصدوق نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا۔ فرماتے تھے :۔

ھَلَکَۃُ اُمَّتِی عَلٰی اَیْدِی غِلْمَۃٍ مِنْ قُرَیْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَۃُ	کہ میری امّت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو (یہ سُن کر)

اللہِ عَلَیْھِمْ غِلمَۃٌ فَقَالَ اَبُوھُرَیْرَۃَ لَوْشِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنِیْ فُلَانٍ وَّ بَنِیْ فُلَانٍ لَفَعَلْتُ

بخاری شریف ص ۱۰۴۶/۲

مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ تو ابوہریرہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتادوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور فلاں بن فلاں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے ثابت ہوا کہ اُمّت کی ہلاکت و تباہی کا سبب چند قریشی لڑکے بنیں گے۔ اس حدیث سے مُراد نابالغ لڑکے نہیں بلکہ وہ بالغ مراد ہیں جو عمر کے لحاظ سے تو بالغ ہیں مگر عقل و فہم اور تدبیر کے لحاظ سے نابالغ ہیں چنانچہ علامہ حافظ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اِس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

قُلْتُ وَقَدْ یُطْلَقُ الصَّبِیُّ وَالْغُلَیْمُ بِالتَّصْغِیْرِ عَلَی الضَّعِیْفِ الْعَقْلِ وَالتَّدْبِیْرِ وَالدِّیْنِ وَلَوْکَانَ مُحْتَلِمًا وَّھُوَالْمُرَادُ ھُنَا فَاِنَّ الْخُلَفَآئَ بَنِیْ اُمَیَّۃَ لَمْ یَکُنْ فِیْھِمْ مَنِ اسْتُخْلِفَ وَھُوَ دُوْنَ الْبُلُوْغِ

فتح الباری ص ۱۳/۷

مَیں کہتا ہوں کہ صبی اور غُلَیم (لڑکا) کا لفظ تصغیر کے ساتھ اس پر بھی بولا جاتا ہے جو عقل و تدبیر اور دین میں کمزور اور ضعیف ہو۔ اگرچہ وہ جوان ہو اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ خلفاء بنو اُمیّہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو عمر کے لحاظ سے نابالغ ہوتا۔

اس حدیث میں یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ فرمایا ان بدعقل لڑکوں کے ہاتھوں میری اُمّت کی تباہی ہوگی یعنی ان کی بدعقلی و بدفہمی کی وجہ سے جو کچھ ہوگا اس سے چند افراد ہی ہلاک نہ ہوں گے بلکہ پوری اُمّت اس طرح ہلاکت کا شکار ہوگی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اتّحاد و اتّفاق کا شیرازہ بکھر جائے گا اور آپس میں اس قسم کے اختلافات پیدا ہوں گے جو ہمیشہ امّت کی تباہی و بربادی کا سبب بنتے رہیں گے۔ یزید کے حامیوں سے یہ سوال ہے کہ قریش کے وہ چند لڑکے جو امّت کی

ہلاکت و تباہی کا سبب بنے وہ کون تھے؛ اگر ان کو معلوم نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اور اکابر ائمۂ امت کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں
فرماتے ہیں:-

در مجمع البحار آوردہ کہ ابو ہریرہ
می شناخت ایشاں را باسمار اشخاص
ایشاں و سکوت می کرد از تعین و نام
بردن ایشاں از جہت ترس و مفسدہ
و مراد یزید بن معاویہ و عبیداللہ بن زیاد
و مانند ایشاں انداز احداث و نوسالان
بنی اُمیّہ خذلہم اللہ و بتحقیق صادر شد از
ایشاں از قتل اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم و بند کردن ایشاں و کشتن خیار
مہاجرین و انصار آنچہ شد و صادر شد
از حجاج کہ امیر الامراء عبدالملک بن
مروان بود و از سلیمان بن عبدالملک و
اولاد او از ریختن خونہا و تلف کردن
مالہا آنچہ پوشیدہ نیست بر ہیچکس۔
(اشعۃ اللمعات صـ ۲۸٦/۴)

کہ مجمع البحار میں لائے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ
ان لڑکوں کو ان کے ناموں اور صورتوں سے
پہچانتے تھے مگر ڈر اور فساد کی وجہ سے اُن
کا نام ظاہر نہیں فرماتے تھے اور مراد یزید
بن معاویہ اور ابن زیاد اور انکی مثل بنی اُمیّہ
کے دوسرے نوجوان ہیں۔ اللہ انکو ذلیل کرے
بلاشبہ ان ہی سے اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا قتل اور انکا قید کرنا اور خیار مہاجرین
وانصار کا قتل کرنا ظہور میں آیا ہے اور حجاج
جو عبدالملک بن مروان کا امیر الامراء
تھا اور سلیمان بن عبدالملک
اور اس کی اولاد سے جو لوگوں
کی جان و مال کی تباہی و بربادی
ہوئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ
نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اِمَارَۃِ الصِّبْیَانِ، قَالُوْا وَمَا اِمَارَۃُ الصِّبْیَانُ؟ قَالَ اِنْ اَطَعْتُمُوْھُمْ ھَلَکْتُمْ (اَیْ فِیْ دِیْنِکُمْ) وَاِنْ عَصَیْتُمُوْھُمْ اَھْلَکُوْکُمْ (اَیْ فِیْ دُنْیَاکُمْ) بِاِزْھَاقِ النَّفْسِ اَوْ بِاِذْھَابِ الْمَالِ اَوْ بِھِمَا۔

فتح الباری ۱۳/۸

مَیں لڑکوں کی امارت (حکومت) سے پناہ مانگتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا لڑکوں کی امارت کیسی ہوگی؟ فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو (دین کے معاملے میں) ہلاک ہوجاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمھیں (تمھاری دُنیا کے بارے میں) جان لے کر یا مال لے کر یا دونوں لے کر ہلاک کردیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرمایا:۔

یَکُوْنُ خَلَفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّیْنَ سَنَۃً اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔

البدایہ والنہایہ ۲۳۰/۸

وہ ناخلف ساٹھ ۶۰ ہجری کے بعد ہوں گے جو نمازیں ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب غیّ (جہنم کی ایک سخت وادی) میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ سَنَۃِ سِتِّیْنَ وَمِنْ اِمَارَۃِ الصِّبْیَانِ البدایہ والنہایہ ۲۳۱/۸

ساٹھ ۶۰ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت وحکومت سے اللہ کی پناہ مانگو۔

انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

وَیْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ

اور اہلِ عرب کے لیے ہلاکت ہے

قَدِ اقْتَرَبَ عَلٰی رَأسِ سِتِّيْنَ تَصِيْراً لامانَتَہُ غَنِيمَۃً وَالصَّدَقَۃَ غَرامَۃً وَالشَّھادَۃُ بِالمَعْرِفَۃِ وَالحكمِ بِالھَوىٰ۔

کنز العمال ص ۲۵

بسبب اس شر کے جو ٦٠ھ سے شروع ہوگا۔ اس وقت امانت کو مالِ غنیمت اور صدقہ و زکوٰۃ کو تاوان سمجھیں گے اور گواہی دینا اس کے لیے ہوگا جس کے ساتھ جان پہچان ہوگی اور حکم ہوگا ساتھ خواہشاتِ نفسانی کے۔

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ ان بدعقل لڑکوں کی حکومت و امارت ٦٠ھ سے شروع ہوگی (اور یزید پلید ٦٠ھ ہی میں تخت نشین ہوا) اور ان لونڈوں کی حکومت و امارت کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی اطاعت سے دین کی تباہی اور ان کی نافرمانی سے جان و مال کی تباہی ہوگی۔ چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا۔

يَا كعبَ بْنَ عُجْرَةِ اُعِيذُكَ بِاللهِ مِنْ اِمَارَةِ السُّفَهاءِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا اِمَارَةُ السُّفَهاءِ قَالَ يُوشَكُ اَنْ تَكُونَ اَمَراءُ اِنْ حَدَّثُوا كَذَبُوا وَ اِنْ عَمِلُوا ظَلَمُوا فَمَنْ جَاءَهُمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَ اَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّي

اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بیوقوفوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بیوقوفوں کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کریں گے تو ظلم کریں گے۔ پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کریگا اور ان کے ظلم پر انکی مدد کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں اور نہ وہ کل (قیامت

وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَا يَرِدُ عَلٰی حَوْضِی غَدًا وَمَنْ لَّمْ یَأْتِهِمْ وَلَمْ یُصَدِّقْهُمْ وَلَمْ یُعِنْهُمْ عَلٰی ظُلْمِهِمْ فَهُوَ مِنِّی وَ اَنَا مِنْهُ وَهُوَ یَرِدُ عَلٰی حَوْضِی غَدًا۔

کنز العمال ص۲۷۷/۵

کے دن) میرے حوض کوثر پر آئے گا اور جو اُن کے پاس نہیں آئے گا اور نہ انکی تصدیق کرے گا اور نہ اُن کے ظلم پر انکی اعانت کریگا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوضِ کوثر پر آئے گا۔

اس حدیث میں ان بدعقل امراء کی نشانیاں بیان ہوئی ہیں کہ وہ جھوٹ بولیں گے اور ظلم کریں گے اور جو ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں گے اور ان کے ظلم میں انکی مدد کریں گے وہ مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں اور نہ ان کو میرے حوضِ کوثر پر آنا نصیب ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ بیوقوف، جھوٹے اور ظالم صبیان امراء کون ہیں جن کے ہاتھوں امت کی اور دین و دنیا کی تباہی و بربادی کی خبریں دی گئی ہیں تو حافظ ابنِ حجر عسقلانی ابن ابی شیبہ کی روایت بیان فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ کَانَ یَمْشِی فِی السُّوْقِ وَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِکْنِی سَنَةُ سِتِّیْنَ وَلَا اِمَارَةُ الصِّبْیَانِ

فتح الباری ص۸/۱۳

کہ حضرت ابوہریرہ بازار میں چلتے ہوئے بھی (اللہ کی بارگاہ میں یہ) عرض کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ساٹھ (ہجری) کا سال اور صبیان کی امارت و حکومت نہ پائے یعنی اس سے پہلے مجھے وفات دے دے۔

علامہ امام ابنِ حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَکَانَ مَعَ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عِلْم مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

یزید کے بارے میں مذکورہ بالا باتیں جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّم بِمَا مَرَّ عَنْهُ صَلَّى اللّٰہ عَلَيْهِ وَسَلَّم فِي يَزِيدَ فَإِنَّهُ كَانَ يَدْعُوا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِن رَأْسِ السِّتِّينَ وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ فَتَوَفَّاهُ لَهُ سَنَةَ تِسْعٍ وَخَمْسِينَ وَ كَانَتْ وَفَاةُ مُعَاوِيَةَ وَوِلَايَةُ ابْنِهِ سَنَةَ سِتِّينَ فَعَلِمَ أَبُو هُرَيْرَةَ بِوِلَايَةِ يَزِيدَ فِي هٰذِهِ السَّنَةِ فَاسْتَعَاذَ مِنْهَا لِمَا عَلِمَهُ مِنْ قَبِيحِ أَحْوَالِهِ بِوَاسِطَةِ إِعْلَامِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِذَالِكَ۔

(صواعق محرقہ ص ۲۱۹)

ہوئی ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کا علم تھا۔ اسی لیے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو ۵۹ھ میں وفات دے دی اور ۶۰ھ میں امیر معاویہ کی وفات ہوئی۔ اور یزید کی حکومت ہوئی اور ابوہریرہ جانتے تھے کہ ۶۰ھ میں یزید کی حکومت ہو گی اور یزید کے قبیح حالات کو وہ صادق مصدوق صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بتانے سے جانتے تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے اس سال سے اللہ کی پناہ طلب کی۔

امام مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ" کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

أَيْ مِنْ حُكُومَةِ الصِّغَارِ الْجُهَّالِ كَيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَأَوْلَادِ حَكَمِ بْنِ مَرْوَانَ وَأَمْثَالِهِمْ وَقِيلَ رَأَهُم النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ فِي مَنَامِهِ يَلْعَبُونَ عَلَىٰ مِنْبَرِهِ۔

اس سے مراد جاہل چھوکروں کی حکومت ہے جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور دیگر ان جیسے۔ اور کہا گیا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خواب میں ان کو اپنے منبر پر کھیل کودتے دیکھا۔

اس حدیث کو لکھ کر امام حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں :۔

وَفِی ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اَوَّلَ الْاُغَیْلِمَۃِ کَانَ فِی سَنَۃِ سِتِّیْنَ وَھُوَ کَذٰلِکَ فَاِنَّ یَزِیْدَ بْنَ مُعَاوِیَۃَ اُسْتُخْلِفَ فِیْھَا وَبَقِی اِلٰی سَنَۃِ اربع وَسِتِّیْنَ فَمَاتَ	اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ان لڑکوں میں سے پہلا لڑکا ساٹھ ہجری میں ہوگا۔ چنانچہ وہی ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ ساٹھ ہی میں خلیفہ بنا اور چونسٹھ ۶۴ ہجری تک باقی رہا پھر مرگیا۔
فتح الباری ص ۹ ج ۱۳	

اور یہی امام حافظ ابنِ حجر عسقلانی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :۔

وَاَنَّ اَوَّلَھُمْ یَزِیْدُ کَمَا دَلَّ عَلَیْہِ قَوْلُ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَأْسُ سِتِّیْنَ وَ اِمَارَۃُ الصِّبْیَانِ فَاِنَّ یَزِیْدَ کَانَ غَالِبًا یَنْتَزِعُ الشُّیُوْخَ مِنْ اِمَارَۃِ الْبُلْدَانِ الْکِبَارِ وَ یُوَلِّیْھَا الْاَصَاغِرَ مِنْ اَقَارِبِہٖ	اور ان لڑکوں میں پہلا یزید ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کا قول راس ستین اور امارۃ الصبیان اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یزید اکثر حالات میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت سے الگ کرکے انکی جگہ اپنے اقارب میں سے نوعمر لڑکوں کو (عہدوں پر) مقرر کرتا تھا۔
فتح الباری ص ۹ ج ۱۳	

علامہ بدر الدین عینی اور علامہ کرمانی حدیث ھِلَاکُ اُمَّتِی عَلٰی یَدِیْ اُغَیْلِمَۃِ سُفَھَاءَ کی شرح میں فرماتے ہیں :۔

وَاَوَّلُھُمْ یَزِیْدُ عَلَیْہِ مَا یَسْتَحِقُّ وَکَانَ غَالِبًا یَنْزِعُ الشُّیُوْخَ مِنْ اِمَارَۃِ الْبُلْدَانِ الْکِبَارِ وَ یُوَلِّیْھَا الْاَصَاغِرَ مِنْ اَقَارِبِہٖ	اور ان لڑکوں میں سے پہلا یزید ہے اس پر وہی پڑے جس کا وہ مستحق ہے وہ اکثر احوال میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت و امارت سے ہٹا کر انکی جگہ اپنے عزیز و اقارب میں سے نوعمر

(عمدۃ القاری شرح بخاری صنہ ۱۸ دحاشیہ بخاری) لڑکوں کو مقرر کرتا تھا۔

اِسی حدیث کی شرح میں امام ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ :۔

قَوْلُہٗ عَلٰی یَدَیْ اُغَیْلِمَۃٍ اَیْ عَلٰی اَیْدِیْ شُبَّانِ الَّذِیْنَ مَا وَصَلُوْا اِلٰی مَرْتَبَۃِ کَمَالِ الْعَقْلِ وَاَحْدَاثِ السِّنِّ الَّذِیْنَ لَا مُبَالَاۃَ لَھُمْ بِاَصْحَابِ الْوَقَارِ وَالظَّاھِرُ اَنَّ الْمُرَادَ مَا وَقَعَ بَیْنَ عُثْمَانَ وَقَتَلَتِہٖ وَبَیْنَ عَلِیٍّ وَالْحُسَیْنِ وَ مَنْ قَاتَلَھُمْ قَالَ الْمُظْھِرُ لَعَلَّہٗ اُرِیْدَ بِھِمُ الَّذِیْنَ کَانُوْا بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِثْلَ یَزِیْدَ وَعَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ مَرْوَانَ وَغَیْرِھِمَا

(مرقاۃ)

(حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے) قول اغیلمہ سے مراد وہ نوجوان ہیں جو کمالِ عقل کے مرتبہ تک نہیں پہنچے اور وہ نوعمر ہیں جو با وقار اصحاب کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ وہی ہیں جنھوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور حضرت علی اور حضرت حسین سے قتال کیا۔ المظہر نے فرمایا ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین کے بعد ہوئے جیسے یزید اور عبدالملک بن مروان وغیرہما۔

اسی حدیث کی شرح میں یہی امام ملّا علی قاری اپنی دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں :۔

وَالْمُرَادُ یَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّہٗ بَعَثَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ السَّکِیْنَۃِ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَۃَ فَاَبَاحَھَا ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَقَتَلَ مِنْ خِیَارِ اَھْلِھَا کَثِیْرًا

شرح شفا ص ۱/۱۹۴

اور (اس حدیث سے) مراد یزید بن معاویہ ہے کیونکہ اسی نے مسلم بن عقبہ کو (لشکر دے کر) مدینہ سکینہ کی طرف بھیجا اور اس مدینہ کو (لشکر) کے واسطے تین روز کے لیے مباح کر دیا۔ اور خیارِ اہلِ مدینہ کو کثیر تعداد میں قتل کیا۔

اسی حدیث کی شرح میں علامہ علی بن احمد فرماتے ہیں :۔

مِنْهُمْ یَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ وَاضْرَابُہٗ مِنْ اَحْدَاثِ مُلُوْکِ بَنِیْ اُمَیَّۃَ فَقَدْ کَانَ مِنْھُمْ مَا کَانَ مِنْ قَتْلِ اَھْلِ الْبَیْتِ وَاَکَابِرِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْمُرَادُ اَنَّھُمْ یُھْلِکُوْنَ النَّاسَ بِسَبَبِ طَلَبِھِمُ الْمُلْکَ وَالْقِتَالَ۔

سراج منیر شرح جامع صغیر ص۲۹۶

ان میں یزید بن معاویہ اور اس کی مثل دوسرے نوجوان ملوکِ بنی امیّہ ہیں اور بیشک انھوں نے ہی اہلِ بیت نبوت اور اکابر مہاجرین کو قتل کیا۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہلاک کریں گے بسبب ملک وحکومت کی طلب اور حرص کے،

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَکْرَہُ ثَلٰثَۃَ اَحْیَاءٍ ثَقِیْفٍ وَبَنِیْ حَنِیْفَۃَ وَبَنِیْ اُمَیَّۃَ

ترمذی و مشکوٰۃ ص۵۵۱

کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے ایک قبیلہ ثقیف دوسرا بنی حنیفہ اور تیسرا بنی اُمیّہ۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف میں ظالم حجّاج بن یوسف ہوا جس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو قید کر کے قتل کیا۔ اور بنی حنیفہ میں مسیلمۂ کذّاب ہوا جس نے نبوّت کا دعوٰی کیا اور بنی اُمیّہ میں یزید اور ابنِ زیاد جیسے ظالم ہوئے جنھوں نے حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ابنِ زیاد نے جو کچھ بھی کیا یزید کے حکم اور اس کی رضا سے کیا اور ایک یزید اور ابنِ زیاد ہی پر کیا بس ہے باقی بنی امیہ نے بھی اپنی اپنی سیاہ کاریوں میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔

و در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت در خواب دید کہ بوزنہ ہا بر منبر شریف وے

اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خواب میں دیکھا کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم بازی میکند وتعبیر آں بہ بنی اُمیّہ کرد و دیگر چیزہا بسیار است چہ گوید۔
(اشعۃ اللمعات صـ۶۲۳/۴)

کے منبر شریف پر بندر کھیل کود رہے ہیں آپ نے اس خواب کی تعبیر بنی اُمیّہ ہی کو قرار دیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں۔ کیا کہا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللهِ اَيَكُونُ بعد هٰذَا الْخَيرِ شَرٌّ قَال نَعَم قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ قَال السَّيفِ قُلتُ وَ هَل بعد السَّيفِ بَقِيَّةٌ قَال نَعَم تَكُونُ اِمَارَةٌ عَلٰى اقْذاءٍ وَهُدْنَةٍ عَلٰى دُخْنٍ قلتُ ثُمَّ مَا ذَا قَال ثُمَّ يَنْشَاء دعَاةُ الضَّلَال فَانْ كَانَ لِله فِي الارض خَلِيفَة جَلَد ظَهرَكَ وَ اَخَذَ مَالَكَ فَاطِعه وَ اِلَّا فَمُتْ وَ اَنْتَ عَاضٌ عَلٰى جَذلِ شَجَرَةٍ
مشکوۃ صـ۴۶۳

یا رسول اللہ! کیا اسلام کی خوبی وبہتری کے بعد پھر برائی وبدی ہوگی جیسا کہ اسلام سے پہلے تھی؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ فرمایا تلوار یعنی بذریعہ جنگ۔ میں نے عرض کیا تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی رہے گی؟ فرمایا ہاں! اس طرح کہ حکومت، غلط طریقے سے قائم ہوگی لوگ اس کو خوشدلی سے تسلیم نہیں کریں گے بلکہ بہ جبر و اکراہ اور مکر و فساد سے صلح ہوگی میں نے عرض کی پھر کیا ہوگا؟ فرمایا کچھ لوگ پھر گمراہی کی طرف بلائیں گے۔ پس اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر دُرّے مارے اور تمہارا مال ضبط کرلے تو بھی تم اسکی اطاعت کرو دگرنہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے گوشہ

گیری کی حالت میں مرجاؤ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں،۔

وَدُعَاۃُ الضَّلَالِ یَزِیدُ بِالشَّامِ وَالْمُخْتَارُ بِالْعِرَاقِ وَنَحْوُ ذٰلِکَ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲/۵

وہ گمراہی کی طرف بلانے والا شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار تھا اور ایسے ہی انکی مثل دوسرے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول (جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہے) اور شارحین کے اقوال سے ثابت ہو گیاکہ وہ مغیر السُّنۃ، بیوقوف، ناتجربہ کار، جھوٹے، ظالم، داعیٔ ضلالت اور نوعمر لڑکے جن کی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خبریں دی ہیں ان میں پہلا یزید ہے جس سے امت کی تباہی کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ اس کے چار سالہ دَورِ حکومت کی سیاہ کاریوں کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ سنہ ۶۱ھ میں کربلا کا واقعہ ہوا جس میں اہلِ بیتِ نبوّت، جگر گوشۂ خاتم رسالت نورِ دیدۂ خاتونِ جنّت۔ راحتِ جانِ شہنشاہِ ولایت، سردارِ نوجوانانِ اہلِ جنّت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں، بھتیجوں، بھائیوں اور دوستوں کو دن دہاڑے بھوکے پیاسے عالمِ غربت و بے کسی میں عورتوں اور بچوں کے سامنے انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا اور اُن کی مقدّس لاشوں پر گھوڑے دَوڑائے گئے۔ خیموں کو لوٹا اور جلایا گیا۔ عورتوں کی چادریں تک اتار لی گئیں۔ بعد ازیں ان رسُول زادیوں کو اونٹوں پر بٹھا کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا اور ابن زیاد اور یزید کے دربار میں غیروں کی موجودگی میں پیش کیا گیا اور اس طرح خاندانِ نبوّت کی انتہائی توہین کی گئی۔

سنہ ۶۳ھ میں واقعۂ حرّہ ہوا جس میں سات سو صحابہ کرام اور انکی اولاد اور اہلِ مدینہ چھوٹے بڑے دس ہزار کی تعداد میں ظلم و تشدّد کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ تین دن کے لیے مدینہ منوّرہ کو مباح قرار دے کر یزیدی فوج نے

گھروں میں گھس گھس کر جوارِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں رہنے والی پاک دامن عورتوں کی عزّت و آبرو کو لوٹا۔

۶۴ھ میں مکّہ مکرّمہ پر حملہ ہوا۔ جس میں بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی ہوئی منجنیق کے ذریعے بیتُ اللہ پر سنگ باری کی گئی جس سے بیت اللہ کی دیواریں ہل گئیں غلاف شریف جل گیا۔ علاوہ ازیں بعض حرام کو حلال کر دیا گیا۔ انھی ظالمانہ اور انتہائی شرمناک واقعات کی بنا پر جنھوں نے" دنیائے اسلام کو لرزہ براندام کر دیا تھا" بعض اکابرینِ اُمّت نے یزید پر کفر تک کا حکم لگا دیا اور اس پر لعنت کرنا جائز قرار دے دیا۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے حضرت صالح نے یزید سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد نے فرمایا:۔

يَا بنيّ وَهَل يتولّى يزِيدَ اَحدٌ يُؤمِنُ بِاللهِ وَلِمَ لَا اَلعَنُ مَن لعَنَہُ اللهُ فِي كتَابِہٖ فقُلتُ وَاَينَ لعَنَ اللهُ يَزِيدَ افِي كتَابِہٖ فقَال فِي قَولِہٖ تَعَالىٰ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ فَهَلْ يَكُوْنُ فَسَادٌ اَعظَمَ

بیٹا! کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا بھی ہوگا جو یزید سے دوستی رکھے اور مَیں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ مَیں نے عرض کیا اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو فرمایا اس آیت میں فَهَلْ عَسَيْتُمْ الآیۃ، کہ پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمھیں حکومت مل جائے تو تم ملک میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔ ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

مِنْ هٰذَا القَتْلِ۔ — پھر ان کو بہرا اور اندھا کر دیا (پھر امام نے فرمایا بیٹا!) کیا اس قتل (حسین) سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟

الصواعق المحرقہ صہ ۲۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اٰذٰی مُسْلِماً فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَد اٰذَی اللہ۔ — جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو حقیقت میں اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔

سراج المنیر شرح جامع صغیر صہ ۲۸۰/۲

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اٰذٰی شَعْرَةً مِّنِّیْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللہَ زَادَ اَبُوْ نُعَیْمٍ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللہِ — جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی اس نے حقیقت میں مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ ابونعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

سراج المنیر شرح جامع صغیر صہ ۲۸۰/۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی سبیعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو دوزخ کے ایندھن کی بیٹی ہے۔ یہ سُن کر :۔

فَقَامَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ ھُوَ مُغْضَبٌ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یُؤْذُوْنَنِیْ فِیْ قَرَابَتِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ — حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ سخت غصے میں تھے۔ فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت کے بارے میں مجھے اذیت پہنچاتے

فقد اذی اللہ | ہیں۔ یاد رکھو! جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔

زرقانی علی المواہب ص۲۹۶

خوب غور کیجئے! ابولہب بلاشبہ جہنّم کا ایندھن ہے ارشادِ خداوندی ہے۔

سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ، | اب پڑے گا بھڑکتی ہوئی آگ میں۔

لیکن جب لوگوں نے اسکی بیٹی حضرت سبیعہ کو جہنّم کے ایندھن کی بیٹی کہا تو یہ بات حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی اذیّت کا سبب بنی اور حضور کی اذیّت اللہ تعالیٰ کی اذیّت کا باعث ہے حالانکہ واقع میں تو بات غلط نہ تھی۔ البتہ لوگوں کا اس طرح کہنا درست نہ تھا تو اس سے اندازہ کیجئے کہ جنھوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جگر کے ٹکڑوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے وہ کس قدر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول کی اذیّت کا باعث بنے۔

غرض ان احادیثِ مبارکہ میں اہلِ بیتِ اطہار کی تعظیم و تکریم کی ترغیب اور ان کو اذیّت و تکلیف دینے میں سخت وعید ہے کیونکہ جب ایک مسلمان اور آپ کے بال مبارک اور آپ کے اہلِ قرابت کو اذیّت پہنچانا حقیقت میں آپ کو اور اللہ جَلّ شانہٗ کو اذیّت پہنچانا ہے تو خاص آپ کی اولاد کو جو آپ کے اجزائے بدن ہیں ، تکلیف پہنچانا بلاشک وشبہ اللہ و رسُول کو اذیّت پہنچانا ہے اور جو اللہ و رسول کو اذیّت پہنچائے اس پر قرآن میں صریح طور پر لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا القران | بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیّت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے ذلّت کا عذاب ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

انزلت فی عبد اللہ بن ابی | کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبیّ منافق اور اس

وَ نَاسٍ مَّعَهُ قَذَفُوْا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَنْ يَعْذِرُنِيْ فِيْ رَجُلٍ يُؤْذِيْنِيْ ،	کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا کون میری مدد کرتا ہے اس شخص کے بارے میں جس نے (میری بیوی پر تہمت لگاکر) مجھے اذیت پہنچائی ہے۔
درمنثور ص۲۲۰/۵	

توجس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ کوستایا اس نے اللہ ورسول کو اذیت دی اور مستحق لعنت ہوا اور یزید اور اس کے اعوان وانصار نے تو اہل بیتِ نبوت کی وہ توہین کی اوران کو ایسی تکلیف واذیت پہنچائی کہ اس کے تصور ہی سے روح تڑپ اٹھتی ہے لہٰذا وہ بلاشک وشبہ مستحق لعنت ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَرَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ اَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ (مسلم شریف ص۴۴۰/۱)	جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :۔

لَا يُرِيْدُ اَحَدٌ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ (مسلم شریف ص۴۴۱/۱)	جو شخص بھی اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ کی آگ میں رانگ کی طرح پگھلا دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَخَافَهُ	جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا اللہ اسکو قیامت کے

اللّٰہُ زَادَفِی رِوَایَۃٍ یَومَ الْقِیَامَۃِ وَفِی اُخْرٰی وَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَغَضَبُہٗ (صحیح ابن حبان سراج المنیر ۲۸۸) — دن ڈرائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ ظُلْمًا اَخَافَہُ اللّٰہُ وَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَایَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

وفاء الوفاء ۲۲ جذب القلوب ۳۳

جو اہلِ مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے گا اللہ اسکو خوفزدہ کریگا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن نہ اسکی فرضی عبادت قبول ہوگی نہ نفل۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اٰذٰی اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اٰذَاہُ اللّٰہُ وَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَایَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ"

سراج المنیر ۲۸۳

جو اہلِ مدینہ کو اذیت دے گا اللہ اسکو اذیت دیگا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اسکا فرض قبول ہوگا اور نہ نفل۔

اِن احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہُوا کہ جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے، ان کو اذیت دے بلکہ ان سے بُرائی کا ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نارِ دوزخ میں پگھلا دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اور اسکی کوئی عبادت اور نیکی قبول نہیں۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ یزید نے اہلِ مدینہ پر حملہ کروایا اور ان پر وہ ظلم و ستم کروایا جس سے انسانیت بھی شرمائے۔ اِن احادیث کی رُو سے بھی وہ اور اس کے اعوان و انصار مستحقِ لعنت ہوئے۔

حضرت علّامہ علی قاری محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کا قول نقل فرماتے ہیں:-

قَال ابنُ هَمامٍ وَاخْتُلِفَ فِي اكفارِ يَزِيدَ قِيلَ نَعَمْ لِمَا رُوِيَ عَنه مَا يَدُلُّ علی كُفْرِهِ مِنْ تَحلِيلِ الخَمرِ وَمِن تَفوُّهِهِ بَعدَ قَتلِ الحُسَينِ و اَصحابِهِ اِنّی جازَيتُهُمْ بِمَا فَعَلوا بِاَشْيَاخِ وَصَنادِيدِهِمْ فِي بَدرٍ وَ اَمثَالِ ذٰلكَ وَلَعَلّه وجهُ مَا قَالَ الاِمَامُ احمدُ بِتكْفِيرِهِ لَما ثَبَتَ عندهٗ نَقْلُ تَقرِيرِه

شرح فقہ اکبر ص۸۸

امام ابنِ ہمام نے فرمایا ہے کہ یزید کے کافر ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض نے اسے کافر کہا۔ اس لیے کہ اس سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو اسکے کفر پر دلالت کرتی ہیں مثلاً شراب کو حلال کرنا اور حضرت حسین اور آپکے ساتھیوں کے قتل کے بعد یہ کہنا کہ میں نے (ان سے) بدلہ لیا ہے۔ اپنے بزرگوں اور سرداروں کے قتل کا جو انھوں نے بدر میں کئے تھے یا ایسی ہی اور باتیں شاید اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل نے اسکی تکفیر کی ہے کہ انکے نزدیک اسکی اس بات کی نقل ثابت ہوگی۔

علامہ سعد الدین تفتازانی صاحبِ شرح عقائد فرماتے ہیں :-

وَالحَقُّ ان رِضَاءَ يَزِيدَ بِقتلِ الحُسَينِ واستبشارِهِ بِذٰلِكَ وَاَهانَةِ اَهلِ بَيتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَواتَرَ مَعنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفاصِيلُهَا آحادًا فَنَحنُ لا نَتَوَقَّفُ فِي شَأنِهِ بَلْ فِي اِيمَانِهِ لَعنَةُ اللّٰهِ عَلَيهِ وَعَلیٰ اَنصَارِهِ وَاَعوَانِهِ

شرح عقائد ص۱۰۲

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی ہونا اور اہلِ بیتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ انکی تفاصیل احاد ہیں تو اب ہم توقف نہیں کرتے اسکی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں، اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے اور دوستوں پر۔

صاحبِ نبراس شارح شرح عقائد فرماتے ہیں :-

وَبَعْضُهُمْ اَطلَقَ اللَّعْنَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ ابْنُ الْجَوْزِی الْمُحَدِّثُ وَصَنَّفَ كِتَابًا سَمَّاهُ الرَّدُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِيْدِ الْمَانِعِ عَنْ ذَمِّ الْيَزِيْدُ وَمِنْهُمْ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمِنْهُمُ الْقَاضِى اَبُو يَعْلٰى	اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق ثابت کیا ہے ان میں سے ایک محدّث ابن جوزی ہیں جنھوں نے اس مسئلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انھوں نے رکھا ہے۔ "الرّد علی المتعصّب العنید المانع عن ذمّ الیزید" اور انھی میں احمد بن حنبل، قاضی ابو یعلی بھی ہیں؛
نبراس علی شرح عقائد ص۵۵۳	

یہ اہلِ سنّت و جماعت کے عقائد کی وہ مشہور و معتبر کتب ہیں جن پر عقائدِ اہلِ سنّت کا دار و مدار ہے۔

علامہ امام ابنِ حجر مکّی جو شافعیوں کے مرجع خلائق ہیں جن کے متعلق علامہ امام ملّا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں رقم طراز ہیں شیخنا العالم العلامہ والبحر الفہامہ شیخ الاسلام و مفتی الانام صاحب التصانیف الکثیرہ والتالیف الشہیرہ مولانا وسیّدنا وسندنا الشیخ شہاب الدین بن حجر المکّی رحمۃ اللہ علیہ وہ فرماتے ہیں:۔

اِعْلَمْ اَنَّ اَهْلَ السُّنَّةِ اخْتَلَفُوا فِى تَكْفِيْرِ يَزِيْد بْنِ مُعَاوِيَةَ وَوَلِيْعَهْدِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ اِنَّهٗ كَافِرٌ لِقَوْلِ سِبْطِ ابْنِ الْجَوْزِی وَغَيْرِهِ الْمَشْهُوْرِ اِنَّهٗ لَمَّا جَاءَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ اَهْلَ الشَّامِ وَجَعَلَ يَنْكُتُ رَأْسَهٗ بِالْخَيْزَرَانِ وَيُنْشِدُ اَبْيَاتَ الزِّبَعْرٰى ۔ لَيْتَ اَشْيَاخِى بِبَدْرٍ	جان لو اہلِ سنّت و جماعت کا یزید بن معاویہ کے کافر ہونے اور امیر معاویہ کے بعد ولیعہد ہونے میں اختلاف ہوا ہے ایک گروہ نے کہا ہے کہ وہ کافر ہے چنانچہ سبط ابن الجوزی وغیرہ کا قول مشہور ہے کیونکہ یزید کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک آیا تو اس نے اہلِ شام کو جمع کیا اور خیزران کی لکڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی اس سے امام کے سرِ انور کو الٹ پلٹ

شَهِدوا الأبياتَ المعروفةَ وَ
زادَ فيها بيتينِ مشتملينِ على
صريحِ الكفرِ وقالَ ابنُ الجوزي
فيما حكاه سبطُهُ عنه ليسَ
العجبُ من قتالِ ابنِ زيادٍ للحسينِ
وانّما العجبُ من خذلانِ يزيدَ
وضربِهِ بالقضيبِ ثنايا
الحسينِ وحملِهِ آلَ رسولِ
اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّم
سبايا على اقتابِ الجمالِ
وَ ذكرَ اشياءَ من
قبيحِ ما اشتهرَ عنهُ وَ
ردِّهِ الرأسَ الى المدينةِ
وقد تغيّرتْ ريحُهُ ثمّ
قالَ وما كانَ مقصودُهُ
الّا الفضيحةَ وَ اظهارَ
الرأسِ فيجوزُ ان يُفعلَ هذا
بالخوارجِ والبغاةِ يكفّنونَ ويُصلّى
عليهم وَ يدفنونَ ولو لم
يكنْ في قلبِهِ احقادُ جاهليةٍ
وَ اضغانُ بدريةٍ لاحترمَ الرأسَ

کرتا تھا اور زبعری کے یہ اشعار جو مشہور
ہیں پڑھتا تھا ۔ (اے کاش میرے بزرگ
جو بدر میں مارے گئے آج زندہ و موجود ہوتے)
اور اس نے ان شعروں میں دو شعر اور زیادہ کئے
جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں ابن جوزی
نے کہا کہ ابن زیاد کا امام حسین کو قتل کرنا
اس قدر تعجب خیز نہیں تعجب خیز تو یزید کا
خذلان ہے اور اس کا امام کے دانتوں پر لکڑی
مارنا اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قیدی بنا
کے اونٹوں کے پالانوں پر بٹھانا ہے ۔ اور ابنِ
جوزی نے اس قسم کی بہت سی قبیح باتوں
کا ذکر کیا ہے جو اس یزید کے بارے میں
مشہور ہیں ۔ پھر یزید نے امام کا سر اس وقت
مدینہ منورہ میں واپس لوٹایا جبکہ اسکی بو متغیر
ہو چکی تھی تو اس سے اسکا مقصد سوائے
فضیحت اور سرِ انور کی توہین کے اور کیا تھا ۔ حالانکہ
خارجیوں اور باغیوں کی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ
بھی جائز ہے (چہ جائیکہ فرزندِ رسول کے
ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ۔) اور اگر اس کے دل میں
جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگِ بدر کا انتقامی
جذبہ نہ ہوتا تو جب اسکے پاس امام کا سرِ انور

لمّا وَصَلَ اِلَیۡہِ وَ کفّنہٗ وَدَفَنَہٗ وَ اَحۡسَنَ اِلٰی اٰلِ رَسُولِ اللہ علیہِ وَسلّم

(الصواعق المحرقہ ص۲۱۸)

پہنچا تھا وہ اس کا احترام کرتا اور اسکو کفن دیکر دفن کرتا اور آلِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتا۔

علامہ شیخ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں :۔

وَقَدۡ قَالَ الاِمَامُ اَحۡمَدَ بِکُفۡرِہٖ وَنَاھِیۡک بِہٖ وَرۡعًا وَ عِلۡمًا یقتضیانِ اَنَّہٗ لَمۡ یَقُلۡ ذَالِکَ اِلَّا لِمَا ثَبَتَ عِنۡدَہٗ مِنۡ اُمُورٍ صَرِیۡحَۃٍ وَقَعَتۡ مِنۡہ تُوۡجِبُ ذٰلِکَ وَوَفَقَہ علی ذٰلکَ جَمَاعَۃٌ کَابۡنِ الجَوۡزِی وَغَیۡرِہٖ وَ اَمّا فِسقہٗ فَقَدۡ اَجۡمَعُوۡا عَلَیۡہ وَاَجَازَ قَومٌ مِنَ العُلَماء لعنہٗ بخصوص اسۡمہ وَرُوی ذٰلِکَ عَنِ الۡاِمَامِ اَحۡمَدَ قَالَ اِبۡنُ الۡجَوۡزِی صَنَّفَ الۡقَاضِیۡ اَبُو یعلٰی کِتَابًا فِیۡمَنۡ کَانَ یَسۡتَحِقُّ اللَّعۡنَۃَ وَ ذَکَرَ مِنۡھُمۡ یزِیۡدَ

(اسعاف الراغبین ص۲۱۰)

اور بیشک امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں اور ان کا علم اور ورع اس بات کا مقتضی ہے کہ انھوں نے یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا جبکہ انکے نزدیک صریح طور پر وہ امور ثابت ہوگئے ہوں گے اور یزید سے وہ باتیں واقع ہوئی ہونگی جو موجب کفر ہیں اور کفر یزید کے کے قول پر علماء کی ایک جماعت نے انکی موافقت کی ہے جیسے ابن جوزی وغیرہ اور رہا یزید کا فاسق ہونا تو بلا شبہ اس پر تو علماء کا اجماع ہے اور بہت سے علماء نے تو یزید کا نام لیکر اس پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے اور امام احمد سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی نے کہا ہے کہ امام قاضی ابو یعلی نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے ان میں یزید کا بھی ذکر کیا ہے۔

قطب الاقطاب، غوث الثقلین، شیخ شیوخ العالم، امام الاصفیا، محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

وَ تَذْكُرُ مِنْ فَضَائِلِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ
اَنَّ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قُتِلَ
فِيْهِ رُوِيَ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ رَضِيَ اللهُ
عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَنْزِلِيْ
اِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ الْحُسَيْنُ فَطَالَعْتُ
عَلَيْهِمَا مِنَ الْبَابِ وَاِذَا الْحُسَيْنُ
عَلٰى صَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَلْعَبُ وَفِيْ يَدِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةٌ مِنْ
طِيْنٍ وَدُمُوْعُهُ تَجْرِيْ فَلَمَّا خَرَجَ
الْحُسَيْنُ دَخَلْتُ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ
وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ طَالَعْتُ عَلَيْكَ
وَفِيْ يَدِكَ طِيْنَةٌ وَاَنْتَ تَبْكِيْ فَقَالَ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ فَلَمَّا
فَرِحْتُ بِهٖ وَهُوَ عَلٰى صَدْرِيْ
يَلْعَبُ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ وَنَاوَلَنِيْ
الطِّيْنَةَ الَّتِيْ يُقْتَلُ عَلَيْهَا فَلِذَالِكَ
بَكَيْتُ وَرُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ
اَنَّهُ قَالَ اِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ
عَبْدِ الْمَلِكِ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى

اور ہم عاشورا کے فضائل میں سے بیان کرتے
ہیں کہ بیشک یوم عاشورا میں حضرت حسین بن
علی رضی اللہ عنہما شہید کئے گئے۔ حضرت
ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر
میں تھے کہ حضرت حسین آپ کے پاس آئے تو
میں نے دروازے سے ان دونوں کو دیکھا تو حضرت
حسین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک
پر کھیل رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہاتھ میں تھوڑی سی مٹی تھی اور آپکی آنکھوں
سے آنسو جاری تھے۔ پھر جب حسین چلے گئے
تو میں نے آپ کے پاس آکر عرض کیا میرے ماں باپ
آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ میں نے آپ کے
ہاتھ میں مٹی اور آپکو روتے ہوئے دیکھا ہے
آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جب حسین میرے سینے پر
کھیل رہے تھے اور میں اس سے مسرور ہو رہا
تھا تو میرے پاس جبرئیل امین آئے اور
انھوں نے مجھے یہ مٹی دی (اور کہا کہ) اس
پر حسین قتل کیا جائیگا۔ اس لیے میں رو رہا ہوں
اور حضرت حسن بصری سے روایت ہے وہ فرماتے
ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے نبی کریم صلی اللہ

الله عليه وسلم في المنام
يبشره ويلاطفه فلما اصبح
سأل الحسن عن ذلك فقال
له الحسن لعلك فعلت الى
اهل بيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم معروفا فقال
نعم وجدت رأس حسين بن
علي في خزانة يزيد بن معاوية
فكسوته خمسة من الديباج
وصليت عليه مع جماعة
من اصحابي وقبرته فقال
له الحسن لقد رضي النبي
صلى الله عليه وسلم عنك
بسبب ذلك فاحسن الى
الحسن رحمه الله وامر له
بالجوائز وروى عن حمزة بن
الزيات قال رأيت النبي صلى الله
عليه وسلم وابراهيم الخليل عليه
السلام في المنام يصليان على قبر
الحسين بن علي واخبرنا ابو نصر
عن والده باسناده عن اسامة عن

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اسکو بشارت
دیتے ہیں اور اس پر لطف و کرم فرما رہے ہیں
صبح اس نے حضرت حسن بصری سے اس خواب کے
متعلق پوچھا تو حضرت حسن بصری نے اس سے
کہا کہ شاید تو نے کوئی نیکی اہل بیت نبوت
سے کی ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے حضرت
حسین بن علی کا سر یزید بن معاویہ کے خزانہ
میں پایا تو میں نے سر مبارک کو پانچ ریشمی کفن
پہنا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھی
اور اسکو دفن کیا ہے تو حضرت حسن رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ بلاشبہ تیرے اس فعل کے
سبب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے
راضی ہوئے ہیں اور آپ نے تجھ پر مہربانی فرمائی
اور تجھے بشارت دی ہے۔ سلیمان بن عبدالملک
نے حضرت حسن پر احسان کیا اور بہت سے
انعامات و ہدیے پیش کئے۔ اور حضرت حمزہ
بن زیات سے روایت وہ فرماتے ہیں کہ میں نے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم
خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ
دونوں حضرت حسین بن علی کی قبر پر نماز جنازہ
پڑھ رہے ہیں اور ہم کو خبر دی ابو نصر نے اپنے

جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ هَبَطَ عَلٰی قَبْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ يَوْمَ اُصِيْبَ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

غنیۃ الطالبین

باب فضائل عاشوراء

والد سے اپنی اسناد سے حضرت اسامہ سے انھوں نے حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر سے وہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت حسین بن علی شہید ہوئے اس دن ستر ہزار فرشتے انکی قبر پر اترے وہ قیامت تک ان پر روئیں گے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں :-

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اخْتَارَ بِسِبْطِ نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَادَةَ فِىْ اَشْرَفِ الْاَيَّامِ وَاَعْظَمِهَا وَاَجَلِّهَا وَ اَرْفَعِهَا عِنْدَهٗ لِيَزِيْدَهٗ بِذٰلِكَ رِفْعَةً فِىْ دَرَجَاتِهٖ وَ كَرَامَاتِهٖ مُضَافَةً اِلٰى كَرَامَتِهٖ وَ بَلَّغَهٗ مَنَازِلَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الشُّهَدَاءِ بِالشَّهَادَةِ وَلَوْ جَازَ اَنْ تُتَّخَذَ يَوْمُ مَوْتِهٖ يَوْمَ مُصِيْبَةٍ لَكَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ اَوْلٰى بِذٰلِكَ اِذْ قَبَضَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غنیۃ الطالبین

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی شہادت کے لیے وہ دن منتخب کیا جو دنوں میں بہت عظیم اور بہت بلند دن ہے تاکہ اس کے سبب سے ان (امام حسین) کے درجات اور انکی بزرگیوں میں اور اضافہ کرے اور انکو خلفاء راشدین کے مرتبوں پر فائز فرمائے جو شہادت کا درجہ حاصل کرکے شہید ہوئے۔ اور اگر حضرت حسین کی شہادت کے دن کو مصیبت کا دن بنانا جائز ہوتا تو دوشنبہ (پیر) کا دن اس سے زیادہ لائق تھا کہ اسکو مصیبت کا دن قرار دیا جاتا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو قبض فرمایا۔

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

بعضے در یزید شقی نیز توقف کنندہ وبعضے براہِ
غلو و افراط در شانِ وے و مولاتِ وے روند
و گویند کہ وے بعد ازاں کہ باتفاق
مسلمانان امیر شد اطاعتِ وے بر امام حسین
واجب شد نعوذ باللہ من ھذا القول و
من ھذا الاعتقاد حاشا کہ وے باوجود
امام حسین امام و امیر شود واتفاق مسلمانان
بر وے کے شد وجمعی صحابہ کہ در زمان
یزید پلید بودند و اولاد اصحاب ہم منکر و
خارج از اطاعت وے بودند نعم جماعتے
از مدینہ مطہرہ بشام نزد وے کرہًا وجبرًا
رفتند و او جائزہائے سنی و فائدہ ہائے
ہنی نزد ایشاں نہاد بعد از انکہ حال قباحت
مآل او را دیدند بمدینہ باز آمدند و خلع
بیعت وے کردند وگفتند کہ وے عدو اللہ
و شارب الخمر و تارک الصلوٰۃ وزانی و
فاسق و مستحل محارم است و بعضے دیگر
گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت نکردہ و
وبداں راضی نبودہ و بعد از قتل وے و
اہل بیت وے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسرور
و مستبشر نشدہ ایں سخن مردود و باطل است

بعض علماء یزید بدبخت کے بارے میں
(لعنت کرنے میں) توقف کرتے ہیں اور
بعض لوگ تو براہِ غلو و افراط یزید کے معاملے
میں اور اسکی دوستی میں اس قدر بہہ گئے
ہیں کہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے اتفاق سے
امیر ہوا تھا اور اسکی اطاعت امام حسین
پر واجب تھی۔ ہم اس قول اور اس اعتقاد
سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حاشا کہ وہ
یزید امام حسین کے ہوتے ہوئے کیونکر امام و
امیر ہوسکتا تھا اور مسلمانوں کا اتفاق بھی
اس پر کب ہوا صحابہ کرام اور تابعین جو
اس کے زمانے میں تھے سب اس کے منکر
اور اس کی اطاعت سے خارج تھے۔
مدینہ طیبہ سے ایک جماعت جبرًا و کرہًا اس
کے پاس شام میں گئی تھی اس نے انکی
بہت آؤ بھگت اور خاطر مدارات کی اور
ان کو تحفے تحائف دیئے لیکن جب انہوں
نے اس کے بدترین کارناموں اور اس کے
خطرناک انجام پر غور کیا تو مدینہ میں واپس
آکر اسکی بیعت توڑ دی اور اعلان کیا کہ
(یزید) اللہ کا دشمن، شرابی، تارک الصلوٰۃ،

چہ عداوت آں بے سعادت با اہل بیت
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واستبشار وے بقتل
ایشاں واذلال واہانت او مر ایشاں را بدرجۂ
تواتر معنوی رسیدہ است و انکار آں تکلّف
و مکابرہ است و بعضے گویند کہ قتل امام
گناہِ کبیرہ است چہ قتل نفس مومن یا مومنہ
بناحق کبیرہ است نہ کفر ولعنت مخصوص
بہ کافراں است ولیت شعری کہ ارباب ایں
اقاویل باحادیثِ نبوی کہ ناطق اند بآنکہ
بغض وایذا واہانت فاطمہ و اولاد وے موجب
بغض وعداوت واہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
چہ میگویند۔ وآں سببِ کفر و موجب لعن و
خلود نارِ جہنم است بلاشک وریب اِنَّ
الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ
فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا
مُّهِیْنًا و بعضے دیگر گویند کہ خاتمتِ وے
معلوم نیست شاید بعد از ارتکابِ آں
کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و در نفس
آخر توبہ رفتہ باشد و میل امام محمد غزالی
در احیاء العلوم بایں حکایت است و
بعضے از علماء سلف واعلامِ امت مثل امام

زانی فاسق اور حرام چیزوں کا حلال کرنے
والا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس (یزید)
نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور
نہ ان کے قتل سے راضی تھا اور نہ اُن کے
قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں
کے قتل سے خوش و مسرور ہوا۔ یہ بات بھی
مردود اور باطل ہے اس لیے کہ اس شقی کا
اہلِ بیتِ نبوّت رضی اللہ عنہم سے عداوت
رکھنا اور اُن کے قتل سے خوش ہونا اور
ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجۂ تواتر
کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلّف و
مکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔ اور
بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہِ کبیرہ
ہے اس لیے کہ نفس مومن و مومنہ کا قتلِ
ناحق گناہِ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت
کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسی
باتیں بنانے والوں پر افسوس ہے کہ
وہ صریح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
پر نظر نہیں رکھتے کہ حضرت فاطمہ اور
ان کی اولاد کے ساتھ بغض رکھنا اور
ان کو ایذا پہنچانا اور اُنکی توہین کرنا حقیقت

احمد حنبل و امثال او بروے لعنت کردہ
اند و ابن جوزی کہ کمال شدت و تعصب در
در حفظ سنت و شریعت دارد در کتاب خود
لعن وے از سلف نقل کردہ و بعضے منع
کردہ اند و بعضے متوقف ماندہ اند و بالجملہ
وے مبغوض ترین مردم است نزد ما و کار
ہائیکہ آں بے سعادت دریں امت کردہ
ہیچ کس نکردہ و بعد از قتل امام حسین و اہانت
اہل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ و قتل
اہل آں فرستادہ و بقیہ از اصحاب و تابعین
را امر بقتل کردہ و بعد از تخریب مدینہ منورہ
امر بہ انہدام حرم مکہ معظمہ و قتل عبداللہ بن
زبیر کردہ و ہم در اثنائے ایں حالت از
دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع او را
خداوند حق تعالیٰ دل ہائے ما را و تمامہ
مسلمان ہا را از محبت و موالات وے و
اعوان و انصار وے و ہر کہ با اہل بیت نبوت
بد بودہ و بد اندیشیدہ در حق ایشاں پامال
کردہ و با ایشاں براہ محبت و صدق عقیدت
نیست و نبودہ نگاہ دارد و ما را و دوستان
ما را در زمرۂ محبان ایشاں محشور گرداند و

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
بغض رکھنا اور آپ کو ایذا پہنچانا اور
آپ کی توہین کرنا ہے اور یہ بلا شک و شبہ
موجب کفر و لعنت و خلود نارِ جہنم ہے۔ اللہ
کا فرمان ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور
اُس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن پر
دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان
کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ اور بعض
کہتے ہیں کہ اُس کے خاتمہ کا حال معلوم
نہیں شاید اس ارتکابِ کفر و معصیت کے
بعد اُس نے توبہ کر لی ہو اور خاتمہ اسکا
توبہ کی حالت میں ہوا ہو اور امام محمد
غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان
ہے اور بعض علماء سلف و اکابرینِ امت
مثلاً امام احمد بن حنبل اور ان جیسے دوسرے
جلیل القدر ائمہ کرام نے اور ابن جوزی کہ
حفظِ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ
سخت ہیں اپنی کتاب میں سلف صالحین
سے یزید پر لعنت کرنا نقل کیا ہے اور
بعض نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے
اور بعض توقف کرتے ہیں۔ الحاصل ہمارے

در دنیا و آخرت بر دین وکیش ایشان بدارد بمنّہٖ وکرمہٖ وھو قریبٌ مجیبٌ، آمین (تکمیل الایمان صـ۹۷)

نزدیک یزید سب سے زیادہ مبغوض ہے اس شقی نے اس امت میں وہ کام کئے کہ کسی اور نے نہیں کئے۔ (مثلاً) امام حسین کے قتل اور اہلِ بیت کی اہانت کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب کے لیے لشکر کا بھیجنا اور صحابہ و تابعین کے قتل کا حکم کرنا اور مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد حرمِ مکہ کو ڈھانے کا حکم دینا وغیرہ اور اسی اثنا میں وہ مرگیا۔ تو ایسے حال میں اُسکی توبہ و رجوع کا احتمال خدا ہی جان سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو اسکی اور اس کے دوستوں اور مددگاروں کی محبّت و دوستی سے محفوظ رکھے اور ہر اس شخص جس نے اہلِ بیتِ نبوّت سے برائی کی ہو اور اُن کا بُرا چاہا ہو اور اُن کا حق پامال کیا ہو اور اُن سے سچی عقیدت و محبّت کی راہ نہ چلا ہو کی محبّت سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے ہم کو اور ہمارے دوستوں کو قیامت کے دن اہلِ بیتِ نبوّت کے سچے محبّوں میں اٹھائے اور دنیا و آخرت میں دینِ اسلام اور ان کے طریقہ پر رکھے۔ وَھُوَ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔ آمین،

امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَقَدْ اَطْلَقَ بَعْضُھُمْ فِیْمَا نَقَلَہٗ الْمَوْلٰی سَعْدُ الدِّیْنِ اللَّعْنَ عَلٰی یَزِیْدَ لِمَا اَنَّہٗ کَفَرَ حِیْنَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَیْنِ وَ اتَّفَقُوْا عَلٰی جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰی مَنْ قَتَلَہٗ اَوْ اَمَرَ بِہٖ اَوْ اَجَازَہٗ وَ رَضِیَ بِہٖ وَالْحَقُّ اِنَّ رِضَا یَزِیْدُ بِقَتْلِ الْحُسَیْنِ وَ

اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا نقل کیا گیا ہے اس لیے کہ جب اُس نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا وہ کافر ہوگیا تھا اور جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ جس نے امام کو قتل کیا اور جس نے قتل کا حکم دیا اور جس نے اسکی اجازت دی اور

اَسْتِبْشَارَهٗ بِذَالِكَ وَاَهَانَتَهٗ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا اٰحَادًا فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِىْ شَأْنِهٖ بَلْ فِىْ اِيْمَانِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ

ارشاد الساری
ص ۱۰۱ / ۵

جو ان کے قتل پر راضی ہوا اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور حق بات یہی ہے کہ یزید کا امام کے قتل پر راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہلِ بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا تواترِ معنوی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے اگرچہ اسکی تفاصیل احاد ہیں پس ہم نہیں توقف کرتے اُسکی شان میں بلکہ اُس کے ایمان میں اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :۔

لَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَهٗ وَابْنَ زِيَادٍ مَعَهٗ وَيَزِيْدَ اَيْضًا وَكَانَ قَتْلُهٗ بِكَرْبَلَاءَ وَفِىْ قَتْلِهٖ قِصَّةٌ فِيْهَا طُوْلٌ لَا يَحْتَمِلُ الْقَلْبُ ذِكْرَهَا فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ تاریخ الخلفاء ص ۸۰

اللہ کی لعنت ہو امام حسین کے قاتل ابن زیاد اور یزید پر۔ امام کربلا میں شہید ہوئے اور آپکی شہادت کا قصہ طویل ہے۔ قلب اسکے ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :۔

وَمَنْ قَالَ اَنَّهٗ اِمَامٌ ابْنُ اِمَامٍ فَاِنْ اَرَادَ بِذٰلِكَ اَنَّهٗ تَوَلَّى الْخِلَافَةَ كَمَا تَوَلَّاهَا سَائِرُ خُلَفَاءِ بَنِىْ اُمَيَّةَ وَالْعَبَّاسِ فَهٰذَا صَحِيْحٌ لٰكِنْ لَيْسَ فِىْ ذٰلِكَ مَا يُوْجِبُ مَدْحَهٗ وَتَعْظِيْمَهٗ وَالثَّنَاءَ

اور جو شخص یزید کو امام ابن امام کہتا ہے تو اگر اس سے اسکی مراد صرف یہ ہے کہ دوسرے اموی اور عباسی خلفاء کی طرح اس نے بھی حکومت کی تو یہ صحیح ہے لیکن وہ اس معاملے میں کسی مدح و ثنا اور تعظیم و تفضیل کا مستحق نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جو حکومت د

عَلَيْهِ وَ تَقْدِيمَهُ فَلَيْسَ كُلُّ مَنْ
تَوَلَّى كَانَ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
وَالْائِمَّةِ الْمَهْدِيِّينَ فَمُجَرَّدُ الْوِلَايَةِ
عَلَى النَّاسِ لَا يُمْدَحُ بِهَا الْإِنْسَانُ
وَلَا يَسْتَحِقُّ عَلَى ذٰلِكَ الثَّوَابَ
وَ إِنَّمَا يُمْدَحُ وَ يُثَابُ عَلَى مَا
يَفْعَلُهُ مِنَ الْعَدْلِ وَالصِّدْقِ
وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْجِهَادِ وَإِقَامَةِ
الْحُدُودِ كَمَا يُذَمُّ وَ يُعَاقَبُ
عَلَى مَا يَفْعَلُهُ مِنَ الظُّلْمِ وَ
الْكِذْبِ وَ الْأَمْرِ بِا
لْمُنْكَرِ وَ النَّهْيِ عَنِ
الْمَعْرُوفِ وَ تَعْطِيلِ الْحُدُودِ
تَضْيِيعِ الْحُقُوقِ وَ تَعْطِيلِ الْجِهَادِ
وَ قَدْ سُئِلَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
عَنْ يَزِيدَ أَيُكْتَبُ عَنْهُ الْحَدِيثُ؟
فَقَالَ لَا؛ وَلَا كَرَامَةَ أَلَيْسَ هُوَ
الَّذِي فَعَلَ بِأَهْلِ الْحَرَّةِ مَا فَعَلَ
وَقَالَ ابْنُهُ إِنَّ قَوْمًا يَقُولُونَ إِنَّا نُحِبُّ
يَزِيدَ؛ فَقَالَ هَلْ يُحِبُّ يَزِيدَ أَحَدٌ فِيهِ

سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے
وہ خلفاء راشدین مہدیین میں سے نہیں ہو جاتا۔
صرف لوگوں پر حکمران ہو جانے سے انسان قابلِ
مدح و ستائش نہیں ہو جاتا اور نہ اُس پر
مستحق اجر و ثواب ہو جاتا ہے مدح و ثواب
کے لائق تو وہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ عدل و
انصاف، حق و صداقت امر بالمعروف، نہی
عن المنکر اور جہاد اور حدود اللہ کو قائم کرے۔
اسی طرح ظلم و کذب، امر بالمنکر، نہی عن المعروف
حدود اللہ کو معطّل اور حقوق العباد کو ضائع
اور جہاد کو ترک کرنے سے انسان قابلِ مذمت و
گرفت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل
سے یزید کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اُس سے
حدیث روایت کی جائے؟ تو انھوں نے فرمایا
نہیں! اس کا یہ مقام نہیں۔ کیا یہ وہی شخص
نہیں ہے جس نے اہلِ حرّہ کے ساتھ کیا جو کیا؟
اور ان کے فرزند نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم
یزید کو محبوب رکھتے ہیں؟ تو امام صاحب نے فرمایا
کیا کوئی شخص جس میں ذرا بھی خیر و بھلائی ہو
وہ یزید کو محبوب رکھ سکتا ہے؟ تو ان کے
فرزند نے کہا پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں

خَيْرٌ فَقِيلَ لَهُ فَلِمَا ذَا الاَّ تَلْعَنُهُ؟ فَقَالَ مَتٰى رَأَيْتَ اَبَاكَ يَلْعَنُ اَحَدًا (یزید بن معاویہ ص۲۹ ابن تیمیہ اکیڈمی کراچی)	کرتے، فرمایا کیا تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے دیکھا ہے۔

ف: ابن تیمیہ کی اس روایت کے آخری الفاظ کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیا تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے دیکھا ہے" کا یہ مطلب نہیں کہ یزید مستحق لعنت نہیں ہے گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے قرآن کریم سے یزید پر لعنت ثابت کی۔ غواص بحرِ حقیقت حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں:۔

از بیروں طعنہ زنی بر بایزیدا — واز درونت ننگ می دارد یزید

تو باہر سے بایزید پر طعنہ زنی کرتا ہے اور تیرے باطن سے یزید کو بھی شرم آتی ہے

علامہ امام حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں:۔

وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ یَزِیْدُ کَانَ قَدِ اشْتَهَرَ بِالْمَعَازِفِ وَ شُرْبِ الْخَمْرِ وَالْغِنَا وَالصَّیْدِ وَ اتِّخَاذِ الْغِلْمَانِ وَالْقِیَانِ وَ الْکِلَابِ وَ النِّطَاحِ بَیْنَ الْکِبَاشِ وَ الدِّبَابِ وَالْقُرُوْدِ وَمَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا یُصْبِحُ فِیْهِ مَخْمُوْرًا وَکَانَ یَشُدُّ الْقِرْدَ عَلٰی فَرَسٍ مُسْرِجَةٍ بِحِبَالٍ وَ یَسُوْقُ بِهِ وَ یُلْبِسُ الْقِرْدَ قَلَانِسَ الذَّهَبِ وَ کَذٰلِکَ الْغِلْمَانَ وَکَانَ یُسَابِقُ بَیْنَ الْخَیْلِ وَکَانَ اِذَا مَاتَ الْقِرْدُ حَزِنَ	اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ وہ یزید مشہور تھا آلاتِ لہو ولعب کے ساتھ اور شراب کے پینے اور گانا بجانا سننے اور شکار کھیلنے اور بے ریش لڑکوں کو رکھنے اور چھینے بجانے اور کتوں کے رکھنے میں اور سینگوں والے دنبوں اور ریچھوں اور بندروں کو آپس میں لڑانے میں اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جبکہ وہ شراب سے مخمور نہ ہوتا۔ اور بندروں کو زین شدہ گھوڑوں پر سوار کر کے دوڑاتا تھا اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا اور ایسے ہی لڑکوں کے سروں پر بھی اور گھوڑوں کی دوڑ کراتا اور جب کوئی بندر مرجاتا تھا تو اسکو اس کے

عَلَيْهِ وَ قِيلَ اَنَّ سَبَبَ مَوْتِهٖ اَنَّهٗ حَمَلَ قِرْدَةً وَ جَعَلَ يُنَقِّزُهَا فَعَضَّتْهُ وَ ذَكَرُوا عَنْهُ غَيْرَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِصِحَّةِ ذٰلِكَ

البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵/۸

مرنے کا صدمہ ہوتا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ اسکی موت کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک بندر کو اٹھایا ہوا تھا اور اسکو اچھالتا تھا کہ اس نے اسکو کاٹ لیا۔ مؤرخین نے اس کے علاوہ بھی اس کے قبائح بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم،

شافعیوں کے امام اور جلیل القدر فقیہ علامہ الکیا الہراسی رحمۃ اللہ علیہ سے یزید کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یزید صحابہ میں سے ہے اور کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا۔

اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ مِنَ الصَّحَابَةِ لِاَنَّهٗ وُلِدَ فِي اَيَّامِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ اَمَّا قَوْلُ السَّلَفِ فَفِيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ اَبِي حَنِيفَةَ وَ مَالِكٍ وَ اَحْمَدَ قَوْلَانِ تَصْرِيحٌ وَ تَلْوِيحٌ وَ لَنَا قَوْلٌ وَاحِدٌ اَلتَّصْرِيحُ دُوْنَ التَّلْوِيحِ وَ كَيْفَ لَا يَكُوْنُ كَذٰلِكَ وَ هُوَ الْمُتَصَيِّدُ بِالْفَهْدِ وَ يُلَاعِبُ بِالنَّرْدِ وَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَ مِنْ شِعْرِهٖ فِي الْخَمْرِ ۔

اَقُوْلُ لِصَحْبٍ ضَمَّتِ الْكَاْسُ شَمْلَهُمْ
وَ دَاعِي صَبَابَاتِ الْهَوٰى يَتَرَنَّمُ

کہ وہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ اسکی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ رہا اُس پر لعنت کرنا تو اس میں سلف صالحین امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں ایک تصریح کے ساتھ (یعنی اسکا نام لیکر لعنت کرنا) دوسرا تلویح کے ساتھ (یعنی بغیر نام لیے اشارۃً جیسے اللہ امام کے قاتلوں اور دشمنوں پر لعنت کرے) لیکن ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ یزید چیتوں کا شکار کھیلتا اور نرد سے کھیلتا اور ہمیشہ شراب پیتا تھا چنانچہ اسی کے اشعار میں سے ایک شراب کے بارے میں

خذ وا بنَصِیب من نَعیم و لَـذَّة
فکلُّ و اِن طالَ المُدٰےیَتَصَرَّمٗ
وکَتَبَ فَصلاً طویلاً اَضر بنَا
عَن ذِکرِہٖ ثم قَلَّبَ الوَرقۃ وَ
کَتَبَ و لَو مدد ت ببیَاض
لَاطلَقتُ العنَانَ و بسطتُ
الکلَام فی مخاذی ھٰذَا الرّجل

حیوۃ الحیوان ص ۲۲۵/۲

یہ ہے:۔
کہ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کو دورِ جام و شراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی گرمیاں ترنم سے پکار رہی ہیں کہ اپنی نعمتوں اور لذتوں کے حصّہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا۔ خواہ اسکی عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ (لہذا جو عیش کرنا ہے کر لو پھر وقت ہاتھ نہیں آئیگا) اور اس پر فقیہ الہراسی نے ایک لمبی فصل لکھی ہے جس کے ذکر کو ہم نے (طول کی وجہ سے) چھوڑ دیا ہے۔ پھر انھوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا کہ اگر اس میں کچھ اور بھی جگہ ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتا اور کافی تفصیل سے اس شخص (یزید) کی رسوائیاں لکھتا۔

امام مُلّا علی قاری علیہ رحمۃُ الباری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کہنے کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

فَلَا یجُوزُ اصلا بخَلَافِ یَزیدَ
و ابْن زیادٍ وَ امثَالِھَا فانَ بَعضَ
العُلَمَاءِ جوّز و العَنھُما بَل الامَامُ
اَحمدُ بن حَنبلٍ قَال بکفرِ یَزیدَ
لکن جَمھورَ اَھلِ السُّنّۃ لَا
یجُوزونَ لَعنَہٗ حیثُ لَم
یثُبت کُفرُہٗ عِندھم

شرح شفاء ص ۵۵۶/۲

پس ہرگز جائز نہیں ہے۔ ہاں یزید اور ابن زیاد اور انہی کی مثل دوسرے لوگوں پر جائز ہے کیونکہ بعض علماء کرام نے ان دونوں پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے بلکہ امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں۔ لیکن جمہور اہل سنّت یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کا کفر ثابت نہیں ہوا۔

امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختیٔ او کراسخن است کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند۔ بعضے از علماء اہلِ سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔

(مکتوبات شریف ص ۵۴)

یزید بے دولت صحابۂ کرام میں سے نہیں اسکی بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس بدبخت نے کیئے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا بعض علماء اہلِ سنّت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی تھے بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است۔ توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہلِ سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ کردہ اند مگر آنکہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لھب الجھنمی وامرأتہ نہ آنکہ او شایانِ لعنت نیست ان الذین یؤذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ ،

(مکتوبات شریف ص ۲۵۱)

یزید بدبخت زمرۂ فاسقین سے ہے اسکی لعنت میں توقف کرنا اہلِ سنّت کے مقررہ قاعدہ کی بنا پر ہے کہ انھوں نے شخص معیّن پر اگرچہ کافر ہو لعنت کرنا جائز نہیں کیا مگر جبکہ یقیناً معلوم کرلیں کہ اسکا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اسکی عورت۔ نہ اس لیے کہ وہ لائق لعنت نہیں بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرماتے ہیں کہ :-

بعضے در شانِ وے براہِ افراط و موالات رفتہ میگویند کہ وے بعد از انکہ باتفاق

بعض لوگ یزید کے معاملے میں براہِ افراط و دوستی کہتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کے اتفاق

مسلماناں امیر شد اطاعتش را بر امام حسین واجب شد و ندانستند کہ وے باوجود امام حسین امیر شود اتفاقِ مسلماناں کے شد۔ جماعتے از صحابہ و اولاد صحابہ خارج از اطاعت او بودند و برخے کہ حلقۂ اطاعت او بگردن انداختند چوں حالِ او از شرب خمر و ترک صلوٰۃ و زنا و استحلال محارم معائنہ کردند بمدینہ منورہ باز آمدند و خلع بیعت کردند و بعضے گویند کہ وے امر بقتل امام حسین نکردہ و نہ بداں راضی بود و نہ بعد از قتلِ وے و اہلِ بیتِ وے مستبشر شد و ایں سخن نیز باطل است قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد النسفیۃ والحق۔ الخ و بعضے دیگر گویند کہ قتل امام حسین گناہ کبیرہ است نہ کفر و لعنت خصوص بہ کفار است و نازم بر فطانت ایشاں ندانستند کہ کفر یکطرف خود ایذائے رسول الثقلین چہ ثمرہ می دارد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ و بعضے دیگر گویند کہ حالِ خاتمۂ وے

سے امیر مقرر ہوا تھا لہذا اسکی اطاعت امام حسین پر واجب تھی ایسے لوگ نہیں جانتے کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کیسے امیر ہوسکتا تھا اور اسکی امارت پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؛ صحابہ کرام کی ایک جماعت اور ان کی اولاد اسکی اطاعت سے خارج تھی۔ اور کچھ لوگ جنھوں نے اسکی اطاعت قبول کی جب انھوں نے اس کے شراب پینے۔ تارک الصلوٰۃ ہونے، زناکار ہونے اور محارم کا حلال کرنے والا ہونے کا معائنہ کیا تو مدینہ منورہ واپس آکر خلع بیعت کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا اور نہ وہ آپ کے اور آپ کے اہلِ بیت کے قتل کے بعد خوش ہوا یہ سخن بھی باطل ہے۔ علامہ تفتازانی شرح عقاید نسفیہ میں فرماتے ہیں (آگے شرح عقائد کی وہ عبارت ہے، جو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے)

اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت مخصوص بکفّار ہے ایسے لوگوں کی فطانت پر افسوس

معلوم نیست شاید کہ وے بعد از ارتکاب
ایں کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و نفس اخیر
وے بر توبہ رفتہ باشد و میل امام غزالی در احیاء
العلوم بایں طرف است و مخفی باد کہ احتمال
توبہ و رجوع از معاصی احتمالے ست و الا
آں بے سعادت آنچہ دریں امت کردہ ہیچکس
نہ کردہ باشد بعد از قتل امام حسین و اہانت
اہل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ و قتل
اہل آں فرستاد و در واقعہ حرہ تا ۳ روز مسجد
نبوی بے اذان و نماز ماند و من بعد لشکرکشی
بحرمِ مکہ معظمہ کردہ و شہادت عبداللہ بن زبیر
دریں معرکہ در عین حرمِ مکہ واقع شد و ہمچو
مشاغل شغلے می داشت کہ مرد ایں جہاں را
پاک کرد و پسرش معاویہ بر سرِ منبر زشتیٔ
حالِ پدرِ خود بیان کرد و اللہ اعلم بما
فی الضمائر و بعضے بیبا کانہ بلعن آں شقی
تجویز می سازند از سلف و اعلامِ امت
امام احمد بن حنبل و امثالِ ایشاں بروے
لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ کمال عصبیّت
در حفظِ سنّت و شریعت می دارد در کتابِ
خود لعن وَیرا از سلف منقول کردہ و علامہ

ان کو یہ نہیں معلوم کہ کفر تو دوسری چیز ہے
خود ایذائے رسول الثقلین صلّی اللہ علیہ وسلم کیا
نتیجہ و ثمرہ رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
کہ بیشک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو ایذا ر
پہنچاتے ہیں اُن پر دنیا و آخرت میں اللہ کی
لعنت ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا
عذاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمے کا حال
معلوم نہیں۔ شاید اس نے کفر و معصیت کے
ارتکاب کے بعد توبہ کر لی ہو اور اسکی آخری
سانس توبہ پر نکلی ہو۔ اور امام غزالی کا احیاء
العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور مخفی
نہ رہے کہ معاصی سے توبہ اور رجوع کا
صرف احتمال ہی احتمال ہے ورنہ اُس
بے سعادت نے اِس امّت میں جو کچھ کیا ہے
وہ کسی نے نہ کیا ہو گا۔ امام حسین کے قتل
کے بعد اہل بیت کی اہانت اور مدینہ منورہ
کے خراب کرنے اور وہاں کے رہنے والوں
کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجنا اور اس واقعۂ
حرّہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے اذان و
نماز رہی اور اس کے بعد اُس لشکر نے حرمِ
مکّہ معظّمہ پر چڑھائی کی اور اس معرکہ میں عین۔

تفتازانی بکمال جوش و خروش بر وے و براعوان و انصار وے لعنت کردہ اند، و بعضے توقف کردہ اند و براہ سکوت رفتہ اند و مسلک اسلم آنست کہ آں شقی را بمغفرت و ترحم ہرگز یاد نہ باید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص بہ کفار گشتہ زبانِ خود را آلودہ نہ باید کرد در کف لسان از لعنِ ابلیس لعین باوجود منصوصیت کفرش ہم ہیچ خطر نیست، فضلاً عن یزید البلید (مجموعۃ الفتاویٰ صفحہ ۴)

حرم کے اندر عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے (یزید) اسی قسم کے مشاغل میں مصروف تھا کہ مر گیا اور اس جہان کو پاک کر گیا اس کے بیٹے معاویہ (اصغر) نے بر سرِ منبر اس کے برے احوال بیان کئے اور پوشیدہ حالات کو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور بعض کھلم کھلا اس شقی پر لعنت کرنا جائز رکھتے ہیں سلف اور اعلام امت سے امام احمد بن حنبل اور انکی مثل اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے۔ ابن جوزی نے جو حفظِ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا سلف سے نقل کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے یزید اور اُس کے انصار و اعوان پر لعنت کی ہے اور بعض نے توقف کیا ہے اور سکوت کی راہ اختیار کی ہے اور سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت اور ترحم کے ساتھ ہرگز یاد نہ کرنا چاہیئے اور نہ ہی اس پر لعنت کر کے جو کہ عرف میں کفار کے ساتھ مختص ہے اپنی زبان کو آلودہ کرنا چاہیئے جیسا کہ ابلیس لعین کے لعن سے باوجود اس کے کہ اس کا کفر منصوص ہے زبان روکنے میں کوئی خطرہ نہیں۔ فضلاً عن یزید البلید۔"

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فَامْتَنَعَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَيْعَتِهٖ لِاَنَّهٗ كَانَ فَاسِقًا مُدْمِنًا لِلْخَمْرِ وَخَرَجَ الْحُسَيْنُ اِلٰى مَكَّةَ۔
سر الشہادتین صفحہ ۱۲

پس انکار کیا امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے کیونکہ وہ فاسق، شرابی اور ظالم تھا۔ اور امام حسین مکہ تشریف لے گئے۔

اور یہی شاہ صاحب اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:-

سوال : یزید پر لعن کرنے کے بارے میں بعض سے توقف منقول ہے تو اس بارہ میں تحقیق کیا ہے ؟

جواب : اور اِس حکم میں کہ یزید پر لعن کرنا چاہیئے یا نہیں، توقّف اس وجہ سے ہے کہ روایات متعارضہ و متخالفہ یزید پلید کے بارہ میں شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام علیہ السّلام کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپ کی شہادت سے خوش ہوا اور اُس نے اہلِ بیت اور خاندانِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اہانت کی۔ تو جن علماءٔ کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا۔ چنانچہ احمد بن حنبل اور کیا ہراسی جو فقہائے شافعیہ سے ہوئے ہیں اور دیگر علماء کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا ہے اور بعضے روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور شہادت کی وجہ سے یزید نے ابن زیاد اور اس کے اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقعہ وقوع میں آیا تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید کے لعن سے منع کیا۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء شافعیہ اور اکثر علماء حنفیہ نے یزید کے لعن سے منع کیا ہے اور بعضے علمائے کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کے روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے تو ان علماء نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب روایات میں تعارض ہووے اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لیے نہ ہو تو علماء پر یہی واجب ہے یعنی حکم دینے میں توقف کرنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ البتہ شمر و ابن زیاد پر

پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے اس واسطے کہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے راضی تھے اور آپ کی شہادت سے وہ دونوں خوش ہوئے اور اس بارہ میں روایات میں تعارض نہیں اس لیے شمر و ابن زیاد پر لعن کرنے میں علماء سے کسی نے توقف نہیں کیا بلکہ بالاتفاق سب علمائے کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بدنہاد پر لعن کرنا جائز ہے

(فتاوٰی عزیزی اردو صـ ۲۵۲/۱)

یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

اہلِ بیت کی محبّت فرائضِ ایمان سے ہے یہ لوازمِ سنّت اور محبتِ اہلِ بیت سے ہے کہ مروان علیہ اللعنۃ کو بُرا کہنا چاہیئے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیئے علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی حضرت امام حسین اور اہلِ بیت کے ساتھ کی اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیئے (فتاوٰی عزیزی اردو صـ ۲۴۲/۱)

حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :۔

بہرِ دنیا آں یزیدِ ناخلف — دینِ خود کردہ برائے او تلف

اس نالائق ناخلف یزید نے دنیا کی خاطر اپنے دین کو برباد کیا !

زالِ دنیا چوں در آمد در نکاح — کرد بر خود خونِ آں سیّد مباح

جب مکار دنیا کی بُڑھیا اس کے نکاح میں آئی تو اس نے جگر گوشۂ رسول سیّد حسین کے خون کو اپنے اوپر مباح کر لیا (مثنوی صـ ۲۰)

خاتمۃ المحققین عمدۃ المدققین مفتی بغداد العلامۃ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یزید پلید کے بارے میں فرماتے :۔

وَاَنَا اَقُوْلُ الَّذِیْ یَغْلِبُ عَلٰی ظَنِّیْ — اور میں کہتا ہوں جو میرے گمان

أَنَّ الْخَبِيثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا
بِرِسَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَّ مَجْمُوعَ مَا فَعَلَ مَعَ أَهْلِ حَرَمِ
اللهِ تَعَالَىٰ وَأَهْلِ حَرَمِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَعِتْرَتِهِ الطَّيِّبِينَ
الطَّاهِرِينَ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ
الْمَمَاتِ وَمَا صَدَرَ مِنْهُ مِنَ
الْمَخَازِي لَيْسَ بِأَضْعَفَ دَلَالَةً
عَلَىٰ عَدَمِ تَصْدِيقِهِ مِنْ إِلْقَاءِ
وَرَقَةٍ مِنَ الْمُصْحَفِ الشَّرِيفِ
فِي قَذَرٍ وَلَا أَظُنُّ أَنَّ أَمْرَهُ
كَانَ خَافِيًا عَلَىٰ أَجِلَّةِ
الْمُسْلِمِينَ إِذْ ذَاكَ وَلٰكِنْ
كَانُوا مَغْلُوبِينَ مَقْهُورِينَ
لَمْ يَسَعْهُمْ إِلَّا الصَّبْرُ
لِيَقْضِيَ اللهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا
وَلَوْ سُلِّمَ أَنَّ الْخَبِيثَ كَانَ
مُسْلِمًا فَهُوَ مُسْلِمٌ جَمَعَ مِنَ
الْكَبَائِرِ مَا لَا يُحِيطُ بِهِ نِطَاقُ
الْبَيَانِ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَىٰ جَوَازِ

پر غالب ہے کہ وہ خبیث نبی پاک صلّی
اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی تصدیق کرنے
والا نہیں تھا۔ بیشک اس کا مجموعی عمل جو
اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ
وسلّم کے حرم پاک کے رہنے والوں کے ساتھ
کیا اور نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طیّب و
طاہر عترت یعنی اولاد کے ساتھ ان کی زندگی
اور انکی وفات کے بعد جو کچھ روا رکھا
اور جو کچھ اس سے ذلت آمیز افعال صادر
ہوئے ہیں یہ زیادہ دلالت کرنے والے
ہیں اسکی عدم تصدیق پر اس شخص کے عمل
سے کہ جس نے قرآن پاک کے اوراق کو
نجاست میں پھینکا[1] اور میں یہ گمان نہیں
کرتا کہ اس کا حال اس وقت کے جلیل القدر
مسلمانوں پر مخفی تھا۔ لیکن وہ مغلوب و مقہور
تھے اور ان کے لیے سوائے صبر کے اور
کوئی چارہ کار نہ تھا (لِيَقْضِيَ اللهُ أَمْرًا
كَانَ مَفْعُولًا) تاکہ تقدیر الٰہی پوری ہو کر
رہے۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ خبیث
مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا کہ اس نے

---

[1] تمام فقہا نے لکھا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کے اوراق کو نجاست میں پھینکے وہ کافر ہے ۔ المؤلف

لَعْنِ مِثْلِہٖ عَلَی التعیُّن وَ لَولَمْ یَتَصَوَّر ان یَکُونَ لَہٗ مِثْلٌ مِنَ الْفَاسِقِیْنَ وَ الظَّاهِرُ اَنَّهٗ لَمْ یَتُبْ وَ احْتِمَالُ تَوْبَتِہٖ اَضعفُ مِنْ اِیْمَانِہٖ وَ یُلْحَقُ بِہٖ ابْنُ زِیَادٍ وَ ابْنُ سَعْدٍ وَ جَمَاعَۃٌ فَلَعْنَۃُ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ وَ عَلٰی اَنْصَارِهِمْ وَ اَعْوَانِهِمْ وَ شِیْعَتِهِمْ وَ مَنْ مَّالَ اِلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن مَا دَمَعَتْ عَیْنٌ عَلٰی اَبِی عَبْدِ اللہِ الْحُسَیْن ۔	اپنے لیے اتنے کبیرہ گناہ جمع کر لیے تھے کہ احاطۂ بیان سے باہر ہیں اور میرے نزدیک یزید جیسے شخص معیّن پر لعنت کرنا جائز و درست ہے۔ اگرچہ اس جیسا کوئی فاسق بھی متصوّر نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اسکی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی کمزور ہے۔ یزید کے ساتھ ابن زیاد۔ ابن سعد۔ اور اسکی جماعت کو بھی لاحق و شامل کیا جائے گا پس اللہ عزّوجلّ کی لعنت ہو ان سب پر اور انکے اعوان و انصار پر اور انکے گروہ پر اور جو بھی انکی طرف مائل ہو قیامت تک اور اس وقت تک کہ کوئی بھی آنکھ ابو عبد اللہ حسین رضی اللہ عنہ پر آنسو بہائے۔
تفسیر روح المعانی ص ۶۶ / ۲۶	

یہی محقّق، مدقّق مفسّر علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان اور بغض رکھنا علامتِ نفاق ہے۔ چنانچہ امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (حضرت) علی سے فرمایا اے علی

لَا یُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ نسائی شریف	تجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

حضرت ذر بن جیش فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

وَاللهِ الَّذِی فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَءَ النَّسَمَۃَ اِنَّہٗ لَعَھِدَ النَّبِی صَلَّے اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیَّ اَنْ لَّا یُحِبَّنِی اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُنِی اِلَّا مُنَافِقٌ

قسم ہے اس ذات کی جو دانے کو پھاڑ کر درخت پیدا کرتا ہے اور آدمی کو ظاہر فرماتا ہے مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عہد ہے کہ مجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

احمد، ترمذی۔ نسائی۔ مسلم

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

فَیَالَیْتَ شِعْرِی مَاذَا تَقُوْلُ فِی یَزِیْدَ الطَّرِیْدِ اَکَانَ یُحِبُّ عَلِیًّا کَرَّمَ اللهُ تَعَالیٰ وَجْھَہٗ اَمْ کَانَ یُبْغِضُہٗ وَلَا اَظُنُّکَ فِی رِیْبَۃٍ مِنْ اَنَّہٗ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ کَانَ یُبْغِضُہٗ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَشَدَّ الْبُغْضِ وَکَذَا یُبْغِضُ وَلَدَیْہِ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ عَلٰی جَدِّھِمَا وَاَبَوَیْھِمَا وَعَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کَمَا تَدُلُّ عَلٰی ذٰلِکَ الْآثَارُ الْمُتَوَاتِرَۃُ مَعْنًی وَحِیْنَئِذٍ لَامَجَالَ لَکَ عَنِ الْقَوْلِ بِاَنَّ اللَّعِیْنَ کَانَ مُنَافِقًا (روح المعانی پ ۲۶)

(اے مخاطب) تو کیا کہے گا یزید مردود کے بارے میں کیا وہ (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ سے محبت رکھتا تھا یا بغض، میں گمان کرتا ہوں کہ تو اس میں شک وشبہ نہ کرے گا وہ یزید علیہ اللعنہ حضرت علی کے ساتھ سخت بغض وعداوت رکھتا تھا اور اسی طرح ان کے دونوں بیٹوں حسن و حسین کے ساتھ بھی بغض وعداوت رکھتا تھا جیسا کہ معنوی طور پر احادیثِ متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں تو پھر تیرے لیے ضروری ہے یہ کہنا کہ وہ لعین منافق تھا

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ کُفْرُ یَزِیْدُ وَمَنْ مَعَہٗ بِمَا اَنْعَمَ اللهُ عَلَیْھِمْ وَانْتَصَبُوْا الْعَدَاوَۃَ اٰلِ

یزید اور اس کے ساتھیوں نے اس نعمت کا کفر کیا جو اللہ نے ان پر کی تھی اور نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّمَ
وَقتلوا حُسَيناً رَضِيَ اللّٰه
عَنه ظُلماً و كفرًا يزيدُ
بدِينِ مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَليه
وَسلّم حتّى انْشَدَ ابْيَاتًا حِينَ
قَتلَ حُسَيناً رَضِيَ اللّٰه
عَنه مَضمُونُها ابن
اشياخي يَنظُرُونَ انتقامي
بآلِ مُحَمَّد و بَنِي هَاشم
و آخر الْاَبيَات ؎
وَلستُ مِنْ جندبٍ ان لم
انْتقِم، مِنْ بَنِي احمدَ
مَاكَان فعل و ايضا
احلّ الخمرُ و قال ؎ مُدام
كنزٍ في اناء كفضّة و ساقٍ
كبد مع مُدام كنجمٍ و شمسُه
كرم بُرجُها قَعرُها و مشرقها
الساقي و مغربها فمي فان حرّمت
يَوما على دينِ احمد فخذها على دينِ
المَسيح بنِ مَريم ۔ تفسیر مظہری ص ۲۱/۵

صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آل کی عداوت میں
کھڑے ہو گئے اور انھوں نے حضرت حسین
رضی اللہ عنہ کو ظلم سے شہید کیا اور یزید نے
دینِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ کفر کیا
یہاں تک کہ اُس نے حضرت حسین رضی اللہ
عنہ کے قتل کے وقت یہ اشعار کہے کہاں
ہیں میرے بزرگ کہ وہ میرا بدلہ لینا دیکھ
لیں آلِ محمد اور بنی ہاشم سے" اور آخری
شعر یہ ہے "مَیں جندب کی اولاد میں سے
نہیں ہوں گا اگر مَیں احمد کی اولاد سے
بدلہ نہ لوں جو کچھ انھوں نے کیا۔" نیز اس
نے شراب کو حلال کیا اور شراب کے بارے
میں اس کے یہ اشعار ہیں: "شراب کا خزانہ ایسے
برتن میں ہے جو کہ مثل چاندی کے ہے اور
انگور کی شاخ انگوروں کے ساتھ لدی ہوئی
ہے جو کہ مثل ستاروں کے ہیں انگور کی بیل
کی گہرائی آفتاب کے برج کے قائم مقام ہے
اس آفتاب (شراب) کا مشرق ساقی کا ہاتھ
ہے اور (شراب) کے غروب ہونے کی جگہ میرا منہ
ہے۔ پس اگر یہ شراب دینِ احمد میں ایک
دن حرام ہوئی ہے تو اے مخاطب! تو اسکو مسیح ابنِ مریم کے دین پر لے لے یعنی حلال سمجھ۔

اور یہی قاضی صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں :-

غرضیکہ کفر بر یزید از روایت معتبرہ ثابت می شود پس او مستحق لعن است اگرچہ در لعن گفتن فائدہ نیست لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ مقتضی انست ۔ واللہ اعلم ، (مکتوبات صہ ۲)

غرضیکہ یزید کا کفر معتبر روایت سے ثابت ہے۔ پس وہ مستحق لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن الحبّ فِی اللہ والبُغض فِی اللہ اس کا مقتضی ہے۔

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

" اس طائفہ حائفہ خصوصًا اُن کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ ہاں یزید مَرید اور ان کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم و فسق متواتر مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجۂ تواتر پر ہیں۔" (الکوکبۃ الشہابیہ صہ)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

"کہ یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کریں گے اور خود نہ کہیں گے۔" (الملفوظ صہ)

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

" اس خبیث (یزید) نے مسلم بن عقبہ مری کو مدینۂ سکینہ پر بھیج کر ستّرہ سو مہاجرین و انصار و تابعین کبار کو شہید کرایا اور اہلِ مدینہ لُوٹ اور قتل اور انواع مصائب میں مبتلا رہے اور فوج اشقیاء نے مسجد اقدس میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں نماز نہ پڑھنے دی۔ اہلِ حرم سے یزید کی غلامی پر بہ جبر بیعت لی کہ چاہے بیچے چاہے آزاد کرے۔ جو کہتا ہیں خدا و رسول کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کرتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کی بے حرمتی کر چکے خانۂ خدا پر چلے۔ راہ میں مسلم بن عقبہ مرگیا

حصین بن نمیر نے مع فوج کثیر مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کو جلا دیا اور وہاں کے رہنے والوں پر طرح طرح کا ظلم و ستم کیا۔" (احسن الوعار صـ۵۲)

چوتھے مقام پر فرماتے ہیں :-

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنّت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمانِ اللہ و رسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں ؟

الجواب :- یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہلِ سنت کے تین قول ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی۔ اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکامِ شریعت صـ۸۹) پانچویں مقام پر فرماتے ہیں :-

سوال ! کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید فاسق فاجر نہ تھا اس کو بُرا نہ کہا جائے اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اس کے وہاں نہ جانا چاہیئے تھا کیوں گئے اور یہ ملکی جنگ تھی۔

الجواب :- یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماعِ اہلِ سنت فاسق فاجر و جری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پہ ائمہ اہلِ سنّت کا اطباق و اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین و خود کعبۂ معظمہ و روضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی۔ مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے۔ کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے۔ غلاف شریف پھاڑا اور جلایا مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنیں پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوانِ مبارک چور ہو گئے۔ سرِ انور کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے۔ اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن کریم میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا۔ لہذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر۔ اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ اور توبہ تادمِ غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہبِ اہلِ سنّت کے خلاف ہے اور ضلالت و بد دینی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبتِ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمہ ہو وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہلِ سنّت کا عدو و عنود ہے۔ ایسے گمراہ بد دین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے۔

اسکی غایت اسی قدر تو کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی دشت کشی کر کے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو اُن کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضیٰ اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کا دل دُکھا چکا ہے۔ اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے، وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○ واللہ تعالیٰ اَعْلَم (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(عرفانِ شریعت ص۳۱)

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے ریحانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت، آجکل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں اُن کے مقابلہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود خارجی، ناصبی، مستحقِ جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علماءِ اہلِ سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔ (بہار شریعت ص۴۲)

اس سلسلے میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال :۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت محض تقلیداً للشیعہ حضرات اہلِ سنت والجماعت مانتے ہیں یا اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور محض شیعوں کی تقلید سے یہ بات مانی جاتی ہے کیونکہ صرف جان دینا شہادت نہیں بلکہ جان دینا واسطے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے شہادت ہے (کما قالَ علیہ الصلوٰۃُ والسلام مَن قاتَلَ فِی سَبیلِ اللّٰہِ لتکُونَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ العُلیا) اور کربلا کے معرکہ میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے وہاں تو صرف یہ بات تھی کہ یزید کے لشکر نے بحکم یزید یہ چاہا کہ آپ یزید کی سلطنت میں داخل

ہو جائیے اور یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کر لیجئے! مگر امام حسین نے یزید کو بادشاہ وقتی نہیں تسلیم کیا اور صاف انکار کر کے یہ فرمایا (ماعندی لھذا جواب) پس ایسی صورت میں یزید کے لشکر اگر سیاست سے کام نہ لیتے تو کیا کرتے۔ کیونکہ اسلام میں بھی تو سیاسی احکام موجود ہیں اور سیاست کا اقتضا تو یہی ہے کہ جو کوئی بادشاہ وقتی کی سلطنت سے انکار کرے اور بادشاہ کا مدّمقابل بننا چاہے تو اس کو مار ڈالو۔ چنانچہ صحاح ستّہ میں تقریباً انہیں الفاظ کی حدیث ہے۔ (اذا اجتمع امرکم احد ثم جاء الآخر یدعی الامر فاضربوا عنقہ) یعنی جبکہ امر سلطنت کسی ایک پر مجتمع ہو اور سلطنت کی باگ کسی ایک کے قبضہ میں آوے اور اس کے بعد کوئی دوسرا شخص مدِمقابل بننا چاہے تو اسکی گردن مارو۔ اور اس میں شک نہیں کہ احکامِ شریعت عام ہیں۔ اہلِ بیت وغیرہ سب اس میں یکساں شامل ہیں۔ پس اگر یزید کے لشکر نے اس حدیث پر عمل کیا اور امام حسینؓ جو ان کے مدِمقابل بننا چاہتے تھے تو انہوں نے کیا بے جا کیا؟ کیونکہ امام حسینؓ مکہ معظمہ سے اسی خیال پر گئے تھے کہ تخت نصیب ہوگا باوجودیکہ ابن عباس وغیرہ تجربہ کار صحابہ کرام ان کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ اہلِ کوفہ کے خطوط پر نہ اعتماد کیجئے مگر امام حسین نے نہیں مانا اور اہلِ کوفہ نے جو متعدد خطوط ان کو لکھے تھے کہ آپ آئیے جب آپ تشریف لائیں گے تو ہم سب تمہارے ساتھ ہو جائیں گے اور یزیدیوں کو نکال کر آپ کو تخت پر بٹھائیں گے چنانچہ آپ نے اُن کے خطوط پر بھروسا کیا اور گئے مگر اہلِ کوفہ نے وفا نہیں کی اور کسی نے ساتھ نہیں دیا اور اس لیے (کوفی لایوفی) مشہور ہوا۔ چونکہ یزیدیوں کو خبر لگی کہ امام حسین ہمارے مدِمقابل بننے کے لیے آئے۔ اس لیے انھوں نے یہ چالاکی کی کہ آپ کو کوفہ میں آنے ہی نہیں دیا بلکہ راہ میں اور فراط کے اس پار آپ کو روک دیا۔ طرح طرح کی کوشش کی کہ امام حسین یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کریں اور قتال کی نوبت نہیں آئے۔ چنانچہ پانی بند کیا اور قسم قسم کی تکالیف دیں تاکہ امام صاحب کسی طرح مان جائیں اور قتال کا موقع درمیان

میں نہ آئے۔ جب یزیدی مجبور ہوئے تو انھوں نے عملاً بالحدیث المذکور سیاست سے کام لیا۔ پس شہادت کیوں ہوئی اور یہ بھی نہیں کہا جاتا کہ یزید کو بادشاہ تسلیم کرنا ناجائز تھا۔ اس لیے امام حسین نے تسلیم نہیں کیا۔ اور جان دے دی۔ کیونکہ یزید کو بہت سے صحابہ کرام نے بادشاہِ وقت مان لیا تھا اور اُن میں سے بہت ایسے بھی تھے جو مرتبے میں بحکم قرآن امام حسین سے بڑے تھے (قال اللہ تعالیٰ لَا یَسْتَوِی مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا) یعنی فتح سے قبل جنھوں نے جہاد مالی و نفسی کیا ہے ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے ان لوگوں سے جنھوں نے بعد فتحِ مکہ کے جہاد مالی و نفسی کئے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ امام حسین و نیز امام حسن نے نہ جہاد مالی اور نہ نفسی قبل فتحِ مکہ کئے کیونکہ یہ دونوں حضرات تو قبلِ فتحِ مکہ کے کم سن بچے تھے۔ پس وہ اصحاب کرام جنھوں نے قبل فتحِ مکہ کے جہاد مالی و نفسی کئے ہیں بحکم قرآن مرتبے میں بڑے ہوئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حضرات صحابہ میں سے بہت سے یزید کی سلطنت میں شامل تھے اور اس کو بادشاہِ وقت تسلیم کر لیا تھا۔ اس لیے یہ کہنا بھی غیر ممکن ہے کہ یزید کو بادشاہِ وقت ماننا گناہ کبیرہ تھا اور اس حدیث پر (لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ) امام حسین نے عمل کیا اور جان دے دی۔ کیونکہ اگر ایسا مانا جائے گا تو ان صحابہ پر فسق کا الزام عائد ہوگا۔ جس کو کوئی سُنّی کہہ نہیں سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کرنا گناہ نہ تھا کیونکہ یزید دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو فاسق مسلمان مانا جائے گا یا کافر مانا جائے گا۔ اگر کافر بھی مانا جائے گا تو کافر کی اطاعت بھی فی غیر معصیتہ در وقت مجبوری جائز ہے۔ (قال اللہ تعالیٰ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعۂ کربلا میں یزید کے غلبہ کو دیکھ کر ضرور یہ کہنا صحیح ہے کہ امام حسین کو اس آیت

پر عمل کرنا ضرور جائز تھا مگر انھوں نے کیوں عمل نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی شان میں وارد ہے (سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ) کیونکہ اس سے اور شہادت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ حدیث بھی بہ تقدیرِ صحت کے بطورِ عموم کے قابل نہیں کیونکہ صحابۂ کرام میں سے بہت سے شباب ہوں گے جو (مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ) میں داخل ہیں۔ پس ان کا مرتبہ یقیناً حسین سے بڑا ہے اور یہ بھی نہیں کہ شہادت پر اجماع ہے کیونکہ اجماع کے لیے سند درکار ہے (واین ھُو) یہ البتّہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ امام حُسین سے غلطی اجتہادی ہوئی اس لیے انھوں نے جان دے دی مگر اس میں میرا کلام نہیں کلام تو اس میں ہے کہ ہم لوگ کس دلیل کی بنا پر ان کو شہید سمجھیں گے۔ کیونکہ مجتہد کی غلطی صرف ان کے حق میں کام آنے والی ہے کہ کم از کم ایک اجر اُن کو ملا۔ غیروں کے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔ فقط۔ جناب کی عادتِ شریفہ یہ ہے کہ ضرور جواب دیتے ہیں مگر نہ معلوم کس وجہ سے مجھے جواب نہیں دیتے ہیں بہرحال ملتمس ہوں کہ جواب سے ارشاد فرمائیے۔ جواب تفصیلی ہو تاکہ دوبارہ تکلیف دہی کی نوبت نہ آئے۔ فقط۔

جواب:- یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا۔ حضرت امام نے ناجائز سمجھا۔ اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں پس ہم اسی بنائے مظلومیت پر اُن کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا یہی تھی۔ اور مسلّط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلّط ہونا کب جائز ہے۔ خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا

کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہلِ حل وعقد کسی کو خلیفہ بناتے۔ (امداد الفتاوٰی صـ۵)

ف! سائل نے اپنے سوال میں جو شبہات وارد کئے ہیں ان کا تفصیلی جواب اس کتاب کے گزشتہ اور آئندہ صفحات میں بفضلہٖ تعالیٰ قارئین کو واضح طور پر مل جائے گا۔ اس فتوٰی کے نقل کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ جناب تھانوی صاحب کے نزدیک یزید کی حیثیت کیا ہے اور آج بعض دیوبندی کہلانے والے یزید کو کیا سمجھ رہے ہیں۔ اور سنئے ایک سوال کے جواب میں یہی تھانوی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

فی الحقیقت واقعہ جانکاہ جناب سید الشہدار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ و عن احبابہٖ و سخط علیٰ قاتلیہٖ و اعدائہٖ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان وحور و ملک و جن و انس و جمادات و نباتات و حیوانات قیامت تک یہ کہہ کر رو دیں کہ ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مصائبٌ لَوْ اَنَّھا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

تو بھی تھوڑا ہے مگر خیال کرنے کی بات ہے کہ جنکی محبت میں رو دیں پیٹیں تو جو حرکات ان کے خلافِ طبع ہوں ان کا ارتکاب ان حضرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت عداوت کرنا ہے۔ (بقدرِ ضرورت) فتاوٰی اشرفیہ صـ۴

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:۔

بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کفِ لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتلِ حسین کو حلال جاننا کفر ہے۔ مگر یہ امر کہ یزید حلال قتل کو جانتا تھا محقق نہیں لہذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا۔ (فتاوٰی رشیدیہ صـ۷)

یہی گنگوہی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو محقق اخبار سے

اور قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ اِن مفاسد سے راضی و خوش تھا اور ان کو مستحسن اور اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یونہی ہے۔ اور جو علماء اس میں تردّد رکھتے ہیں کہ اوّل میں وہ مومن تھا اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔ لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیثِ منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔ پس جوازِ لعن و عدمِ جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے۔ کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:۔

بالجملہ بر اصول اہل سنت حال یزید بہ نسبت سابق متبدل شود نزد بعض کافر شد و نزد بعض کفرِ او متحقق نہ گشت۔ اسلام سابق مخلوط بفسق لاحق شد۔ اگر حضرت امام کافرش پنداشتند در خروج بر وے چہ خطا کردند۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ راہمیں خاطر پسند خاطر افتاد مگر چنانکہ ممکن است کہ کفر کسے نزدیک متحقق شود و نزد دیگراں نشود ہمچنیں خروج برو در حق ایں و آں مختلف خواہد بود۔ اتفاق در تکفیر و تفسیق و تعدیل و تجریح کسے از ضروریات دینی یا از بدیہات

الحاصل اہلِ سنّت کے اصول پر یزید کی پہلی حالت بدل گئی۔ بعض کے نزدیک وہ کافر ہوگیا اور بعض کے نزدیک اس کا کفر محقق نہ ہوا بلکہ اس کا پہلا اسلام فسق کے ساتھ مخلوط ہوگیا۔ اگر امام حسین نے اسکو کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں کیا غلطی کی؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہی بات پسند آئی چنانچہ ممکن ہے کہ کسی کا کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت ہو اور دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو۔ اسی طرح اس پر خروج کرنے میں بھی اختلاف ہوجائیگا اور تکفیر، تفسیق، تعدیل اور تجریح

عقل نیست۔ وغیرہ میں کسی کا اتفاق کرنا ضروریاتِ دینی یا
(مکتوبات شیخ الاسلام صـ ۲۵۸/۱) بدیہات عقلی میں سے نہیں ہے۔

مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں :۔

بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں۔ خواہ مبائعین ہوں یا مخالفین۔ پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین محدثین فقہاء مثل علامہ قسطلانی۔ علامہ بدرالدین عینی۔ علامہ ہیتمی۔ علامہ ابن جوزی۔ علامہ سعد الدین تفتازانی۔ محقق ابن ہمام۔ حافظ ابن کثیر۔ علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں ۔ تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟

(شہیدِ کربلا اور یزید صـ ۱۸۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :۔

فسق تو فسق بعض ائمہ کے یہاں تو یزید کی تکفیر تک کا مسئلہ بھی زیرِ بحث آگیا یعنی جن کو ان کے قلبی دواعی اور اندرونی جذبات کھلنے پر ان کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اس پر کفر تک کا حکم لگا دیا گو یا جمہور کا مسلک نہیں لیکن اس سے کم از کم اس کے فسق کی تصدیق اور تائید تو ضرور ہو جاتی ہے۔ (شہید کربلا اور یزید صـ ۱۲۳)

غیر المقلدین کے امام نواب صدیق حسن خانصاحب فرماتے ہیں :۔

ابن عباس کہتے ہیں میں نے حضرت ﷺ کو خواب میں وقت دوپہر کے پریشاں موئے گرد آلودہ دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی اس میں خون تھا میں نے کہا اے رسولِ خدا یہ کیا ہے فرمایا خون ہے حسین رضی اللہ عنہ اور اصحابِ حسین رضی اللہ عنہ کا میں اسکو پاس اللہ عزّوجلّ کے لیے جاتا ہوں۔ بعد چند روز کے خبر آئی کہ وہ اوسی دن اوسی گھڑی مارے گئے رواہ البیہقی لوگوں نے جنات کا نوحہ حسین رضی اللہ عنہ پر سنا کما اخرجہ ابو نعیم وغیرہ۔ اور بہت سے لوگوں نے ذکر

کیا ہے کہ جب ان کے سر شریف کو پاس یزید بن معاویہ کے لے چلے راہ میں ایک جگہ اترے وہاں ایک بت خانہ تھا وہاں قیلولہ کیا اس کی دیوار پر لکھا پایا ؎

اَتَرْجُوْا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

مقریزی نے خطط میں ذکر کیا ہے کہ جب حسینؓ مارے گئے آسمان رویا۔ اس کا رونا یہی سرخی فلک کی ہے عطا نے اس آیت میں فَمَا بَکَتْ عَلَیْھِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ کہا ہے بکاؤھا حمرۃ اطرافھا زہری نے کہا ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ دن قتل حسین کے کوئی پتھر احجار بیت المقدس میں کا نہیں اٹھایا گیا لیکن نیچے اس کے خون سرخ تازہ نکلا اور دنیا تین دن تک تاریک رہی لشکر حسینؓ کے اونٹوں کو نحر کر کے پکایا تھا وہ علقم کی طرح ہو گئے کوئی شخص اُن کا گوشت نہ کھا سکا اور آسمان سے خون برسا انکی ہر شے خون آلودہ ہو گئی انتہیٰ۔ زہری نے کہا قاتلان حسین میں سے کوئی شخص نہ بچا لیکن آخرت سے پہلے دنیا میں بھی معاقب ہوا یا تو مارا گیا یا رُوسیاہ ہو گیا یا اسکی خلقت متغیر ہو گئی یا مدت یسیر میں اس کا ملک زائل ہو گیا۔ سبط ابن الجوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی فقط اس معرکہ میں حاضر ہوا تھا وہ اندھا ہو گیا اس سے پوچھا کیا سبب ہے کہا میں نے حضرتؐ کو دیکھا کہ ذراع برہنہ کئے ہوئے ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہیں اور ایک نطع ہے اور اس پر دس نفر جنھوں نے حسینؓ کو قتل کیا تھا مذبوح پڑے ہیں پھر مجھ پر لعنت کی اور برا کہا اور ایک سلائی خونِ حسینؓ کی میری آنکھوں میں پھیر دی میں صبح کو اندھا اٹھا یہ بھی سبط ابن الجوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سر مبارک حسین کو گردن اسپ سے لٹکایا تھا بعد چند روز کے وہ قار سے بھی زیادہ سیاہ رُو ہو گیا اور بہت بُری حالت پر مرا ایک شخص نے یہ حکایت سُنکر انکار کیا آگ لپک کر اس کے بدن میں جا لگی اور اس کو جلا دیا (تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشر۔ ص۴۹)

ابنِ عباس کہتے ہیں اللہ نے حضرتؐ کو وحی کی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے عوض

ستر ہزار قتل کئے اور میں عوض تمھارے نواسے کے دو بار ستّر ستّر ہزار قتل کروں گا ۔
اخرجه الحاکم وصححه وقال الذهبی فی التلخیص علی شرط مسلم
حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ایک طریق ضعیف سے آیا ہے کہ علی نے رفعا کہا ہے کہ قاتل
حسین ایک تابوت نار میں ہے اسکو نصف عذاب اہل دنیا کا ہوتا ہے۔ سیوطی نے محاضرات
و محادرات میں کہا ہے کہ کوفہ میں ایک سال چیچک ہوئی ڈیڑھ ہزار ذریت ان لوگوں کی
جو حاضر و قاتل حسین تھے اندھی ہو گئی نسائل اللہ العافیۃ ۔

ف : قصۂ شہادت امام حسین کا تفصیل وار بروایات صحیحہ کتاب سرالشہادتین
میں لکھا ہے اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیئے۔ لعن یزید میں اختلاف ہے ایک گروہ اہل
علم کے نزدیک امر و رضا یزید در بارۂ قتل امام ثابت نہیں ہے وہ لعن سے منع کرتے
ہیں۔ غزالی وغیرہ کا میل اسی طرف ہے وہ کہتے ہیں ابلیس بالاجماع ملعون ہے لیکن
اس پر لعنت کرنا مطلوب نہیں ہے اور نہ یہ لعنت کوئی عبادت وفضیلت رکھتی ہے یزید
جانے اور اللہ جانے ۔ دوسرا گروہ جس کے نزدیک یہ فعل یزید کا تھا وہ لعن کو جائز
کہتا ہے تفتازانی اسی طرف گئے ہیں اور کہا ہے نحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه
لعنة الله علیه وعلی انصاره واعوانه ۔ راجح یہی ہے کہ سکوت افضل ہے اس
شغل سے رہا یہ فقرہ بعض اشخاص کا کہ قتل الحسین بسیف جده سو اس سے اہل ایمان
کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہے مجرد وسوسۂ خاطر
ہے۔ (تشریف البشر صہ ۵۳)

جناب ابوالاعلیٰ مودودی سابق امیر جماعت اسلامی لکھتے ہیں :-

یزید کے دور میں تین ایسے واقعات ہوئے جنھوں نے پوری دنیائے اسلام کو
لرزہ براندام کر دیا ۔

پہلا واقعہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ بلاشبہ وہ اہل عراق

کی دعوت پر یزید کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ اور یزید کی حکومت انھیں برسر بغاوت سمجھتی تھی۔ ہم اس سوال سے تھوڑی دیر کے لیے قطع نظر کئے لیتے ہیں کہ اصول اسلام کے لحاظ سے حضرت حسین کا یہ خروج جائز تھا یا نہیں۔ اگرچہ انکی زندگی میں اور ان کے بعد صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک شخص کا بھی یہ قول ہمیں نہیں ملتا کہ ان کا خروج ناجائز تھا اور وہ ایک فعل حرام کا ارتکاب کرنے جا رہے تھے۔ صحابہ میں سے جس نے بھی ان کو نکلنے سے روکا وہ اس بنا پر تھا کہ تدبیر کے لحاظ سے یہ اقدام نامناسب ہے۔ تاہم اس معاملہ میں یزید کی حکومت کا نقطۂ نظر ہی صحیح مان لیا جائے تب بھی یہ تو امر واقعہ ہے کہ وہ کوئی فوج لیکر نہیں جا رہے تھے۔ بلکہ ان کے ساتھ ان کے بال بچے تھے اور صرف ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے۔ اسے کوئی شخص بھی فوجی چڑھائی نہیں کہہ سکتا ان کے مقابلہ میں عمر بن سعد بن ابی وقاص کے تحت جو فوج کوفہ سے بھیجی گئی تھی اسکی تعداد ۴ ہزار تھی۔ کوئی ضرورت نہ تھی کہ اتنی بڑی فوج اس چھوٹی سی جمعیت سے جنگ ہی کرتی اور اسے قتل کر ڈالتی وہ اسے محصور کر کے بآسانی گرفتار کر سکتی تھی۔ پھر حضرت حسین نے آخر وقت میں جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ یا تو مجھے واپس جانے دو یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو یا مجھ کو یزید کے پاس لے چلو۔ لیکن ان میں سے کوئی بات بھی نہ مانی گئی اور اصرار کیا گیا کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد (کوفہ کے گورنر) ہی کے پاس چلنا ہوگا۔ حضرت حسین اپنے آپ کو ابن زیاد کے حوالہ کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ کیونکہ مسلم بن عقیل کے ساتھ جو کچھ وہ کر چکا تھا وہ انھیں معلوم تھا آخر کار ان سے جنگ کی گئی۔ جب ان کے سارے ساتھی شہید ہو چکے تھے اور وہ میدان جنگ میں تنہا رہ گئے تھے اسوقت بھی ان پر حملہ کرنا ہی ضروری سمجھا گیا اور جب وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے اسوقت ان کو ذبح کیا گیا۔ پھر ان کے جسم پر جو کچھ تھا وہ لوٹا گیا حتّٰی کہ ان کی لاش پر سے کپڑے تک اتار لیے گئے اور اس پر گھوڑے دوڑا کر اسے روندا گیا۔ اس کے بعد ان کی قیام گاہ کو لوٹا گیا اور خواتین کے جسم

پر سے چادریں تک اتار لی گئیں۔ اس کے بعد اُن سمیت تمام شہدائے کربلا کے سر کاٹ کر کوفے لے جائے گئے اور ابن زیاد نے نہ صرف برسرعام انکی نمائش کی بلکہ جامع مسجد میں ممبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا اَلْحَمدُ للّٰہِ الَّذِی اَظہَرَ الحقَ وَ اَھلَہٗ وَ نَصرَ امیرَ المُؤمِنِینَ یَزِیْدَ وَحِزبَہٗ وقَتلَ الکَذابَ ابن الکذابَ الحُسینَ بن علی وَ شِیعَتَہٗ۔ پھر سارے سر یزید کے پاس دمشق بھیجے گئے اور اس نے بھرے دربار میں انکی نمائش کی (اس پوری داستان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الطبری ج ۴ ص ۳۰۹ تا ۳۵۶۔ ابن الاثیر ج ۳، ص ۲۸۲ تا ۲۹۹۔ البدایہ ج ۸، ص ۱۷۰ تا ۲۰۴۔)

فرض کیجئے کہ حضرت حسین یزید کے نقطۂ نظر کے مطابق برسر بغاوت ہی تھے، تب بھی کیا اسلام میں حکومت کے خلاف خروج کرنیوالوں کے لیے کوئی قانون نہ تھا؟ فقہ کی تمام مبسوط کتابوں میں یہ قانون لکھا ہوا موجود ہے مثال کے طور پر صرف ہدایہ اور اسکی شرح فتح القدیر، باب البغاۃ میں اسکو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس قانون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ ساری کارروائی جو میدان کربلا سے لیکر کوفے اور دمشق کے دربار تک کی گئی اس کا ایک ایک جز قطعاً حرام اور سخت ظلم تھا۔ دمشق کے دربار میں جو کچھ یزید نے کیا اور کہا اس کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ لیکن ان سب روایتوں کو چھوڑ کر ہم یہی روایت صحیح مان لیتے ہیں کہ وہ حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کے سر دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں حسین کے قتل کے بغیر بھی تم لوگوں کی طاعت سے راضی تھا۔ اللہ کی لعنت ہو ابن زیاد پر، خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو حسین کو معاف کر دیتا اور یہ کہ خدا کی قسم اے حسین میں تمھارے مقابلے میں ہوتا تو تمھیں قتل نہ کرتا۔ پھر یہ بھی سوال لازماً پیدا ہوتا ہے کہ اس ظلم عظیم پر اس نے اپنے سر پھرے گورنر کو کیا سزا دی؟ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس نے ابن زیاد کو نہ کوئی سزا دی۔ نہ اسے معزول کیا نہ اسے ملامت ہی کا کوئی خط لکھا اسلام تو خیر بدرجہا بلند چیز ہے۔ یزید میں اگر انسانی

شرافت کی بھی کوئی رمق ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتحِ مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا اور اسکی حکومت نے ان کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

اس کے بعد دوسرا سخت المناک واقعہ جنگ حرّہ کا تھا جو ۶۳ھ کے آخر اور خود یزید کی زندگی کے آخری ایام میں پیش آیا اس واقعہ کی مختصر روداد یہ ہے کہ اہل مدینہ نے یزید کو فاسق و فاجر اور ظالم قرار دیکر اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کے عامل کو شہر سے نکال دیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سربراہ بنا لیا۔ یزید کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ المری کو (جسے سلف صالحین مُسرف بن عقبہ کہتے ہیں) ۱۲ ہزار فوج دیکر مدینہ پر چڑھائی کے لیے بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ تین دن تک اہل شہر کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دیتے رہنا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا اور جب فتح پالو تو تین دن کے لیے مدینہ کو فوج پر مباح کر دینا۔ اس ہدایت پر یہ فوج گئی۔ جنگ ہوئی۔ مدینہ فتح ہوا اور اس کے بعد یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لیے فوج کو اجازت دے دی گئی کہ شہر میں جو کچھ چاہے کرے ان تین دنوں میں شہر کے اندر ہر طرف لوٹ مار کی گئی۔ شہر کے باشندوں کا قتل عام کیا گیا۔ جسمیں امام زہری کی روایت کے مطابق سات سو معززین (صحابہ) اور دس ہزار کے قریب عوام مارے گئے۔ اور غضب یہ ہے کہ وحشی فوجیوں نے گھروں میں گھس گھس کر بے دریغ عورتوں کی عصمت دری کی۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حتی قیل انہ حملت الف امرۃ فی تلک الایام من غیر زوج (کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں (اس واقعہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو الطبری ج ۴۔ ص ۳۷۲ تا ۳۷۹۔ ابن الاثیر ج ۳ ص ۳۱۰ تا ۳۱۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹ تا ۲۲۱) بالفرض اہلِ مدینہ کی بغاوت ناجائز ہی تھی مگر کیا کسی باغی مسلمان آبادی بلکہ غیر مسلم باغیوں اور حربی کافروں کے ساتھ بھی

اسلامی قانون کی رُو سے یہ سلوک جائز تھا؟ اور یہاں تو معاملہ کسی اور شہر کا نہیں، خاص مدینۃ الرسولؐ کا تھا جس کے متعلق نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یہ ارشادات بخاری، مسلم، نسائی اور مسند احمد میں متعدد صحابہ سے منقول ہوئے ہیں کہ لا یریدُ احدُ المدینۃ بسوءٍ الا اذابہ اللّٰہ فی النار ذوب الرّصاص (مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی بُرائی کا ارادہ کریگا اللہ اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دیگا) اور من اخافَ اھلَ المدِینۃ ظلماً اخافہُ اللّٰہُ وعلیہ لعنۃُ اللّٰہ والملائکۃ والنّاسِ اجمعین لَا یقبلُ اللّٰہُ منہ یومَ القیامَۃ صَرفاً ولَا عَدلاً (جو شخص اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اسے خوف زدہ کریگا۔ اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے قیامت کے روز اللہ اس سے کوئی چیز اس کے گناہ کے فدیے قبول نہ فرمائے گا)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ انھی احادیث کی بنیاد پر علماء کے ایک گروہ نے یزید پر لعنت کو جائز رکھا ہے اور ایک قول انکی تائید میں امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔ مگر ایک دوسرا گروہ صرف اس لیے اس سے منع کرتا ہے کہ کہیں اسطرح اس کے والد یا صحابہ میں سے کسی اور پر لعنت کرنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔ حضرت حسن بصری کو ایک مرتبہ یہ طعنہ دیا گیا کہ آپ جو بنی امیہ کے خلاف خروج کی کسی تحریک میں شامل نہیں ہوتے تو کیا آپ اہل شام (یعنی بنی امیہ) سے راضی ہیں؟ جواب میں انہوں نے فرمایا میں اور اہل شام سے راضی ہوں؟ خدا ان کا ناس کرے۔ کیا وہی نہیں ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حرم کو حلال کر لیا اور تین دن تک اس کے باشندوں کا قتل عام کرتے پھرے۔ اپنے نبطی اور قبطی سپاہیوں کو اس میں سب کچھ کر گزرنے کی چھوٹ دے دی اور وہ شریف دیندار خواتین پر حملے کرتے رہے اور کسی حرمت کی ہتک کرنے سے نہ رُکے۔ پھر بیت اللہ پر چڑھ دوڑے اس پر سنگ باری کی اور اسکو آگ لگائی ان پر خدا کی لعنت ہو اور وہ بُرا انجام دیکھیں (ابن الاثیر صفحہ ۱۸، ج ۴)

تیسرا واقعہ وہی ہے جس کا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں ذکر کیا ہے مدینہ سے فارغ ہونے کے بعد وہی فوج جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں یہ اودھم مچایا تھا حضرت ابن زبیرؓ سے لڑنے کے لیے مکہ پر حملہ آور ہوئی اور اس نے منجنیقیں لگا کر خانہ کعبہ پر سنگ باری کی جس سے کعبہ کی ایک دیوار شکستہ ہو گئی۔ اگر چہ روایات یہ بھی ہیں کہ انھوں نے کعبہ پر آگ بھی برسائی تھی لیکن آگ لگنے کے کچھ دوسرے وجوہ بھی بیان کئے جاتے ہیں البتہ سنگ باری کا واقعہ متفق علیہ ہے۔

ان تمام احادیث اور روایات سے یزید کا کردار، اس کی سیرت اور اس کا مقام اظہر من الشمس ہے تمام صحابہ کرام۔ ائمہ عظام اور علماء اعلام اس کے فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی ہونے پر متفق ہیں اور جہاں تک اس کے کافر ہونے اور مستحق لعنت ہونے کا تعلّق ہے اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کھلّم کھلّا اس کی تکفیر کی اور اس پر لعنت کرنا جائز قرار دیا۔ اور بعض نے اس سے منع اور بعض نے سکوت اختیار کیا۔ کما مرّ۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ عالم و فاضل، متقی پرہیزگار، نہایت صالح اور پابندِ صوم وصلوٰۃ اور حد درجہ کریم النفس اور حلیم الطبع وغیرہ تھا۔ بالکل جھوٹ اور سراسر غلط ہے۔ جس کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسا عقیدہ و نظریہ اسی کا ہو سکتا ہے جس کے دل میں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بغض اور نفاق کا مرض ہو۔

اب خود یزید کے ہم عصر حضرات صحابہ و تابعین کا یزید کے متعلّق بیان ملاحظہ ہو۔

یزید کے ہم عصر حضراتِ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا یزید کے متعلق بیان

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں :۔

فَوَ اللهِ ماخَرَجْنَا علیٰ یَزِیْدُ حَتّٰی خِفْنَا اَنْ نرّمٰی بِالْحِجارۃِ مِنَ السَّمَاءِ اِنَّ رَجُلاً یَنْکِحُ الاُمّھَاتِ والبَنَاتِ وَالاَخوَاتِ وَیَشْرَبُ الخَمرَ وَ یَدعُ الصَّلٰوۃَ

طبقات ابن سعد ص۶۶/۵

ابن اثیر ص۴۱/۴

خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اسکی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں۔ کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب پیتا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔

حضرت عمر بن سبیہ فرماتے ہیں کہ یزید نے اپنے والد کے حین حیات میں ایک حج کیا۔ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے شراب کی مجلس قائم کی۔ اتّفاق سے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور ملاقات کی اجازت چاہی تو ابنِ عباس کو تو روک دیا گیا اور امام حسین کو اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے کہا سُبحان اللہ! یہ خوشبو کیسی ہے؟ یزید نے کہا یہ ایک خوشبو ہے جو شام میں بنتی ہے!

ثُمَّ دَعَا بِقَدحٍ فَشَرِبَہٗ ثُمَّ دَعا بِاٰخَرَ فَقَالَ اسْقِ اَبَا عَبْدِاللهِ! فَقَال لَہٗ الحُسَیْنُ عَلَیْکَ شَرَابُکَ اَیُّھَا المَرءُ لا عَیْنَ عَلَیْکَ مِنّی فَقَال یَزِیدُ ؎

پھر اس نے شراب کا ایک پیالہ منگوایا اور پیا۔ پھر دوسرا منگوا کر کہا۔ لو ابوعبداللہ، پیو! امام حسین نے فرمایا۔ یہ تُو اپنے پاس ہی رکھ میں دیکھتا بھی نہیں، یزید نے یہ اشعار پڑھے ؎ اے دوست سخت تعجب

اَلا یَا صاحُ لِلعَجَبِ - دَعوتُکَ
ذَا وَ لَمْ تجُب - اِلَی الفَتیَاتِ
وَالشَّھوَاتِ وَالصَّھبَا وَالطَّربِ
وَ بَاطیتٍ مُکَلَّلۃٍ عَلَیھَا سَادۃُ
الْعربِ وَ فِیھنَّ الَّتِی تبلت
فُؤَادُکَ ثُمَّ لَم تَتُبْ فَنَھَضَ
الحُسَینُ وَ قَالَ بَلْ فؤادُکَ یا ابْنَ معاوِیَۃَ
تبلتْ   ابن اثیر ص۵ ج۴

ہے کہ میں تجھ کو عیش کی دعوت دیتا ہوں اور تو قبول نہیں کرتا۔ نوجوان لڑکیاں، شہوات، طرب اور مرصع خُم جن پر عرب کے سردار جمع ہوتے ہیں۔ ان نازنین عورتوں میں وہ بھی ہے جس کی تمہارے دل میں محبت ہے۔ پھر بھی تم رجوع نہیں کرتے؟ امام حسین کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے ابن معاویہ! بلکہ تمہارے دل پر اس کا قبضہ ہے۔

علامہ ابن جوزی امام قرطبی اور امام طبرانی رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے بعد یزید نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا اور اس کو کہا کہ اہلِ مدینہ سے میری بیعت لے۔ اس نے مدینہ طیبہ آکر ایک وفد تیار کیا اور اسکو بغرض بیعت یزید کے پاس بھیجا۔ یزید نے ان کو ہدیئے اور تحفے دیئے مگر بایں ہمہ یزید کے متعلّق اس وفد کا بیان یہ ہے:۔

فَلَمَّا رَجَعَ الوَفدُ اَظْھَرُو اشتَم
یَزِیدَ وَقَالُوا قَدِمنَا مِنْ عِندِ
رجل لَیْسَ لَہٗ دِیْنٌ یَشْرَبُ
الخَمْرَ وَیَعزِفُ بِالطَّنَابِیْرِ وَیَلعَبُ
بِالْکِلَابِ وَ اِنَّا نُشْھِدُکُمْ اَنَّا قَدْ
خَلَعْنَاہُ ..... وَقَالَ عَبدُ اللہ اِبنُ
اَبِی عُمَر بنِ حفصِ المَخزُومِی قَدْ
خَلَعْتُ یَزِید کَمَا خَلَعْتُ عَمَا

پس جب وہ وفد واپس لوٹا تو انھوں نے یزید کی برائیاں ظاہر کیں اور کہا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں جس کا کوئی دین نہیں وہ شراب پیتا اور طنبورے بجاتا کہ گانے بجانے والے اس کے پاس بیٹھے گاتے بجاتے رہتے ہیں اور وہ کتّوں کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے ہم تمہارے سامنے گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اسکی بیعت توڑ دی۔...... عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص

مِنِّی وَنَزَعَهَا عَنْ رَاسِهٖ	مخزومی نے کہا اگرچہ یزید نے مجھے صلہ و انعام
وَاِنِّیْ لَاَقُوْلُ هٰذَا وَ	دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ دشمن خدا
قَدْ وَصَلَنِیْ وَاَحْسَنَ	شرابی ہے اور میں اس کی بیعت سے اس طرح الگ
جَائِزَتِیْ وَلٰكِنْ عَدُوُّ اللّٰهِ	ہوتا ہوں جس طرح اپنا یہ عمامہ اپنے سر سے الگ
سِكِّیْرٌ وَقَالَ اٰخَرُ قَدْ خَلَعْتُهٗ	کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنا عمامہ سر سے الگ کر دیا۔
كَمَا خَلَعْتُ نَعْلِیْ حَتّٰی كَثُرَتِ	ایک اور شخص نے کہا میں اسکی بیعت سے اس طرح نکلتا
الْعَمَائِمُ وَالنِّعَالُ	ہوں جس طرح میں اپنی اس جوتی سے نکلتا ہوں
وفاء الوفا ص ۸۹/۱	پھر سب اس طرح کرنے لگے۔ یہاں تک کے عماموں
	اور جوتیوں کا ڈھیر ہو گیا۔

حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے کہا۔

اِنَّهٗ قَدْ اَجَازَنِیْ بِمِائَةِ اَلْفٍ وَلَا	کہ بیشک یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم انعام دیا
یَمْنَعُنِیْ مَا صَنَعَ بِیْ اَنْ اَخْبِرَكُمْ	ہے مگر اسکا یہ سلوک مجھے اس امر سے باز نہیں
خَبَرَهٗ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ یَشْرَبُ الْخَمْرَ	رکھ سکتا کہ میں تمھیں اس کا حال نہ سناؤں خدا
وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَیَسْكَرُ حَتّٰی یَدَعَ	کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور اسے اس قدر
الصَّلٰوةَ (ابن اثیر ص ۴۲/۴ وفاء الوفا ص ۸۹/۱	نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔

امام الاولیاء حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ نے

وَاسْتَخْلَافُهٗ بَعْدَهٗ اِبْنَهٗ سِكِّیْرًا خَمِیْرًا	اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنایا جو حد
یَلْبِسُ الْحَرِیْرَ وَیَضْرِبُ بِالطَّنَابِیْرِ	درجے کا نشہ باز، شرابی، ریشمی کپڑے پہنتا
ابن اثیر ص ۱۹۳/۴	اور طنبورے بجاتا تھا۔

جب امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کیا اور مختلف شہروں سے لوگوں کو جمع کیا تو اس اجتماع میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ یزید بن مقنع العذری نے کہا۔

فَقَالَ هٰذَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَشَارَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ
فَاِنْ هَلَكَ فَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى يَزِيْدَ وَمَنْ اَبٰى
فَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى سَيْفِهٖ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اِجْلِسْ
فَاَنْتَ سَيِّدُ الْخُطَبَاءِ ، ابن اثیر ص ۲۰ / ۳

یہ امیر المومنین معاویہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد
یہ یزید امیر المومنین ہوگا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو
اس کا فیصلہ یہ تلوار کریگی۔ امیر معاویہ نے
کہا۔ آپ بیٹھ جائیے! آپ سید الخطباء ہیں۔

حضرت امیر معاویہ نے حضرت احنف بن قیس بصری سے جو ابھی تک خاموش تھے فرمایا
ابوالبحر! تم کیا کہتے ہو؟

فَقَالَ نَخَافُكُمْ اِنْ صَدَقْنَا وَ
نَخَافُ اللّٰهَ اَنْ كَذَبْنَا وَ اَنْتَ يَا
اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْلَمُ بِيَزِيْدَ
فِيْ لَيْلِهٖ وَ نَهَارِهٖ وَ سِرِّهٖ وَعَلَانِيَتِهٖ
وَ مَدْخَلِهٖ وَ مَخْرَجِهٖ فَاِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُهُ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَ لِلْاُمَّةِ رِضًا
فَلَا تُشَاوِرْ فِيْهِ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
فِيْهِ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا تُزَوِّدْهُ
الدُّنْيَا وَ اَنْتَ صَائِرٌ اِلَى
الْاٰخِرَةِ وَ اِنَّمَا عَلَيْنَا اَنْ نَقُوْلَ
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَ قَامَ رَجُلٌ
مِنْ اَهْلِ الشَّامِ فَقَالَ مَا نَدْرِيْ
مَا تَقُوْلُ هٰذِهِ الْمَعَدِّيَّةُ
الْعِرَاقِيَّةُ وَ اِنَّمَا عِنْدَنَا سَمْعٌ
وَ طَاعَةٌ وَ ضَرْبٌ وَ ازْدِلَافٌ۔

انھوں نے کہا اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں کا
ڈر ہے اور اگر جھوٹ کہیں تو اللہ کا خوف ہے
امیر المومنین! آپ یزید کے لیل و نہار۔ ظاہر و
باطن اور خلوت جلوت سے خوب واقف
ہیں۔ اگر آپ اسکو اللہ تعالیٰ اور اُمت کے
لیے واقعی پسندیدہ و بہتر خیال کرتے ہیں تو اس
کے لیے کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں
اور اگر آپ اُسکے متعلق اسکے علاوہ خیال رکھتے
ہیں تو راہیٔ آخرت ہوتے ہوئے اس معاملہ کو توشۂ
دُنیا بنا کر اس کے حوالے نہ کیجئے، ویسے ہمارا کام
تو یہی ہے کہ ہم کہہ دیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہ ہم
نے سُنا اور مانا۔ اس پر شامیوں میں سے
ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ ہم نہیں جانتے
کہ مَعدی عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ بات
یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت بھی

ابن اثیر ص۲۱ج۴ — ہے اور تلوار و قوت بھی ہے۔

حضرت محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ جو مدینہ منورہ سے آئے تھے، انھوں نے فرمایا۔

اِنَّ کُلَّ راعٍ مَسْئُولٌ عَنْ رعیتہٖ فَانظرمَنْ تولّی امرَ امتہٖ محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فاخذ معاویۃ بھوحتّٰی جعلَ یَتَنَفَّسُ فِی یومٍ شاتٍ ثمّ وَصلہٗ وصرفہٗ

کہ بیشک ہر راعی سے اسکی رعیت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ لہٰذا آپ دیکھ لیجئے کہ آپ اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمور کا والی کس کو بنا رہے ہیں؟ یہ سُن کر امیر معاویہ کچھ ایسی سوچ میں پڑ گئے کہ کافی دیر تک سر کو جھکائے رکھا اور سردی کے موسم میں ان کا سانس پھولنے لگا پھر ان کو انعام دے کر واپس پھیر دیا۔

ابن اثیر ص۱۹۹ج۴

حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ یزید کی غیر شرعی حرکات کی وجہ سے اس کے سخت مخالف تھے۔ حضرت معاویہ نے جب یزید کی بیعت کے لیے ممالکِ محروسہ سے وفود طلب کئے تو انکو بھی مدینہ والوں کے ساتھ زبردستی بیعت کے لیے بھیجا گیا۔ جب یہ شام پہنچے تو انھوں نے یزید کے ندیم خاص مسلم بن عقبہ مسرف کے سامنے یہ کہا۔

اَنِّی خَرَجتُ کرھاً بیعۃ ھٰذا الرَّجُلِ وَقدکانَ مِن القضاءِ وَالقدرِ خروجِی الیہ رجلٌ یشربُ الخمرَ وینکح الحرمَ ثمّ نالَ مِنہ فلم یترکْ ثمّ قال لمسرف اَحبَبْتُ اَنْ اضعَ ذٰلِکَ عِندکَ فقال مُسرف اَما اِن اذکرُ ذٰلکَ لِامیرالمؤمنین یومی ھٰذا فلا و

مَیں اس شخص (یزید) کی بیعت کیلئے جبراً بھیجا گیا ہوں اور میرے آنے کو قضا و قدر کے سوا کیا کہا جائے۔ جو شخص شراب پیتا ہو اور محرمات کے ساتھ نکاح کرتا ہو (وہ کس طرح مستحق بیعت ہے) پھر انھوں نے یزید کی تمام برائیاں کیں اور مسرف سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ بات تم اپنے تک رکھنا۔ مسرف نے کہا میں آج تو امیرالمؤمنین سے اسکا ذکر نہ کروں گا۔

اللہِ لَا اَفعَلُ وَلٰکِن لِلّٰہ عَلیَّ عھدٌ و میثاقٌ اَلّا تمکنیّ ید ای مِنکَ وَ لِی عَلَیکَ مقدِرَۃٌ اِلّاضربتُ الَّذِی فیہِ عَینَاکَ (طبقات ابن سعد صہ۲۸۳)

لیکن یہ میں نے پکا عہد کرلیا ہے کہ جب موقع ملے گا اور میں تم پر قابو پالوں گا تو ایسی ضرب لگاؤں گا جس میں تمھاری آنکھیں بند ہو جائیں گی۔ یعنی موت کی نیند سلا دوں گا۔

دینوری کا بیان ہے کہ حضرت معقل نے یہ بھی کہا تھا کہ میں مدینہ منورہ واپس جاکر اس فاجر و فاسق کی بیعت توڑ کر مہاجرین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا۔ (اخبار الطوال صہ۲۶۷)

چنانچہ انھوں نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجاز میں خلافت کا دعوٰی کیا تو انھوں نے بیعت کی۔ مسلم بن عقبہ مسرف اس وقت تو ان پر قابو نہ پا سکا لیکن ایامِ حرّہ میں جب وہ مدینہ طیبہ آیا اور قتل و غارت کیا تو حضرت معقل بھی مدینہ طیبہ کے لوگوں کے ساتھ گرفتار ہوئے اور اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ معقل پیاسے تھے۔ مسلم نے کہا پیاسے معلوم ہوتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! مسلم نے شربت بادام بنانے کا حکم دیا۔ پلا کر کہا کہ اب کسی مفرح چیز کی خواہش نہیں کرسکو گے۔ پھر نوفل بن مساحق کو حکم دیا کہ اٹھ اور اسکی گردن مار دے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور یہ صحابیٔ رسول اس کے ظلم کا شکار ہوگئے۔ (ابن سعد صہ۲۸۳)

خود یزید کے ساتھی ابنِ زیاد کے نزدیک یزید کا مقام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَ بَعثَ الیٰ عبیدِ اللہ بِن زیادٍ یأمُرُہٗ بِالمسیرِ الی المَدِینَۃِ وَمحاصرۃ ابنِ الزُّبیرِ بِمکّۃَ فقَالَ وَ اللہ لا جمعتھما لِلفَاسِقِ قتلَ ابْن رسولِ اللہ وَ غزوَ الکعبَۃِ

پھر یزید نے عبیداللہ بن زیاد (گورنر کوفہ) کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں اس فاسق (یزید) کے لیے قتل ابن رسول اللہ

ثم ارسل الیہ یعتذر

ابن اثیر صہ ۴۵/۴

(جو پہلے کر چکا ہوں) اور کعبہ میں لڑائی دونوں کو اپنے لیے جمع نہیں کرونگا۔ پھر اس نے یزید کی طرف معذرت نامہ بھیج دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے لوگوں کے سامنے جو تقریر کی ملاحظہ ہو:۔

"اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے بعد فرمایا۔ عراق میں سوائے چند افراد کے سب غدار اور فاجر ہیں خصوصًا اہلِ کوفہ بڑے شریر ہیں۔ انھوں نے حضرت حسین کو بلایا کہ وہ اُنکی ضرور مدد کریں گے اور انکو اپنا والی بنائیں گے اور جب حضرت حسین ان کے پاس گئے تو وہ دشمن کے ساتھ مل کر ان پر حملہ آور ہو گئے اور کہا تم اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھوں میں دے دو تو ہم تمہیں ابن زیاد بن سمیہ کے پاس بھیج دیں گے تاکہ تمہارے معاملے میں اپنا حکم جاری کرے یا پھر ہم سے جنگ کرو! امام حسین نے دیکھا کہ وہ اور ان کے اصحاب تعداد میں قلیل ہیں اور ان کے مقابلے میں لوگ بہت زیادہ ہیں بایں ہمہ انہوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتل کو ذلیل کرے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اہلِ عراق نے جو اُن کی نافرمانی کی اور غدار بن کر مخالف کی دوسروں کے لیے نصیحت حاصل کرنے اور اہلِ عراق سے باز رہنے کے لیے کافی ہے جو مقدور ہو چکا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اسے روکا نہیں جا سکتا۔ کیا امام حسین کے واقعے کے بعد ہم اہلِ عراق سے مطمئن ہو سکتے ہیں اور ان کو سچا سمجھ سکتے ہیں؟ اور ان کے وعدوں کو قبول سکتے ہیں؟ نہیں خدا کی قسم! ہم اُن کو اس کا اہل نہیں سمجھتے وَاللّٰہِ لقد قتلوہ طویلاً بِاللّیلِ قیامہ کثیراً فِی النھارِ صیامہ احقُّ بِما ھُمْ فِیہِ مِنھم وَاولیٰ بہٖ فِی الدّینِ والفَضلِ اما واللّٰہ ما کَانَ یبدّلُ بِالقُراٰنِ غِناً ولَا بالبکاءِ من خشیۃِ اللّٰہِ حدًّا ولَا بِالصیّام شُربَ الخمرِ

ولا بالمجالس فی حق الذکر بکلاب الصید یعرض بیزید فسوف یلقون غیاً۔ (ابن اثیر ص۴۴)

خدا کی قسم! بلاشبہ انھوں نے ایسے شخص (امام حسین) کو قتل کیا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ جو اُن سے اِن امور (حکومت) کے زیادہ حقدار تھے اور اپنے دین اور فضیلت و بزرگی میں ان سے بہت بہتر تھے۔ خدا کی قسم! وہ قرآن شریف کے بدلے گمراہی پھیلانے والے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے گریہ و بکا کی کوئی انتہا نہ تھی وہ روزوں کو شراب کے پینے سے نہ بدلا کرتے تھے۔ اور نہ ان کی مجلسوں میں ذکرِ الٰہی کی بجائے شکاری کتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ یہ باتیں انھوں نے یزید کے متعلق کہی تھیں۔ پس عنقریب یہ لوگ جہنم کی وادی غیّ میں جائیں گے۔

اور انھوں نے ہی یزید کے یہ عیوب بیان کیے ہیں۔

وعاب یزید بشرب الخمر واللعب بالکلاب والتھاون بالدین واظھر ثلبہ

حیوۃ الحیوان ص۶

کہ یزید شراب پینے اور کتوں کے ساتھ کھیلنے اور دین کی تحقیر و توہین کرنے میں مشہور ہے۔ اور اسی طرح اسکی بہت سی برائیاں ظاہر کیں۔

رہا حضرت محمد بن حنفیہ کا یزید کے پاس جاکر قیام کرنا اور اس کے پکّا نمازی ہونے، نیکوکار ہونے عالم و فاضل اور متبع سُنّتِ نبوی ہونے کی شہادت دینا۔ اس کے متعلق صرف یہی جواب کافی ہے کہ یہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں اس کو بلاسند روایت کیا ہے جو معتبر نہیں ہے۔

اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اس کو امیرالمومنین کہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سخت ناراض ہو کر فرمایا تقول امیرالمؤمنین! وامر بہ فضرب عشرین سوطًا۔ تو یزید کو امیرالمومنین کہتا ہے! پھر اس کو (بطور سزا) بیس کوڑے لگوائے۔ (تہذیب التہذیب ص۳۶۱)

سوال نمبر۴

اگر یزید واقعی فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی وغیرہ تھا تو ان صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنھوں نے اس کی بیعت کر لی تھی۔ انھوں نے اسکی بیعت کیوں کی۔ کیا ان پر فاسق و فاجر کی بیعت کا الزام عائد نہیں ہوتا؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر امام حسین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور کیوں اس پر خروج کیا؟

اب ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو لازمًا اختیار کرنا پڑے گا۔

(۱) اگر امام حسین حق پر تھے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے یزید کی بیعت کی یقینًا غلطی پر تھے۔ اور ان پر فسق کا الزام عائد ہوگا۔

(۲) اور اگر وہ صحابۂ کرام حق پر تھے تو حضرت امام غلطی پر تھے اور اُن پر خروج و بغاوت کا الزام عائد ہوگا؟

جواب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے یزید کی بیعت کی تھی وہ بھی حق پر تھے اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بھی حق پر تھے۔ کسی پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ اِس لیے کہ دونوں نے شریعتِ مطہرہ پر عمل کیا۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شریعتِ مقدسہ کے احکام دو قسم پر ہیں۔ مبنی بر رخصت اور مبنی بر عزیمت۔ مثلاً

ایک مسلمان ظالموں یا کافروں کے نرغہ میں آجاتا ہے اور وہ اسکو کلماتِ کفریہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں اور بصورتِ دیگر اسکو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں کہ تجھے مار

دیا جائے گا یا تیری عزت و آبرو لوٹ لی جائے گی۔ یا تیرا مال چھین لیا جائے گا۔ اور وہ مسلمان بھی قوی آثار و علامات سے یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں ان کے کہنے کے مطابق کلمات کفریہ نہیں کہوں گا تو واقعی ان کے ظلم و ستم کا شکار ہو جاؤں گا اور کہہ دوں گا تو بچ جاؤں گا تو اس بے بسی کے عالم میں شریعت نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ ان کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے زبان سے کفریہ کلمات کہہ دے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا دل ایمان و حق پر مطمئن ہو۔ اس کا نام ہے "رخصت" اس کو چونکہ شریعت نے اسکی اجازت دی ہے اور اس نے شریعت کے حکم پر عمل کیا ہے لہذا ہم اس پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس پر الزام عائد کریں گے تو یہ ہماری نادانی ہوگی اور اگر وہ ظالموں اور کافروں کے سامنے حق اور ایمان پر ڈٹ جائے اور ان کے ظلم و ستم کو برداشت کرلے اور زبان پر کلمات کفریہ نہ لائے یہاں تک کہ جان دے دے تو وہ مجاہد اور شہید ہے اور شریعت نے اس کو افضل جہاد قرار دیا ہے۔ اس کا نام ہے "عزیمت" اور یہ رخصت سے افضل ہے۔ تو جس نے شریعت کے حکم کے مطابق افضل جہاد کیا ہے ہمیں ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس پر بھی کسی قسم کا الزام عائد کریں اگر ہم اس پر الزام عائد کریں گے تو یہ ہماری حماقت ہوگی۔

شریعتِ مطہرہ کے اس اصول کے مطابق جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کر لی تھی، اسکو خلیفہ برحق یا امام عادل سمجھ کر نہیں کی تھی بلکہ آپس کے جدال و قتال اور فتنہ و فساد اور اس کے ظلم و شر سے بچنے کے لیے کی تھی۔ لہذا ان کا عمل رخصت پر تھا۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:۔

وَلَمَّا حَدَثَ فِي يَزِيْدَ	اور جب یزید میں فسق و فجور کی وہ باتیں پیدا
مَا حَدَثَ مِنَ الْفِسْقِ اخْتَلَفَ	ہوگئیں جو ہونی تھیں تو صحابہ میں اس کے
الصَّحَابَةُ حِيْنَئِذٍ فِي شَانِهِ	بارے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ بعض نے
فَمِنْهُمْ مَنْ رَّاٰى الْخُرُوْجَ	اس کے فسق و فجور کی وجہ سے اس پر خروج

عَلَيْهِ وَ نَقَضَ الْبَيعَةَ مِن اجْلِ ذٰلِكَ كَمَا فَعَلَ الْحُسَيْنُ وَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ تَبِعَهُمَا فِي ذٰلِكَ وَ مِنْهُمْ مَنْ اَبَاهُ مِمَّا فِيهِ مِن اثَارَةِ الْفِتْنَةِ وَ كَثْرَةِ الْقَتْلِ مَعَ الْعَجْزِ عَنِ الْوَفَاءِ بِهٖ لِاَنَّ شَوْكَةَ يَزِيْدَ يَوْمَئِذٍ هِيَ عَصَابَةُ بَنِي اُمَيَّةَ	یعنی اس کے خلاف کھڑے ہوجانے اور اسکی بیعت توڑنے کو ضروری سمجھا جیسا کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر اور ان کے پیروؤں نے کیا۔ اور بعض نے فتنہ اور بہت زیادہ قتل و غارت کے خطرات اور ان کے روک تھام سے عجز محسوس کرتے ہوئے اس پر خروج کرنے سے انکار کیا۔ کیونکہ اس وقت یزید کی قوت و شوکت بنی اُمیّہ کی عصبیت تھی۔

مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۷

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ جن صحابہ نے یزید کی بیعت کی اور اس پر خروج نہیں کیا، وہ اس کے خلیفۂ برحق یا امامِ عادل ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وہی فتنہ و فساد اور قتل و غارت سے بچنے کے لیے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی تو اس پر قابو پانا مشکل ہوگا لہٰذا انھوں نے "رخصت" پر عمل کر لیا۔

اور امام عالی مقام حق اور ایمان پر ڈٹ گئے اور اس پر خروج کیا اور اس سلسلے میں یزیدیوں کے بے پناہ مظالم برداشت کئے۔ یہاں تک کہ اپنی اور اپنے رفقاء کی جانیں دے دیں مگر قدم پیچھے نہیں ہٹایا آپ کا عمل "عزیمت" پر مبنی تھا۔ آپ نے افضل ترین جہاد کیا۔ لہٰذا آپ مجاہدِ اعظم اور شہیدِ اکبر ہیں۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو "عزیمت" کی مثال کیسے قائم ہوتی اور آنے والی نسلوں کے بہادر افراد، ظالموں اور جابروں کے سامنے حق و صداقت پر ڈٹ جانے والے اولوالعزم مجاہد کس کی استقامت و جاں بازی کو سامنے رکھتے۔ کس کی یاد ایسے مشکل اور کٹھن اوقات میں اُن کا سہارا اور ثابت قدمی کا باعث بنتی۔ اور یہ کیسے معلوم ہوتا کہ ایک فتح و کامرانی

ایسی بھی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

تیغِ لا چوں از میاں بیروں کشید | از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقشِ اِلّا اللہ بر صحرا نوشت | سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

اسی طرح اگر رخصت کی مثال قائم نہ ہوتی تو آنے والی نسلوں کے وہ افراد جو حق و صداقت پر قائم تو ہوتے مگر ظالموں اور جابروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے یا مسلمانوں کے آپس کے جدال و قتال کو روکنے اور فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے وہ کس کے کردار و عمل کو سامنے رکھ کر رخصت پر عمل کرتے۔ اسی لیے تو رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ اور اُن کی اقتدا ہدایت ہے۔ خواہ رخصت پر ہو یا عزیمت پر۔ چونکہ عزیمت افضل ہے تو عزیمت پر عمل بھی افضل ہوگا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اب دو صورتیں تھیں یا بخوفِ جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلافِ قرآن و سنّت ہو یہ رخصت تھی۔ ثواب کچھ نہ تھا قال تعالیٰ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو) یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی۔ یہ عزیمت تھی اور اس پر ثوابِ عظیم، اور یہی ان کی شانِ رفیع کے شایان تھی اسی کو اختیار فرمایا۔
(المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ ص۹۶)

"رخصت" کے دلائل

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اَلَا مَنْ وُلِیَ عَلَیْہِ وَالٍ فَرَاٰہُ یَاْتِیْ شَیْئًا مِنْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ فَلْیَکْرَہْ مَا یَاْتِیْ مِنْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ وَلَا یَنْزِعَنَّ یَدًا مِنْ طَاعَۃٍ (مسلم شریف ص۱۲۹/۲ ، مشکوٰۃ شریف ص۳۱۹)

خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو۔ پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو تو ناپسند کرے اور اسکی طاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا :-

یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا اُمَرَاءُ یَسْئَلُوْنَا حَقَّھُمْ وَیَمْنَعُوْنَ حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْھِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ

مسلم شریف ص۱۱۰
مشکوٰۃ شریف ص۳۱۹

اے اللہ کے نبی! بھلا فرمائیے تو اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق تو طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک دیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر ان کے اعمال کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارے اعمال کا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا :-

اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اُثْرَۃً وَّ اُمُوْرًا تُنْکِرُوْنَھَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَدُّوْا

کہ تم میرے بعد دیکھو گے ناحق ترجیح دنیا اور ناپسندیدہ امور۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! اس وقت ہمارے لیے

اِلَیۡھِمۡ حَقَّھُمۡ وَسَلُوا اللہَ حَقَّکُم — کیا حکم ہے؟ فرمایا تم ان کے حقوق انھیں دو۔ اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔

بخاری و مشکوٰۃ صـ ۳۱۹

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

کَیۡفَ اَنۡتُمۡ وَ اَئِمَّۃٌ مِنۡ بَعۡدِیۡ یَسۡتَاثِرُوۡنَ بِھٰذَا الۡفَیۡءِ قُلۡتُ اَمَا وَالَّذِیۡ بَعَثَکَ بِالۡحَقِّ اَضَعُ سَیۡفِیۡ عَلٰی عَاتِقِیۡ ثُمَّ اَضۡرِبُ بِہٖ حَتّٰی اَلۡقَاکَ قَالَ اَوَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی خَیۡرٍ مِنۡ ذٰلِکَ تَصۡبِرُ حَتّٰی تَلۡقَانِیۡ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صـ ۲۲۲)

اس وقت تمھاری کیا حالت ہوگی جب میرے بعد حکّام مالِ غنیمت میں ناحق تصرف کریں گے؟ میں نے عرض کیا، اسکی قسم جس نے آپکو برحق مبعوث فرمایا ہے میں اس وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ لوں گا، پھر اس سے ماروں گا۔ یہاں تک کہ آپ سے آملوں گا۔ فرمایا کیا میں تمھیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں؟ تم صبر کرنا حتّٰی کہ مجھ سے آملو۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

تَکُوۡنُ بَعۡدِیۡ اَئِمَّۃٌ لَا یَھۡتَدُوۡنَ بِھُدَایَ وَلَا یَسۡتَنُّوۡنَ بِسُنَّتِیۡ وَ سَیَقُوۡمُ فِیۡھِمۡ رِجَالٌ قُلُوۡبُھُمۡ قُلُوۡبُ الشَّیَاطِیۡنِ فِیۡ جُثۡمَانِ اِنۡسٍ قَالَ قُلۡتُ کَیۡفَ اَصۡنَعُ یَا رَسُوۡلَ اللہِ اِنۡ اَدۡرَکۡتُ ذٰلِکَ قَالَ تَسۡمَعُ وَ تُطِیۡعُ وَ اِنۡ ضُرِبَ ظَھۡرُکَ وَ اُخِذَ مَالُکَ فَاسۡمَعۡ وَ اَطِعۡ۔

میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں ہوں گے اور نہ میری سنّت پر عمل پیرا ہونگے اور عنقریب ان میں ایسے افراد بھی کھڑے ہونگے کہ اُن کے انسانی جسموں میں دل شیطانوں کے ہونگے۔ یعنی بظاہر انسان اور بباطن شیطان۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اُن کو پاؤں تو پھر کیسے کروں؟ فرمایا سنو اور مانو! اگرچہ تمھاری پیٹھ پر مارا جائے

مسلم شریف ص۱۲۷ اور تمھارا مال چھین لیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

اَیَکُوْنُ بَعْدَ هٰذَا الخیرِ شَرٌّ کَمَا کَانَ قبلہ شَرٌّ؟ قال نَعَمْ! قلتُ فَمَا الْعِصْمَۃُ قَالَ السَّیفُ قلتُ و هَل بعد السیفِ بقیّۃٌ قالَ نَعَم تکونُ امارۃٌ علیٰ اقذاءٍ وهُدنۃٌ علی دُخنٍ قلتُ ثُمَّ مَاذا قَالَ ثُمَّ ینشاءُ دعاۃُ الضلالِ فان کَانَ لِلّٰه فِی الارض خلیفۃٌ جلد ظَهرَكَ وَاَخذَ مَالَكَ فاطِعهُ و الا فَمُتْ و انتَ عاضٌّ علی جذلِ شجرۃٍ۔

کیا اسلام کی نیکی کے بعد پھر بدی ہوگی جیسا کہ اسلام سے پہلے تھی؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کی اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ فرمایا تلوار یعنی بذریعہ جنگ۔ میں نے عرض کی تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی رہے گی؟ فرمایا ہاں اس طرح کہ حکومت غلط طریقے پر قائم ہوگی لوگ اسکو خوش دلی سے تسلیم نہیں کریں گے بلکہ بہ جبر و اکراہ اور مکر و فساد سے صلح ہوگی۔ میں نے عرض کی پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر کچھ لوگ گمراہی کی طرف بلائیں گے پس اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو تمھاری پیٹھ پر دُرّے مارے اور تمھارا مال ضبط کرلے تو بھی تم اسکی اطاعت کرنا ورنہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے گوشہ گیری کی حالت میں مرجانا۔

مشکوٰۃ ص۴۶۳

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

اَلسُّلطانُ ظلُّ الرَّحمٰنِ فی الارضِ یَأوِی الیہ کلُّ مظلومٍ مِنْ عِبادِہٖ فَاِنْ عَدَلَ کَانَ لہٗ الاجر وعلی الرّعیۃِ الشکرُ واِنْ جَارَ اوحَافَ وظَلَمَ کانَ

بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے اللہ کے سب مظلوم بندے اسکی طرف پناہ ڈھونڈتے ہیں پس اگر وہ عدل کرے گا اس کیلیے اجر و ثواب ہوگا اور رعیّت پر شکر لازم ہوگا اور

علیہ الاِصُر وعلَی الرَّعِیۃِ الصَّبرُ
السراج المنیر شرح جامع الصغیر ص۲۳

اگر وہ ظلم وستم کریگا اس پر سخت بوجھ ہوگا اور رعیت پر صبر کرنا لازم ہوگا۔

"عزیمت" کے دلائل

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَفضَلُ الجِہَادِ مَنْ قَالَ کَلِمَۃَ حَقٍّ عِنْدَ السُّلطَانِ الجَائِرِ۔ ترمذی، ابو داود، ابن ماجہ مشکوٰۃ

افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

یا کعبُ بن عُجرۃ اُعِیذُکَ باللہِ من اِمارۃِ السُّفَہاءِ قلتُ یا رسُولَ اللہِ وَ مَا اِمارۃُ السُّفَہاءِ قال یُوشِکُ ان تکونَ اُمراءُ اِن حدَّثُوا کذَبُوا وَاِنْ عمِلُوا ظلَمُوا فمَنْ جاءَ ھُمْ فصدَّقھُمْ بِکذِبِھِم وَاَعَانھُمْ علیٰ ظُلمِھِمْ فلیس منّی ولستُ منہُ ولا یَرِدُ علیٰ حوضِی غدًا وَ من لّم یأتِھِم وَ لم یُصدِّقھُمْ وَلم یُعِنھُمْ علیٰ ظلمِھِم فھُوَ منّی وَ اَنا منہ وَ ھُوَ یَرِدُ علیٰ حوضی

اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بیوقوفوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ بیوقوفوں کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہونگے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کریں گے تو ظلم کریں گے پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کریگا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں ہوں اور نہ وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئیگا اور جو ان کے پاس نہیں آئیگا اور نہ انکی تصدیق کریگا اور نہ اُن کے ظلم پر اُن کی اعانت کریگا

غداً — وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور
کنز العمال ص ۲۷۶/۵ — وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئیگا۔

نکتہ! امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اور اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان حکام کی تصدیق و اعانت کی فَلَیْسَ مِنِّی وہ مجھ سے نہیں تو امام عالی مقام کس طرح ان کا ساتھ دیتے اگر ساتھ دیتے تو حُسَیْنٌ مِنِّی نہ رہتے بلکہ فَلَیْسَ مِنِّی ہو جاتے یعنی اس منصب و مقام سے محروم ہو جاتے۔ لہٰذا امام عالی مقام نے وہی کیا جو آپ کا منصب و مقام تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا۔

اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْشَكَ اَنْ یَعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ ابوداؤد شریف ص ۲۱۴/۲

جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اسکے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذابِ عام بھیج دے۔

حضرت عمرو بن الشم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔

یَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ یُعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ ثُمَّ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُغَیِّرُوْا ثُمَّ لَا یُغَیِّرُوْا اِلَّا یُوْشِكُ اَنْ یَعُمَّھُمُ اللّٰہُ مِنْہُ بِعِقَابٍ
ابوداؤد شریف ص ۲۱۴/۲

فرماتے تھے ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے لگ جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پر عذابِ عام نازل کر دے۔

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اهلُ الجَورِ واعوانُهم فِی النارِ
المستدرک ص ۸۹/۴

اہلِ جَور وستم اور ان کے مددگار دوزخ میں ہوں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

مَن رَّأی مِنکُم مُنکَرًا فَلیُغَیِّرہُ بِیَدِہٖ فَاِن لَّم یَستَطِع فَبِلِسَانِہٖ وَ اِن لَّم یَستَطِع فَبِقَلبِہٖ وَ ذٰلِکَ اَضعَفُ الاِیمَانِ
مشکوٰۃ ص ۴۳۶

تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو چاہیئے کہ وہ اپنی قوتِ بازو سے اُسے (نیکی سے) بدلے اور اگر وہ اسکی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اسکی مذمّت کرے اور اگر اسکی بھی استطاعت نہیں ہے تو دِل سے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

جس کے گھر سے ایمان و ہدایت اور نیکی و بھلائی کے چشمے جاری ہوئے تھے جن سے مِلّت کی تطہیر ہوئی تھی۔ جس کے نانا جان صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بے پناہ تکالیف و مصائب برداشت کر کے برائیوں کو مٹایا اور بھلائیوں کو رائج کیا تھا وہ یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ وہی برائیاں پھر وجود میں آجائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے منکرات کو دیکھے اور پھر ان کو نہ بدلے۔ اس پر سب سے زیادہ ذمّہ داری عائد ہوتی تھی۔ پھر اس کے بازو میں قوّت بھی تھی، اسکی زبان میں استطاعت بھی تھی۔ وہ بلاشبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جرأت و شجاعت کا مظہر تھا۔ کما سیأتی۔ اس نے وقت کی پکار کو سُنا اور کہا کہ اگر اس وقت میں نے لبّیک نہ کہا اور مِلّت کی تطہیر کے لیے آگے نہ بڑھا تو ایمان و ہدایت اور نیکی و بھلائی کا پاکیزہ چشمہ مکدر اور ناپاک ہو کر رہ جائیگا۔ اس نے عزمِ صمیم کر لیا اور کربلا کا ذرہ ذرہ شاہد ہے کہ اس نے وہی کر دکھایا جو اس کے شایانِ شان تھا۔

چنانچہ آپ کا وہ خطبہ جو آپ نے لشکرِ یزید کے سامنے کہا اس کا ایک ایک لفظ

اس حقیقت کی ضمانت اور اس پر مہرِ تصدیق ہے۔

آپ کا یزید کے خلاف کھڑے ہونے کا سبب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:۔

اَیُّھَا النَّاسُ اَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّے اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَأی سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلاً لِحُرَمِ اللہِ نَاکِثًا لِعَھْدِ اللہِ مُخَالِفًا لِسُنَّۃِ رَسُولِ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَعْمَلُ فِی عِبَادِ اللہِ بِالْاِثْمِ وَالعُدْوَانِ فَلَمْ یُغَیِّرْ مَا علیہ بِفِعْلٍ وَلا قَولٍ کَانَ حَقًّا عَلَی اللہِ اَنْ یُدْخِلَہٗ مُدْخَلَہٗ اَلَا وَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ قَدْ لَزِمُوا طَاعَۃَ الشَّیْطَانِ وَتَرَکُوا طَاعَۃَ الرَّحْمٰنِ وَاَظْھَرُوا الفَسَادَ وَعَطَّلُوا الحُدُودَ، وَاسْتَاثَرُوا بِالفَیْئِ وَاَحَلُّوا حَرَامَ اللہِ وَحَرَّمُوا حَلَالَہٗ وَاَنَا اَحَقُّ مِنْ غَیْرِی

اے لوگو! بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ کو دیکھے جس نے اللہ کے عہد کو توڑ دیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی ہو۔ اللہ کے بندوں میں گناہ اور ظلم کے ساتھ عمل کرتا ہو۔ پھر وہ شخص اپنی قوتِ طاقت کی حد تک اپنے قول اور فعل سے اسکو نہ بدلے تو اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ اسکو اس (بادشاہکے) داخل ہونے کی جگہ میں داخل کر دے خبردار ہو جاؤ! بیشک ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے اور حدود شرعی کو معطل کر دیا ہے اور محاصل کو اپنے ہی لیے خرچ کرتے ہیں اللہ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا ہے لہذا میں بہ نسبت کسی اور شخص کے (انکے خلاف جہاد کرنے کا) زیادہ حقدار ہوں اور بیشک میرے پاس تمہارے خطوط اور قاصد آئے کہ

وَ قَد اَتَتنِی کُتُبُکُم وَ رُسُلُکُم	تم میری بیعت کرو گے اور ہر طرح میرا ساتھ
بِبَیعتِکم و اَنَّکُم لَا تُسلِمُونِی وَلَا	دو گے اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچنے دو گے
تَخذِلُونِی فَان اَتمَمتُم عَلٰی بَیعَتِکُم	اور مجھے چھوڑ دو گے نہیں پس اگر تم میری بیعت
تُصِیبُوا رُشدَکم و اَنَا الحُسَینُ	پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے میں حسین بن علی
ابنُ عَلِی ابنِ فاطمۃ بِنتِ رسولِ اللّٰہ	اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صلی اللّٰہ عَلَیہ وَسَلَّم ابن اثیر ۲/۲۴	وسلم ہوں۔

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

سَاَمضِی وَمَا بِالمَوتِ عَارٌ عَلَی الفَتٰی — اِذَا مَا نَوٰی خَیرًا وَجَاھَدَ مُسلِمًا

میں عنقریب مرجاؤں گا اور موت کسی جواں مرد کے لیے باعثِ عار نہیں ہے جبکہ اسکی نیّت میں خیر ہو۔ اور بحالتِ مسلمان جہاد کرتا ہو۔

وَوَاسٰی رِجَالًا صَالِحِینَ بِنَفسِہٖ — وَخَالَفَ مَثبُورًا وَفَارَقَ مُجرِمًا

اور اس نے اپنی جان سے صالحین بندوں کی تائید کی ہو اور تباہ کار کی مخالفت اور مجرم سے مفارقت کی ہو۔

فَاِن عِشتُ لَم اَندَم وَاِن مُتُّ لَم اُلَم — کَفٰی بِکَ ذُلًّا اَن تَعِیشَ وَتُرغَمَا

اگر میں زندہ رہا تو نادم نہ ہوں گا اور اگر مرگیا تو ملامت نہ کیا جاؤں گا لیکن (اے دشمن) تیرے لیے یہ ذلّت کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل و خوار ہو۔

بلاشبہ آپ نے وہی کیا جو آپ کے بلند مقام کے لائق تھا اور آپ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت و شجاعت کے مظہر تھے۔ چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں اپنے دونوں شہزادوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ دونوں آپ کے بچے ہیں۔ ان کو بطور ورثہ کچھ عطا فرمائیں؟

ارشاد ہوا۔

اما الحسن فلہ ھیبتی و سُودَدِی و اما الحسین فلہ جرأتی و جُودِی (ابن عساکر، طبرانی فی الکبیر، ابن مندہ، تہذیب التہذیب ۲/۳۴۵، کنز العمال ۸/۱۵)	حسن کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لیے میری جرأت اور میری سخاوت ہے۔

ابن عساکر کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا۔

اما الحسن فقد نحلتہ حلمی و ھیبتی و اما الحسین فقد نحلتہ نجدتی وجودی	حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور اپنی ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

اور العسکری کی تیسری روایت میں ہے کہ فرمایا۔

نحلتُ ھذا الکبیر المھابۃ والحلم ونحلتُ ھذا الصغیر المحبۃ والرضا۔	اس بڑے کو میں نے ہیبت و حلم عطا فرمایا اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت دی۔

سبحان اللہ! دونوں شاہزادوں سے وہی کچھ ظاہر ہوا جو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں عطا ہوا تھا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حلم و بُردباری میں بے مثال تھے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جرأت و شجاعت اور محبت و رضا کا وہ مظاہرہ کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مقام پر باطل سے نہیں دبے تو جو اُن کی شجاعت و جرأت کا مظہر تھا وہ باطل کے سامنے کیسے دب سکتا تھا ؎

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسین کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول،
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

اور یہ روایت کہ امام عالی مقام نے فرمایا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دوں گا یعنی بیعت کر لوں گا، درست نہیں ہے۔ چنانچہ

عقبہ بن سمعان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک اور مکہ سے عراق تک امام عالی مقام کے ہمراہ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے جدا نہ ہوا اور ان کی وہ تمام تقاریر سنیں جو انھوں نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں کے سامنے کیں۔

فو اللہِ ما اعطاھُم ما یتذاکرُ بہ الناسُ من انہ یضعُ یدَہٗ فی یدِ یزیدَ ولا ان یُسیّروہ الیٰ ثغرٍ من ثغورِ المسلمین ولکنہ قالَ دعونی ارجعُ اِلی المکانِ الّذی اقبلتُ منہُ اَو دعونی اذھبُ فی ھذہِ الارضِ العریضۃِ حتی ننظرَ الی ما یصیرُ الیہ امرُ الناسِ فلم یفعلوا (ابن اثیر ص ۲۲/۴)

خدا کی قسم! انھوں نے کسی وقت بھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں رکھ دوں گا اور نہ یہ کہ مجھے تم مسلمانوں کی کسی سرحد تک لے چلو بلکہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں یا مجھے اس وسیع و عریض زمین میں کہیں نکل جانے دو حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ لوگوں کا فیصلہ (حکومت کے لیے) کس کی طرف لوٹتا ہے پس انھوں نے نہ مانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَیکونُ علیکم امراءُ یُؤخّرونَ الصلوٰۃَ عن مواقیتِھا وَ یحدِثُونَ البِدَعَ قالَ ابنُ مسعودٍ فکیفَ اَصنَعُ قالَ تسأَلنِی یا ابنُ امِّ عبدٍ کیفَ تصنَعُ؟ لَا طاعۃَ لِمَن عَصَی اللہَ

الفتح الکبیر ص ۱۶۵/۲

عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو نمازوں کو وقت گزار کر پڑھیں گے اور خلافِ سنّت نئی باتیں ایجاد کریں گے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اس وقت میں کیا کروں؟ فرمایا اے ابنِ امِّ عبد! تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ تم اس وقت کیا کرو؟ سنو جو اللہ کا نافرمان ہو اس کی اطاعت نہیں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَتَكُونُ عليكم امراءُ مِن بَعدِی یَامرونَکم بِما لَا تَعرِفُونَ وَیَعمَلونَ بِما تنکرونَ فَلیس اُولئِكَ عَلیکم بِائمّۃٍ

السراج المنیر ص ۳۱۴/۲

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو تمھیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے عمل کرینگے جنکو تم بُرا جانو گے۔ پس وہ تم پر حاکم نہیں یعنی انکی اطاعت تم پر لازم نہیں۔

حضرت ابی سلالۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سَتَکونُ عَلیکُم ائمّۃٌ یملِکُونَ اَرزاقَکُم یُحدِّثونکُم فیکذبُونکم ویَعملونَ فَیَسیئُونَ العَمل لا یَرضَونَ منکُم حَتّٰی تُحَسِّنُوا قَبِیحَهُم وَ تَصدّقُوا کذبهم فاعطوهُم الحق ما رضُوا به فَاذا تَجاوَزُوا فمن قَتَل عَلیٰ ذٰلِكَ فَهُوَ شَهِیدٌ

السراج المنیر ص ۳۱۴/۲

عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو تمھاری روزیوں کے مالک ہوں گے وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو برے کام کریں گے وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک تم انکی برائیوں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کروگے۔ پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارا کریں پھر جب وہ اس سے تجاوز کرلیں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

ف:۔ اس ارشادِ گرامی کے مطابق بلاشک وشبہ امام عالی مقام شہید ہیں بلکہ سید الشہداء ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سیّدُ الشُّهَداء حَمزَةُ بن عبدِ المُطّلب وَرَجل قَامَ اِلیٰ امامِ جائرٍ فَامَره وَ نَهاه فقتلہٗ۔

سیّد الشہداء حمزہ بن عبد المطلب اور وہ شخص ہے جو ظالم امیر کے خلاف کھڑا ہو گا اور اسکو نیکی کا حکم دیگا اور برائی سے منع کریگا۔ پس وہ

السراج المنیر ص۳۲۱/۲ المستدرک ص۱۹۵/۲ (اس جرم میں) قتل کردیا جائیگا۔

الحمدللہ! ان دلائلِ حقہ معتبرہ سے ثابت ہو گیا کہ جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کرلی تھی ان پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ انھوں نے شریعتِ مقدسہ کے حکم "رخصت" پر عمل کیا۔ اور حضرت امام پر بھی کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا کیونکہ آپ نے بھی شریعتِ مطہرہ کے حکم "عزیمت" پر عمل کیا۔ اور عزیمت پر عمل افضل اور اس پر اجر عظیم ہے۔ لہذا آپ کا مقام بہت بلند اور افضل و اعلیٰ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حُسین ابنِ علی نے کی ہے قائم اک مثال ایسی
کہ تقلید اس کی تقدیرِ حیاتِ جاودانی ہے

سوال نمبر ۵

یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ لہٰذا قتلِ حسین اور اسکی رضا کی نسبت یزید کی طرف کرنا غلط ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب یہ کہنا غلط ہے کہ یزید پلید نے امام کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ بلکہ سب کچھ اس کے حکم اور اسکی رضا سے ہوا۔ چنانچہ علامہ سعدالدین تفتازانی صاحبِ شرح عقائد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

والحقُ اَنَّ رضاءَ یزیدَ بقتلِ الحُسینِ واستبشارَہ بذٰلکَ واھانتہ اھلِ بیتِ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم ممّا تواترَ معناہَ واِن کانَ تفاصیلُھا اٰحادًا

شرح عقائد نسفی صـ۱۰۲

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی اور خوش ہونا اور اہلِ بیت نبوت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواترِ معنوی کے ساتھ ثابت ہیں۔ اگرچہ انکی تفاصیل احاد ہیں۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

و بعضے دیگر گویند کہ وے امر بقتلِ آنحضرت نکردہ وبداں راضی نبودہ وبعداز قتلِ وے و اہلِ بیتِ وے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسرور و مستبشر نشدہ۔ ایں سخن مردود و باطل است

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ان کے قتل سے راضی تھا اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور انکے عزیزوں کے قتل سے خوش و

چہ عداوت آں بے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشارِ وے بقتلِ ایشاں و اذلال و اہانتِ او مر ایشاں را بدرجۂ تواتر معنوی رسیدہ است و انکارِ آں تکلف و مکابرہ است۔

(تکمیل الایمان ص۹۸)

مستور رہوا۔ یہ بات مردود اور باطل ہے اس لیے کہ اس شقی کا اہلِ بیتِ نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور انکی اہانت کرنا معنوی طور پر درجۂ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اسکا انکار تکلف و مکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔

علامہ تفتازانی صاحبِ شرح عقائد اور حضرت شیخ محقق جیسے بزرگوں کے فیصلے کے بعد اگرچہ مزید کسی شہادت اور حوالے کی ضرورت نہیں رہتی لیکن ہم خود یزید کے دستِ راست اور خاص اس مہم کے لیے مقرر کردہ امیرِ کوفہ ابن زیاد بد نہاد کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

یزید کی موت کے بعد ابنِ زیاد شام کو روانہ ہوا تو راستہ میں وہ سواری پر کسی گہری سوچ میں تھا۔ اس کے رفیقِ سفر مسافر بن شریح نے کہا، کیا آپ کو نیند آرہی ہے؟ ابنِ زیاد نے کہا نہیں مَیں کچھ سوچ رہا تھا! مسافر بن شریح نے کہا۔ مَیں بتاؤں آپ کیا سوچ رہے تھے؟ ابن زیاد نے کہا بتاؤ! مسافر بن شریح نے کہا کُنْتَ تَقُوْلُ لَيْتَنِيْ لَمْ اَقْتُلْ حُسَيْنًا، آپ اپنے دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش، مَیں نے امام حسین کو قتل نہ کیا ہوتا! ابن زیاد نے کہا اَمَّا قَتْلِی الحسین فانّہ اشار الی یزید بِقَتْلِہٖ اَوْ قَتْلِیْ فَاخْتَرْتُ قَتْلَہٗ، جہاں تک میرے امام حسین کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو وہ اس لیے تھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا تھا کہ مَیں انکو قتل کروں ورنہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔ تو مَیں نے ان کے قتل کو اختیار کیا۔ (ابنِ اثیر ص ۵۵ ج ۴)

اور سنئے! امام عالی مقام کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں یزید کے خلاف جب عام بغاوت ہو گئی تو:۔

بَعَثَ اِلٰی عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ زِیَادٍ

یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو مدینہ منورہ پر

يامره بالمسير الى المدينة ومحاصرة ابن الزبير بمكة	چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا
فقال والله لا اجمعهما للفاسق	خدا کی قسم! میں اس فاسق (یزید) کے لیے
قتل ابن رسول الله وغزو	ابن رسول اللہ کا قتل (جو پہلے کر چکا ہوں) اور
الكعبة ثم ارسل اليه يعتذر	کعبہ میں لڑائی دونوں کو اپنے لیے جمع نہیں کرونگا
ابن اثیر ص۴۵ ج۴	تو اس نے معذرت کر دی۔

جب امامِ عالی مقام کو شہید کیا گیا تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ یزید کے خلاف ہو گئے انھوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی۔ یزید کو معلوم ہوا کہ ابنِ عباس نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی تو وہ سمجھا کہ ابنِ عباس ابنِ زبیر کے مخالف اور میری بیعت پر قائم ہیں۔ اس نے ابنِ عباس کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ملحد ابن زبیر (معاذ اللہ) کی دعوتِ بیعت کو رد کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ میری بیعت پر قائم رہیں اور وفادار رہیں۔ اور دوسروں کو بھی وفاداری اور ابن زبیر کی مخالفت کی پُر زور تلقین کریں کیونکہ لوگ آپکی بات سنتے اور مانتے ہیں۔ مَیں آپ کی اس وفاداری اور نیکی کو فراموش نہیں کروں گا اور اس کا صلہ ادا کروں گا۔

اس کے جواب میں حضرت ابنِ عباس نے یزید کو لکھا کہ خدا کی قسم! مَیں نے ابن زبیر کی بیعت کو اس لیے ترک نہیں کیا کہ مَیں تمھاری خوشنودی یا تم سے کوئی صلہ حاصل کروں بلکہ ترکِ بیعت سے میرا جو مقصود ہے اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور تمھارا یہ گمان کہ مَیں صلہ و احسان کے لالچ میں آکر لوگوں کو تمھاری دوستی کی دعوت دوں اور ان کے دلوں میں ابنِ زبیر کا بُغض پیدا کروں اور اُن کے چھوڑنے پر مجبور کروں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ،-

قد قتلت حسينا و فتيان
عبد المطلب مصابيح الهدى و
نجوم الاعلام غادرتهم خيولك
بامرك فى صعيد واحد مزملين
بالدماء مسلوبين بالعراء
مقتولين بالظماء لا مكفنين
ولا مستورين تسفى عليهم
الرياح و ينشى بهم عرج
البطاح حتى اتاح الله
بقوم لم يشركوا فى دمائهم
كفنوهم و اجنوهم وبى
و بهم لو غزرت وجلست
مجلسك الذى جلست فما انسى
من الاشياء فلست بناس اطرادك
حسينا من حرم رسول الله
صلى الله عليه وسلم الى حرم
الله و تسييرك الخيول اليه
فما زلت بذلك حتى اشخصته
الى العراق فخرج خائفا
يترقب فنزلت به خيلك
عداوة منك لله و لرسوله

بلا شبہ تو نے حسین اور عبد المطلب کے جوانوں کو
قتل کیا ہے جو ہدایت کے روشن چراغ اور
چمکتے ہوئے ستارے تھے، تیرے حکم سے تیرے
لشکر کے سواروں نے ایک ہی جگہ انکو خاک و
خون میں ملا دیا۔ وہ سخت پیاس کی حالت
میں شہید ہوئے اور ان کے لاشے برہنہ،
بے کفن کھلے میدان میں پڑے رہے۔ ہوائیں
ان پر خاک اڑاتیں اور جنگل کے کفتار انکی
بوئیں سونگھتے تھے تا آنکہ ایک قوم کو جو ان کی
خوں ریزی میں شریک نہ تھی، اللہ نے توفیق
دی کہ انھوں نے ان سب کا کفن دفن کیا اگرچہ
میں تیری مجلس میں بیٹھ کر عزت دنیوی حاصل
کرتا ہوں لیکن میں ابھی ان باتوں کو نہیں بھولا
اور نہ بھولوں گا کہ تو نے حسین کو حرم رسول
اللہ مدینہ منورہ سے حرم اللہ مکہ مکرمہ کی طرف
نکالا اور انکی طرف برابر سوار اور پیادے بھیجتا
رہا یہاں تک کہ انھوں نے امام کو عراق کی طرف
نکلنے کیلیے بے قرار دیا۔ چنانچہ وہ مکہ سے بھی
ڈرتے ہوئے نکلے تو پھر تیرے سواروں نے
انکو اس عداوت کی بنا پر جو تجھ کو اللہ اور اسکے
رسول اور اہل بیت رسول جن کو اللہ تعالی نے

ولاهل بيته الّذين اذهبَ
اللهُ عنهم الرِّجسَ وطهّرهم
تطهيرًا فطلبَ اليكم الموادَعةَ
وَسأ لكم الرجعةَ فاغتنمتم
قلّةَ انصاره واستيصالَ
اهلِ بَيته وَ تعاوَنتم عليه
كأنكم قتلتم اهلَ بيتٍ
من التركِ والكفرِ فلا شيء
اعجبُ عندي منْ طلبتكَ
وَدّي وقد قتلتَ ولدَ
أبي وسيفكَ يقطرُ من
دمي وانتَ اَحَدُ ثاري
ولا يُعجبكَ اِنْ ظفرتَ بنا
اليومَ فلنظفرنّ بك يومًا
والسلام ابن اثیر ص ۵۰/۴

نے ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک کر کے
طاہر و مطہّر بنا دیا تھا، گھیر لیا۔ امام حسین نے
تم سے صلح کرنا چاہی اور واپس چلے جانے
کا سوال کیا مگر تم نے انکے مددگاروں کی قلّت
اور ان کے اہل بیت کے استیصال کے موقع کو
غنیمت جان کر انکے خلاف اس طرح ایک
دوسرے کی معاونت کی کہ گویا تم کسی ترک
یا کافروں کے کسی خاندان کو قتل کرتے ہو۔
کس قدر تعجب ہے کہ تم مجھ سے دوستی کی توقع
رکھتے ہو، حالانکہ تم نے میرے باپ کی اولاد
کو قتل کیا ہے اور تمہاری تلوار سے میرا خون
ٹپک رہا ہے تم میرے عزیزوں کے قاتل ہو
اور تم اس پر خوش اور مغرور نہ ہو کہ آج تم
نے ہم پر غلبہ پا لیا ہے، ایک دن ہم بھی تم
پر ضرور فتح یاب ہوں گے۔

چنانچہ علامہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

وقد أخطأ يزيدُ خطأً
فاحشًا في قوله لمسلم بن
عقبةَ أن يُبيحَ المدينةَ
ثلثةَ ايامٍ، وهذا خطاء
كبيرٌ فاحشٌ مع ما انضمّ الى

اور بلاشبہ یزید نے بڑی سخت غلطی کی اپنے
اس قول میں جو اس نے مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ
تین دن تک مدینہ منوّرہ کو مباح الدم (قتل
عام وغیرہ) قرار دیدے یہ ایک اور مجرمانہ غلطی
تھی جس سے (اسکی غلطیوں میں) اور اضافہ

ذٰلِكَ من قَتْلِ خلق مِنَ
الصَّحابةِ و ابناءِهمْ وقد
تقدَّمَ اَنهُ قَتَلَ الحُسينَ
و اصحابهُ على يدى عبيدِالله
ابن زياد وقد وقع فى
هذه الثلثة ايام مِن المفاسِدِ
العظيمةِ فى المدينةِ النبويةِ
مَا لا يُحَدّ ولا يُوصف
مِمَّا لا يعلمه الا الله عزّ
وجلَّ، وقد أراد بارسالِ
مسلم بن عُقبةَ توطيةَ
سلطانِهِ و ملكهِ و دوامِ
أيامِهِ من غيرِ منازع
فعاقبهُ اللهُ بنقيض قصده
وحَال بَينهُ و بينَ ما
يَشْتَهِيه فَقَصَمه اللهُ قاصم
الجبابرةِ و اَخذهُ عزيزٍ مقتدر
وكذلكَ اخذُ ربِّكَ اذا اَخذَ
القرىٰ وَهِيَ ظالمةٌ اِنَّ اخذهُ
اليمٌ شديدٌ ۔

البدایہ والنہایہ ص۲۲۲ ج۸

ہوا کہ صحابہ کرام اور انکی اولاد کی ایک
بڑی تعداد قتل ہو گئی۔ اور یہ پہلے آچکا ہے
کہ اس نے حضرت حسین اور ان کے اصحاب کو
ابن زیاد کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ اور بیشک
(مدینہ کے) ان تین دنوں میں بڑے بڑے
عظیم مفاسد مدینۃ النبیؐ میں نمایاں ہوئے
جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ کیفیت
بتلائی جا سکتی ہے (یعنی اسقدر شرمناک ہیں
کہ) انھیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اور یزید
نے تو مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج کر یہ چاہا
تھا کہ اسکی بادشاہی اور حکومت مضبوط اور
دائمی ہو جائے جس میں کوئی خصومت اور جھگڑا
نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے اس کے
قصد اور ارادے کے خلاف سزا دی اور جو وہ چاہتا
تھا وہ نہ ہونے دیا اور اسے اسی طرح ہلاک
کیا جس طرح وہ جابر ظالموں کو ہلاک کیا
کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکو بھی اپنی مضبوط
غالب قدرت سے پکڑا اور تیرے رب کا پکڑنا ایسا
ہی ہے جبکہ اس نے (پہلے بھی) ظالم بستیوں
کو پکڑا۔ بلا شبہ اسکی پکڑ بڑی سخت
الم انگیز ہوتی ہے۔

ان عبارات میں خط کشیدہ الفاظ کو غور سے دیکھیں جن سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلاشبہ امامِ عالی مقام کا قتل یزید کی رضا اور اُسکے حکم سے ہوا تھا۔

اور پھر ابنِ زیاد بد نہاد جسکو یزید نے کوفہ کا گورنر مقرر ہی اس لیے کیا تھا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اثر جو اہلِ کوفہ پر ہے ختم کرے اور اِس سلسلے میں اُسکو جو کچھ بھی کرنا پڑے وہ کرے خود ابنِ زیاد کی شہادت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور امام اہل سنت علامہ تفتازانی صاحب شرح عقائد نسفی اور علامہ حافظ ابن کثیر اور شیخ محقق کے بیان کے بعد یہ شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے کہ امامِ عالی مقام کا قتل یزید کی مرضی اور حکم سے نہیں ہوا اور واقعۂ کربلا کی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوتی۔

معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کوئی فوجی افسر یا کسی صوبہ کا گورنر محض اپنی مرضی اور رائے سے ملک کے امیر کے حکم یا اس کی مرضی کے بغیر ملک کی کسی عظیم ترین شخصیت کو قتل نہیں کر سکتا۔ خاندانِ رسالت کی عظیم ترین ہستیاں یعنی حضرت امام حسین اور ان کے عزیز و اقارب اور رفقاء کا قتل یزیدی فوج کے کسی افسر یا صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ یزید کے حکم اور رضا سے ہُوا اور اسکی پوری پوری ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اسکی نظیر موجود ہے۔ دیکھئے فرعون نے اپنے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کا کوئی بچہ ذبح نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام بچوں کا قاتل اور ذابح اسی کو قرار دیا کیونکہ تمام بچے اسی کے حکم سے ذبح کئے گئے تھے۔ چنانچہ فرمایا :-

یُذَبِّحُ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیِ نِسَآءَکُمْ "(اے اسرائیلیو! جبکہ فرعون تمھارے بچوں کو ذبح کرتا تھا اور تمھاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتا تھا) ثابت ہوا کہ جس کے حکم اور رضا سے قتل ہو اس حاکم کو حکماً قاتل ہی کہا جائے گا۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ یزید حضرت امام

حسینؓ کے قتل سے راضی نہ تھا اور نہ یہ قتل اس کے حکم اور رضا سے ہوا، بلکہ بلاشبہ یہ سب کچھ یزید پلید کے حکم اور رضا سے ہوا۔

یزید اور اس کے ساتھی خوش ہوئے اس کامیابی پر
نہ غم تھا ان کو اجمل آلِ اطہر کی تباہی پر
چنانچہ جب شہادت ہو گئی فرزندِ زہرا کی
تو مقصد اس کا بر آیا یہی اس کی تمنّا تھی

سوال نمبر ٦

اگر امام حُسین کا قتل یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا تھا تو پھر اس نے ابنِ زیاد پر لعنت کیوں کی؟ اور امام کے قتل پر اظہارِ افسوس کیوں کیا؟ اس کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا!

جواب

جی ہاں! وہ خوش بھی ہوا اور اس نے ابنِ زیاد پر لعنت بھی کی اور اظہارِ افسوس بھی کیا۔ خوش اس لیے ہوا کہ جس ہستی سے اس کی حکومت اور اقتدار کو خطرہ تھا وہ وجود ختم ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابنِ زیاد کی قدر و منزلت اس کے ہاں زیادہ ہو گئی۔ اگر واقعی اس کے نزدیک امام کا قتل ناجائز اور قاتل ابن زیاد ظالم اور مستحقِ لعنت تھا تو پھر اس نے ابنِ زیاد سے اس کا مواخذہ کیوں نہ کیا اور اسکو کوئی سزا کیوں نہ دی۔ کم از کم اسے معزول ہی کر دیتا مگر اس نے کچھ بھی نہ کیا ثابت ہوا کہ قلبی طور پر تو وہ خوش تھا کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا مگر وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ میری پیشانی پر امام کے بے گناہ قتل کا وہ سیاہ داغ لگ چکا ہے کہ دنیائے اسلام قیامت تک مجھے ملامت کرتی رہے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی رسوائی کے خطرات کے پیشِ نظر صرف زبانی لعنت بھیجی اور ندامت و افسوس کا اظہار بھی کر دیا۔ جس کو رسمی یا سیاسی لعنت و ندامت کہنا چاہیئے۔ ہمارے بیان کی صداقت پر علامہ حافظ ابن کثیر کی شہادت و روایت ملاحظہ ہو۔

فرماتے ہیں:-

لَمَّا قَتَل ابنُ زِيادٍ الحُسَينَ وَ مَن مَّعَہٗ بَعَثَ بِرُؤُسِھِم اِلٰی يَزِيدِ فَسُرَّ بِقتلِہٖ اَوَّلًا و حسنت بذٰلِكَ مَنزِلَتُہٗ ابْنِ زِيادٍ عِندَهٗ ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ اِلَّا قليلًا حَتّٰی نَدِم

البدايہ والنہايہ صـ ۲۳۲ / ۸

جب ابن زیاد نے حضرت حسین کو مع انکے رفقاء کے قتل کر دیا اور ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اوّلاً خوش ہوا اور اسکی وجہ سے ابن زیاد کی قدر و منزلت اس کے نزدیک زیادہ ہو گئی مگر وہ اس خوشی پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہا حتیٰ کہ پھر نادم ہوا۔

علامہ شیخ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ :-

فَارسَلہٗ وَمَن مَّعہٗ مِن اھلِ بیتہٖ الی یزید و مِنھُم علی ابنُ الحسین و عَمَّتُہٗ زینب فَسُرَّ سرورًا کثیرًا و اَوقَفھُم موقِفَ السبیِ و اَھَانَھُم و صَارَ یضربُ الراُسَ الشریفَ بِقَضِیبٍ کَان مَعَہٗ و یَقولُ لَقِیتَ بَغْیَکَ یا حُسینُ و بالَغَ فِی الفرحِ ثُمَّ نَدِمَ کَمَا مُقَتَہٗ المُسلمونَ عَلٰی ذٰلِکَ و اَبغَضَہٗ العَالَم

اسعاف الراغبین صـ ۲۰۷

پس (ابن زیاد نے حضرت امام کے) سر انور کو مع انکے اہل بیت کے جن میں حضرت زین العابدین اور انکی پھوپھی حضرت زینب بھی تھیں، یزید کے پاس بھیجا تو وہ یزید بہت زیادہ خوش ہوا اور اس نے انکو قیدیوں کے مقام پر کھڑا کیا اور انکی توہین کی اور لکڑی کی چھڑی سے سر انور کو الٹ پلٹ کرتا اور مارتا تھا اور کہتا تھا اے حسین تو نے اپنی بغاوت کا انجام دیکھ لیا اور اس نے خوشی و فرحت میں مبالغہ کیا۔ پھر وہ نادم ہوا اس وجہ سے کہ اسکے اس فعل پر مسلمان اس سے بغض رکھیں گے اور مخلوق اس سے نفرت کرے گی۔

ان روایتوں سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ یزید اولاً امام عالی مقام کے قتل سے خوش ہوا مگر یہ خوشی زیادہ دیر تک نہ رہی وہ اس لیے کہ بعد میں اس نے سوچا اور اپنی رسوائی کا اندیشہ ہوا جس نے نادم کر دیا۔ اور یہ ندامت امام کے قتل پر نہ تھی بلکہ اپنی رسوائی پر تھی۔ چنانچہ خود یزید کی زبانی سنیئے!

لَعَنَ اللهُ ابنُ مرجانۃَ فَاِنْ اَخرجہُ واضطرہُ و قد سالہُ اَن یُخلِّیَ سبیلہ اَو یاتینی او یکونَ بِثغرٍ من ثغور المسلمینَ حتی یتوفاہ اللهُ فلم یفعلْ بلْ اَبیٰ علیہِ وَقتلہُ فَبغضنی بقتلہِ الی المسلمینَ وزرع لی فِی قُلوبِھِمُ العداوۃَ فَابغضنی البرُّ والفاجرَ بِما اَستعظمَ الناسُ مِن قتلِی حُسیناً مالِی ولابن مرجانۃَ قبّحہ اللهُ وغضِبَ علیہِ

البدایہ والنہایہ
ص ۲۳۲/۸

اللہ کی لعنت ہو ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر کہ اس نے حسین کو تنگ و مجبور کر دیا حالانکہ حسین نے اس سے سوال کیا تھا کہ یا تو انکو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں یا انکو میرے پاس آنے دیا جائے یا انکو سرحد کی طرف جانے دیا جائے کہ جہاد میں زندگی بسر کریں۔ پس ابنِ مرجانہ نے نہ مانا اور انکو قتل کر دیا اور ان کے قتل سے مجھے مسلمانوں میں مبغوض بنا دیا اور ان کے دلوں میں میرا بغض اور عداوت پیدا کر دی۔ تو اب ہر نیک و بد مجھ سے بغض رکھے گا جبکہ میرا حسین کو قتل کرنا لوگوں پر شاق اور گراں گزرے گا۔ مجھے ابن مرجانہ سے کیا واسطہ اللہ اس کا برا کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

یزید کے اِس بیان کے آخری الفاظ میں غور فرمایئے کہ "اب ہر نیک و بد مجھ سے اس لیے عداوت رکھے گا کہ میرا حسین کو قتل کرنا ان پر بہت گراں گزرے گا" اس

میں اس بات کا بھی صاف اعتراف ہے کہ وہ قاتلِ حسین ہے۔ کیونکہ سب کچھ اس کے حکم سے ہوا۔ رہا ابنِ زیاد پر لعنت وغیرہ کرنا تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ قتلِ امام سے خوش نہیں ہوا تھا بلکہ قتلِ امام ہی کی وجہ سے ابنِ زیاد کا مرتبہ اس نے اپنے یہاں بلند کیا جیسا کہ ذکر ہو چکا اور ابن زیاد پر اس کا لعنت وغیرہ کرنا اسی اپنی رسوائی پر تھا جو آئندہ اس کے حصے میں آنے والی تھی اور آئی چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

وَقَدْ لَعَنَ ابنَ زِيادٍ عَلٰى فِعلِهٖ ذٰلكَ وَ شَتَمَهٗ فِيما يَظْهَرُ وَ يَبْدُوْ وَلٰكن لَمْ يَعْزِلْهُ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا عَاقَبَهٗ وَلَا أَرْسَلَ يَعِيبُ عَلَيهِ ذٰلِكَ،	بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اسکو بُرا بھلا بھی کہا، اس وجہ سے کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہو گی اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہو گا لیکن نہ تو اس نے ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول کیا اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج کر اسکا یہ شرمناک عیب اسکو جتایا یعنی ملامت کیا۔
البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۳/۸	

"خلافتِ معاویہ و یزید" کا مؤلف امام غزالی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ یہ صحیح نہیں کہ یزید نے حسین کو قتل کرایا یا اسکا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا۔ پس جبکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تو پھر یزید کے ساتھ ایسی بدگمانی رکھنا یا سب وشتم وغیرہ کرنا ناجائز وحرام ہے۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قتلِ حسین کا حکم دیا اور اس پر رضامندی کا اظہار کیا تو وہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ ملخصاً (معاویہ و یزید صفحہ ۵۳، صفحہ ۵۵)

گویا امام غزالی کے قول سے یہ ثابت ہوا کہ یزید کے ساتھ بدگمانی رکھنا یا اس پر لعنت وغیرہ کرنا اس لیے ناجائز وحرام اور حماقت ہے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ اس نے امام کے قتل کا حکم دیا اور اس پر وہ راضی ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر

امام کا قتل اس کے حکم یا اس کی رضامندی سے ہو تو پھر وہ ضرور بدگمانی اور لعنت وغیرہ کا مستحق ہے (اور اس حقیقت کو ہم نے گزشتہ سطور میں ثابت کر دیا ہے)

خلافت معاویہ و یزید کے مؤلف کی دیگر عبارات بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) امیر المؤمنین یزید اوّل کی خلافت کی حجیّت کی سب سے بڑی دلیل ہے جمہور صحابہ کرام کا اجماع۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمر نے اُن کے خلاف خروج کو خدا اور رسول کے ساتھ سب سے بڑی غداری قرار دیا تھا۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۱)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید کے خلاف خروج خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑی غدّاری تھا۔ (معاذ اللہ)

(۲) اگر رائے عامہ ایک حکومت یا حاکم کے حق میں ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتی تو ایسی حکومت یا حاکم پر عائد کردہ الزامات خودبخود باطل ہو گئے اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے وہ باغی اور مفسد ہی قرار پائیں گے۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۹)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ چونکہ رائے عامہ یزید کے حق میں تھی لہذا امام کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا بغاوت اور فساد برپا کرنا تھا۔ اس لحاظ سے وہ باغی اور مفسد تھے۔ (معاذ اللہ)

(۳) اور جس نے امام المسلمین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت کو ماننے لگے ہوں۔ خواہ یہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ تو اس نے مسلمانوں کی قوّت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا اور اگر اس خروج کی حالت میں اسکی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۸)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف

خروج کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے بھی خلاف کیا اور مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کیا اور معاذ اللہ وہ جاہلیّت کی موت مرے (یعنی کفر کی موت۔ کیونکہ وہ بحالتِ خروج میں شہید ہوئے) (معاذ اللہ)

(۴) چوری اور زنا اور دوسرے کبائر کا ارتکاب امام کے خروج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔" (تبصرہ محمودی ص۹۶)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام (یزید) پر خروج کیا۔ لہذا ان کا یہ گناہ چوری اور زنا اور دوسرے کبائر سے بڑا تھا (معاذ اللہ)

(۵) ان حضرات پر خلفاءِ اسلام کا یہ احسان ہے کہ انھیں قتل کر دیا گیا اور یہ قتل اُن کے جرمِ عظیم کا کفارہ ہوگیا ورنہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے" (تبصرہ محمودی ص۹۶)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ خلیفۂ اسلام یزید نے حضرت امام حسین کو قتل کرکے ان پر احسان کیا ورنہ امام خروج کرنے کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔ (معاذ اللہ)

قارئین کرام! ان پانچ ناپاک عبارات کو غور سے دیکھیں جن سے ایک مومن کی روح تڑپ اٹھتی ہے کہ اس یزیدی خارجی مؤلف نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کیسی کیسی ناپاک تہمتیں لگائیں۔ معاذ اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری کرنے والا، مفسد، باغی، جاہلیّت کی موت مرنے والا چوری اور زنا سے بڑھ کر گناہ کرنے والا، جرم عظیم کا مرتکب قرار دیا ہے۔ اور آخر میں کہا ہے کہ اگر یزید ان کو قتل کرکے ان پر یہ احسان نہ کرتا تو وہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اب ایک طرف امام غزالی کے قول کو جو اس مؤلف نے لکھا ہے سامنے

رکھیئے اور ایک طرف اس کی ناپاک عبارات کو رکھ لیجئے اور اسی مؤلف سے سوال کیجئے کہ اگر امام ایسے ہی تھے جیسا کہ تُو نے لکھا ہے تو پھر بقول تیرے امیرالمومنین وخلیفۃ المسلمین یزید پر لازم وضروری تھا کہ وہ آپ کو قتل کراتا اور اس پر فخر کرتا کیونکہ ایسے باغی ومفسد وغدّار کا قتل کیا جانا ہی ضروری تھا۔ اور اس نے قتل کرایا جو اس پر لازم تھا۔ پھر بقول امام غزالی کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قتلِ حسین کا حکم دیا اور اس پر راضی ہوا تو وہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ ثابت ہوا کہ تُو خود ہی پرلے درجے کا احمق ہے ؎

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

یزیدی ٹولہ یزید پلید کی حمایت میں سر توڑ کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح یزید کو بڑا متقی، صالح، امامِ عادل اور خلیفۂ راشد ثابت کر دے، اور اس سلسلے میں کبھی کسی کا اور کبھی کسی کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ وہ جس کا بھی سہارا پکڑتے ہیں وہی ان کی آرزوؤں اور حسرتوں کا خون کر کے ان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ آجکل بڑے زور وشور سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوٰی شائع کر رہے ہیں اور ان کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ "ائمہ اربعہ کے بعد سب سے بڑے عالم بزرگ امام غزالی کا فتوٰی۔ کہ یزید مسلمان تھا اور مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے"۔ حالانکہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ از رُوئے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مومن لعّان یعنی لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ نیز شخصِ معیّن پر لعنت نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ وہ لعنت کا مستحق ہو۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

وَالصِفَاتُ الْمُقْتَضِيَةُ لِلَّعنِ ثَلَاثَةٌ، اَلْكُفْرُ وَالْبِدْعَةُ وَالْفِسْقُ وَللَّعْنِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ ثَلَاثٌ

اور جو صفات لعنت کی مقتضی ہیں وہ تین ہیں۔ کفر۔ بدعت اور فسق۔ اور ان میں لعنت کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی

مَرَاتِبَ اَلاُوْلیٰ اللَّعْنُ بِالْوَصْفِ الْاَعَمِّ کَقَوْلِکَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ وَالْمُبْتَدِعِیْنَ وَالْفَسَقَۃِ اَلثَّانِیَۃُ اللَّعْنُ بِاَوْصَافٍ اَخَصَّ مِنْہُ کَقَوْلِکَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَالْمَجُوْسِ وَعَلَی الْقَدَرِیَّۃِ وَالْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ اَوْ عَلَی الزُّنَاۃِ وَالظَّلَمَۃِ وَ آکِلِی الرِّبَا وَکُل ذَالِکَ جَائِزٌ وَلٰکِنْ فِیْ بَعْضِ اَوْصَافِ الْمُبْتَدِعَۃِ خَطَرٌ لِاَنَّ المعرفۃ الْبِدْعَۃِ غَامِضَۃٌ اَلثَّالِثَۃُ اللَّعْنُ لِلشَّخْصِ الْمُعَیَّنِ وَ ھٰذَا فِیْہِ خَطَرٌ کَقَوْلِکَ زَیْدٌ لَعَنَہُ اللّٰہُ وَ ھُوَ کَافِرٌ اَوْ فَاسِقٌ اَوْ مُبْتَدِعٌ اما شَخْصٌ بِعَیْنِہٖ فِیْ زَمَانِنَا کَقَوْلِکَ زَیْدٌ لَعَنَہُ اللّٰہُ وَ ھُوَ یَھُوْدِیٌّ مَثَلاً فَھٰذَا فِیْہِ خَطَرٌ فَاِنَّہٗ رُبَّمَا یُسْلِمُ (احیاء العلوم صفحہ ۱۲)

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

وَعَلَی الْجُمْلَۃِ فَفِیْ لَعْنِ الْاَشْخَاصِ

صورت یہ ہے کہ وصف عام کے ساتھ لعنت کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ کافروں۔ بدعتیوں اور فاسقوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وصف خاص کے ساتھ لعنت کرے مثلاً یوں کہے کہ یہود، نصاریٰ مجوس۔ قدریہ۔ خوارج۔ روافض۔ زانی ظالم اور سُود خوار پر لعنت ہو۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ لیکن اہل بدعت پر لعنت کرنے میں تردّد ہے کیونکہ بدعت کا پہچاننا امر مشکل ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شخصِ معیّن پر لعنت کرے، یہ محلِّ خطر ہے۔ مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اس طرح نہیں کہنا چاہیئے کہ زید پر لعنت ہے۔ اور اس زمانہ کے کسی شخصِ معیّن پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو مثلاً زید پر جو یہودی ہے اللہ کی لعنت ہو یہ اچھا نہیں اس میں احتمال خطرہ ہے اس لیے کہ شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے اور مسلمان ہو جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ معیّن لوگوں پر لعنت

خَطَر فَلْيَجْتَنَبْ وَلَا خَطَرَ
فِى السَّكُوتِ عَنْ
لَعَنِ ابليس مثلاً
فضلاً عَنْ غيرہ
فَانْ قِيلَ هَلْ يَجُوزْ
لَعْنِ يَزِيدَ لِاَنَّه
قَاتِلُ الحُسَيْنِ اَوْ آمِرُ
بِهٖ قلنا هذا لَمْ
يَثْبُتْ اصلاً

احیاء العلوم صفحہ ۱۲۳

فَاِنْ قِيلَ فَهَلْ يَجُوزاَنْ يُّقَالَ
قَاتِلُ الْحُسَيْنِ لَعَنهُ الله
اَوالاٰمِرِ بقتلہ لعنہ الله قُلْنَا
الصَّوَابَ اَنْ يُّقَالَ قَاتِلَ الحُسينِ
اِنْ مَّاتَ قَبْلَ التَّوْبَةِ لَعَنَهُ
الله لِاَنَّہ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّمُوْتَ
بَعْدَ التَّوْبَةِ فَانَّ وَحْشِيًا قَاتِلُ
حَمْزَةَ عَمِّ رَسُوْلَ الله صَلَّى الله
عَلَيْہِ وَسَلَّم قَتَلَہٗ وَهُوَ كَافِرٌ ثُمَّ

کرنے میں خطرہ ہے اس سے اجتناب کرنا
چاہیئے اور اگر کوئی بالفرض شیطان پر ہی لعنت
نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ
نہیں شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا پھر
اگر کوئی کہے کہ یزید نے حضرت امام حسین
(علیہ السلام) کو قتل کیا یا اس نے قتل کی
اجازت دی تو اسکو لعنت کرنا جائز ہے یا
نہیں؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ قتل و اجازتِ
قتل یہ دونوں باتیں بالکل پایۂ ثبوت کو
نہیں پہنچیں۔
اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بھی کہنا جائز ہے یا نہیں؟
کہ قاتلِ امام حسین یا قتل کی اجازت دینے
والے پر اللہ کی لعنت ہو؟ تو ہم کہتے ہیں کہ درست
یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبلِ توبہ
مرا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت کیونکہ یہ احتمال
ہے کہ شاید بعد توبہ مرا ہو۔ (جیسا کہ) وحشی
نے حضرت حمزہ عمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو قتل کیا اور وہ (وحشی) حالتِ کفر میں تھا۔ پھر کفر
اور قتل دونوں سے اس نے توبہ کی[1] تو اس پر لعنت

[1] وحشی کی توبہ تو ثابت ہے لیکن یزید کی توبہ کا صرف احتمال ہی احتمال ہے بلکہ عدمِ توبہ راجح ہے کیونکہ اس کے بعد افعال قبیح اس پر دال ہیں

تَابَ عَنِ الكُفرِ وَالقَتلِ جَمِيعًا وَلَا يَجُوزُ اَن يُلعَنَ وَالقَتلُ كَبِيرَةٌ وَلَا تَنتَهِي اِلٰى رُتبَةِ الكُفرِ فَاِذَا لَم يُقَيَّد بِالتَّوبَةِ وَاطلِق كَانَ فِيهِ خَطرٌ وَلَيسَ فِي سكوتِهِ خَطرٌ فَهُوَ اَولٰى احياء العلوم ص ۱۲۱/۳

و انما اوردنا هٰذا التهاون النّاس بِاللعنة و اطلاق اللّسان بها والمؤمن ليس بلعان فلا ينبغي ان يطلق اللسان باللعنة الا على من مات على الكفر او على الاجناس المعروفين با وصافهم دون الاشخاص المعنيين فالاشتغال بذكر الله اولى فان لم يكن ففي السكوت سلامة ....

فقال رجل رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصني فقال اوصيك ان لا تكون لعانًا - احياء العلوم ص ۱۲۱/۳

جائز نہیں۔ اور قتل گناہ کبیرہ ہے جو کفر کے درجے تک نہیں پہنچتا پس جب توبہ سے مقید نہ کیا جائے اور مطلق لعنت کی جائے تو اس میں خطرہ ہے اور سکوت میں کوئی خطرہ نہیں اور یہی بہتر ہے۔

اور ہم نے جو یزید کی لعنت کا یہاں ذکر کیا ہے تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن کے باب میں جھٹ پٹ زبان کھول دیتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ تو چاہیئے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اس کے سوا پر زبان لعن نہ کھولیں اور اگر لعنت ہی کرنی ہو تو معین شخص کا ذکر نہ کریں وصف عام کے طور پر لعنت کریں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی کچھ ذکر خدا کرے اور اگر نہ ہو سکے تو چپ ہی رہے اس میں سلامتی ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کوئی وصیت فرمائیے فرمایا میری وصیت تجھے یہ ہے کہ تو بہت زیادہ لعنت کرنے والا نہ ہونا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم قارئین حضرات پر واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ امام غزالی نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم کیمیائے سعادت میں باب باندھا ہے "باب آفاتِ زبان" یعنی انسان پر اسکی زبان کی وجہ سے بہت سی آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ لہٰذا زبان کو لگام دے کر قابو میں رکھنا چاہیئے اور بہت ہی زیادہ احتیاط سے کلام کرنا چاہیئے۔ اس باب کے تحت انھوں نے بہت سے عنوان قائم کئے ہیں مثلاً بے فائدہ کلام۔ کثرتِ کلام۔ باطل امور پر کلام۔ لڑائی جھگڑا۔ گالی گلوچ۔ ہنسی مذاق۔ غیبت و جھوٹ۔ جھوٹا وعدہ کرنا۔ راز کو ظاہر کرنا۔ بے جا تعریف کرنا وغیرہ اسی میں لعنت و ملامت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ جس سے عباراتِ بالا نقل کی گئی ہیں۔ بالا عبارات میں خط کشیدہ الفاظ میں غور فرمائیے۔ امام صاحب کے نزدیک کافروں۔ فاسقوں پر اور اسی طرح یہود و نصاریٰ۔ قدریہ و جبریہ۔ خوارج و روافض۔ ظالموں لو زانیوں اور سود خواروں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ البتہ شخصِ معیّن پر لعنت کرنے سے انھوں نے روکا ہے کیونکہ اس میں نقصان و خطرہ ہے۔ یہ محض کمالِ احتیاط اور بلند ترین تقوای کی دلیل ہے۔ چنانچہ غور فرمایئے وہ فرماتے ہیں کہ اِس زمانہ کے کسی شخص معیّن پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی بالفرض شیطان پر بھی لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں۔ شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا۔ تعجب ہے کہ حضرت امام غزالی کے قول سے وہ لوگ استدلال کر رہے ہیں جن کا شب و روز کا مشغلہ ہی مسلمانوں کو بات بات پر کافر و مشرک اور بدعتی بنانا ہے۔ امام غزالی تو فرما رہے ہیں کہ شخصِ معیّن پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں اس لیے کہ شاید وہ توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اسی طرح ابلیس پر بھی لعنت نہ کرے بلکہ سکوت اختیار کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ اور وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

پس اللہ کی لعنت ہے کافروں پر اور بیشک اے ابلیس تجھ پر لعنت ہے روز قیامت تک۔ اور ہر مسلمان روزانہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھتا ہے یہ رَجِیْم کہنا بھی تو لعنت ہی ہے۔ امام غزالی کا قول پیش کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ کافر اور ابلیس کو بھی مستحق لعنت نہ سمجھیں اور ان پر لعنت بھی نہ کیا کریں۔ افسوس انکو یہ معلوم نہیں کہ کسی کا مستحقِ لعنت ہونا اور بات ہے اور اس پر لعنت نہ کرنا اور بات ہے۔ امام غزالی کا مقصد یہ ہے کہ از روئے حدیث، مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا یعنی خواہ کوئی مستحق لعنت ہو مگر مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اس پر لعنت نہیں کرتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وصفِ عام کے ساتھ ان کے نزدیک بھی کافر و فاسق پر بلکہ خوارج و روافض اور ظالم و زانی اور سود خور پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور یزید بلا شبہ فاسق و ظالم تھا، لہٰذا امام غزالی کے مقرر کردہ اصول کے مطابق بھی اس پر لعنت کرنا جائز ہو گیا۔ مگر اس کا نام لے کر نہیں۔ وہ بھی اس لیے کہ ان کے نزدیک یزید نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قتل کی اجازت نہیں دی اور اس لیے بھی کہ شائد اس نے توبہ کر لی ہو۔

اور ہم نے اکابر ائمہ اور علمار کرام رحمہم اللہ کے کلام سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امام کا قتل، یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید ہی کو قاتل قرار دیا اور اس کو خط لکھا قَدْ قتلتَ حُسَیْنًا وفتیان عبد المُطلب الخ کہ بیشک تُو نے حسین اور عبدالمطلب کے جوانوں کو قتل کیا ہے الخ۔ بلکہ خود ابن زیاد ملعون نے اقرار و اعتراف کیا کہ مَیں نے امام حسین کا قتل یزید کے حکم سے کیا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

لیجئے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ حضرت امام غزالی ہی کے مطابق یزید پلید مستحقِ لعنت ہے یا نہیں؟

وَ استَیقَظَ ابنُ عباسٍ رَضِیَ اللہ عنھما مَرۃٍ مِن نَومِہٖ فَاستَرجَعَ وَ قَالَ قُتِلَ الحُسَینُ واللہِ وَ کَانَ ذَالِکَ قَبلَ قَتلِہٖ فَانکرہٗ اَصحَابُہٗ فَقَالَ رَأَیتُ رسُولَ اللہِ صلّی اللہ عَلیہ وَسلّم وَ مَعہٗ زَجَاجَۃٌ مِن دَمٍ فَقَال اَلاَ تَعلَمَ مَاَ صَنَعَتُ اُمَّتِی بَعدِی قَتَلُوا اُبنَی الحُسینَ وَ ھذا دَمُہٗ وَ دَمُ اَصحابِہٖ اَرفَعُھَا اِلَی اللہِ تعالٰی فَجَاءَ الخَبَر بَعدَ اَربَعَۃٍ وَّ عِشرِیْنَ یومًا بِقَتلِہٖ فی الیَومِ الّذِی رَاٰہُ۔

احیاء العلوم ص ۳۹۱/۴

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہِ راجعُون پڑھا اور فرمایا خدا کی قسم حسین قتل ہو گئے اور یہ واقعہ ان کے قتل کی خبر آنے سے پہلے کا تھا۔ اُن کے ساتھیوں نے اسکو ماننے سے انکار کیا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو (خواب میں) دیکھا ہے آپ کے ہاتھ میں شیشہ کا برتن ہے جس میں خون ہے اور آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میری امّت نے میرے بعد کیا کیا ہے؟ انھوں نے میرے بیٹے حسین کو قتل کر دیا ہے اور یہ میرے بیٹے (حسین) اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرونگا چوبیس روز کے بعد خبر آئی کہ اسی دن حسین قتل ہوئے تھے جس دن ابن عباس نے خواب دیکھا تھا۔

قارئین حضرات! ملاحظہ فرمائیں یہ تو حدیث ہے جو امام غزالی نے نقل فرمائی ہے اور وہ تو ان کا اپنا خیال ہے جو انھوں نے یزید کے بارے میں ظاہر کیا ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو قتلِ امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ اذیّت اور رنج پہنچا کہ آپ امام اور ان کے رفقاء کا خون بارگاہ ربّ العزت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ شکایت کریں اور وہ منتقم حقیقی قاتلوں سے انتقام لے۔ اور بلاشبہ جو

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور رنج پہنچائے اس پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے لیے ذلّت کا عذاب ہے۔

(۲) روایت ہے کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہؓ نے پڑھا یہ تھا کہ لوگو! جو کھیتی کرتا ہے سو کاٹتا ہے اور مَیں تمھارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تم پر ہوگا وہ مجھ سے بُرا ہی ہوگا جیسے مجھ سے پیشتر حاکم مجھ سے بہتر تھے (احیاء العلوم جلد چہارم) امام غزالی کی روایت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوا یزید برا حاکم تھا۔

(۳) حضرت محمد بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السّلام دشمنوں میں گھِر گئے تو آپ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے فرمایا کہ مجھے زندگی سے موت اس لیے محبوب ہے الا ترون ان الحق لا یعمل بہ الخ کہ تم دیکھتے ہی ہو آجکل حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل امور سے اجتناب نہیں ہے ایسے حالات میں مومن کو چاہیئے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی رغبت کرے۔ مَیں ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا سعادت سے محرومی سمجھتا ہوں (احیاء العلوم جلد چہارم) امام غزالی کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے موت کو زندگی پر اس لیے ترجیح دی کہ یزید کے دَور میں حق پر عمل اور باطل امور سے اجتناب نہیں ہو رہا تھا لہٰذا آپ نے ان ظالموں کے ساتھ زندگی کو سعادت کی زندگی سے محروم سمجھا۔ ثابت ہو گیا کہ یزید اور اس کے ساتھی ظالم تھے۔ اور شروع مضمون میں گزر چکا ہے کہ امام غزالی کے نزدیک ظالموں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (ھود۔ ۱۱)

(۴) صحابہؓ میں بہت سے ایسے ہیں کہ انھوں نے ظالموں کا زمانہ دیکھا اور اُن سے مال بھی لیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری اور زید بن ثابت اور ابو ایّوب انصاری اور جریر بن عبداللہ اور جابر اور انس بن مالک اور مسعود بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما

نے مروان بن حکم اور یزید بن عبدالملک سے مال لیا۔ اور حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف سے مال لیا ہے (احیاء العلوم جلد دوم)

یزید کے حامیوں سے سوال ہے کہ امام غزالی فرما رہے ہیں کہ بہت سے صحابہ نے ظالم امراء کا زمانہ دیکھا اور اُن سے مال بھی لیا۔ تو کیا امام غزالی کے ماننے والے رہنمائی فرمائیں گے کہ وہ ظالم امراء کون تھے، جن کا زمانہ بہت سے صحابہ نے دیکھا! مروان۔ یزید بن عبدالملک اور حجّاج کا نام تو خود انھوں نے بھی لکھا ان کا ظالم ہونا تو امام غزالی کے نزدیک بھی ثابت ہو گیا۔ اِن کے علاوہ بھی کوئی ہے یا نہیں؟

(۵) امام غزالی کے نزدیک وصفِ عام کے ساتھ فاسقوں پر لعنت کرنا اور وصف خاص کے ساتھ قدریہ۔ خوارج۔ روافض اور ظالم وغیرہ پر لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اسی بحث کے شروع میں گزرا۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں بہت سے راوی شیعہ۔ رافضی۔ خارجی اور قدریہ وغیرہ ہیں (تفصیل آگے امام طبری کے ذکر میں آرہی ہے) جو امام غزالی کے نزدیک مستحقِ لعنت ہیں۔ نیز یزیدی ٹولے کے شیخ الہند، مرکز دائرۃ التحقیق، صدر مدرّس دارالعلوم دیوبند حسین احمد صاحب مدنیؒ نے ابن عبدالوہاب نجدی کو ظالم باغی خونخوار فاسق لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ "الحاصل وہ (ابن عبدالوہاب نجدی) ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق تھا" (الشہاب الثاقب ص) اور ظالم و فاسق امام غزالی کے نزدیک مستحقِ لعنت ہے۔

اسی طرح تمام غیر مقلّدین (اہل حدیث) کو بھی فاسق لکھا۔ ملاحظہ ہو۔ "فتاوٰے رشیدیہ میں متعدد مقامات میں حضرت مولینا گنگوہی نے طائفہ وہابیہ میں غیر مقلّدین کو فاسق تحریر فرمایا ہے" (الشہاب الثاقب ص)

اور امام غزالی کے نزدیک فاسق مستحقِ لعنت ہے تو سارے غیر مقلّدین وہابیہ مستحقِ لعنت ٹھہرے۔ امام غزالی جو یزیدی ٹولے کے نزدیک ائمہ اربعہ کے بعد سب سے بڑے

عالم ہیں اور جن کو یزیدی ٹولا بہت مانتا ہے۔ کیا وہ امام غزالی کے قول کے مطابق بخاری ومسلم کے راویوں، ابن عبدالوہاب نجدی اور طائفہ وہابیہ غیر مقلدین کو مستحقِ لعنت سمجھتا ہے یا نہیں؟

یہ یزید جیسے ظالم کی بے جا حمایت کا نتیجہ ہے کہ یزیدی ٹولہ تو یزید کو ہر صورت میں بچانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ تو کیا بچے گا وہ اپنے ان حامیوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر مستحقِ لعنت بناتا جا رہا ہے ؎

میں اس کو بچانا چاہتا تھا وہ مجھ کو بھی لے کر ڈوب گیا

سوال نمبر ۷

کیا محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں کہیں خیانت اور بد دیانتی سے بھی کام لیا ہے؟

جواب ہاں! بلاشبہ اس نے خیانت و بد دیانتی کی انتہا کر دی۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے ص۵۵ میں باب باندھا "کتاب فضل یزید" اور اس کے تحت البدایہ والنہایہ کی جو سب سے پہلی روایت نقل کی، اس میں جس خیانت و بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ لکھتا ہے:-

(۱) منجملہ ان کے شیخ عبد المغیث بن زہیر الحربی تھے جن کے متعلق علّامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:-

كَانَ مِنْ صُلَحَاءِ الحَنَابِلَةِ وَكَانَ يُزَارُ، یعنی وہ حنبلی صالحین میں سے مرجع عوام تھے انھوں نے امیر یزید کے حسن سیرت اور اوصاف پر مستقل تصنیف کی وَلَهُ مُصَنَّفٌ فِي فَضْلِ يَزِيدَ بنِ مُعَاوِيَةَ اَتَى فِيهِ بِالْغَرَائِبِ وَالْعَجَائِبِ اور ان کی (شیخ عبد المغیث) کی تصنیف سے فضل یزید بن معاویہ پر ایک کتاب ہے جس میں بہت سے عجیب و غریب حالات بیان کیے ہیں (خلافت معاویہ و یزید ص۵۵)

اب اصل عبارت علامہ ابن کثیر کی ملاحظہ فرمائیں:-

اَلشَّيْخُ عَبْدُ الْمُغِيثِ بْنُ زُهَيْرٍ الْحَرْبِيّ كَانَ مِنْ صُلَحَاءِ الْحَنَابِلَةِ وَكَانَ يُزَارُ وَلَهُ مُصَنَّفٌ	شیخ عبد المغیث بن زہیر حربی صلحاء حنابلہ میں سے تھے لوگ انکی زیارت کو آتے تھے، اور

فِی فضلِ یزید بن معاویۃ اَتیٰ بِالغَرَائِبِ وَالعَجَائِبِ وَقد رَدَّ علیہِ ابوالفرج ابنُ الجوزِی فَاجَادَ واَصَابَ	ان کی ایک کتاب ہے یزید بن معاویہ کی فضیلت میں جس میں وہ غرائب و عجائب لائے ہیں اور اس کتاب کا رد علامہ ابوالفرج ابن الجوزی نے کیا ہے اور بہت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے۔
البدایہ والنہایہ ص ۲۲۸/۱۲	

قارئین کرام! اندازہ لگائیں کہ خلافتِ معاویہ و یزید کے مؤلف نے اصل حقیقت کے بیان میں کس قدر خیانت اور بد دیانتی سے کام لیا ہے۔ عجائب و غرائب کا ترجمہ کیا ہے "بہت سے عجیب و غرایب حالات بیان کئے ہیں" حالانکہ اہلِ علم کے نزدیک اس کا مطلب ہوتا ہے غیر مستند اور غیر مانوس باتیں جو تعجب میں ڈالنے والی ہوں۔ اور آگے جو علامہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ علامہ ابوالفرج ابن جوزی نے اس کتاب کا بہت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے" اس کو مؤلف ہڑپ کر گیا جس سے علامہ ابنِ کثیر کی رائے کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کے رد کو عمدہ اور صحیح کہہ رہے ہیں۔ اور دیکھئے "خلافتِ معاویہ و یزید" کا مؤلف اس کے بعد لکھتا ہے کہ :-

(۲) خلیفہ النّاصر نے یزید کے بارے میں شیخ سے جو سوال کیا اور جو جواب انہوں نے دیا علامہ موصوف (ابن کثیر) کے الفاظ سنئے!

فَسأَلہُ الْخَلِیفَۃَ عَنْ یزید اَیُلعَنُ اَمْ لَا؛ فَقَالَ لَا اُسَوِّغُ لَعْنَہ لِاَنِّی لَوفَتحتُ ھٰذَا الْبَابَ لَاَفضٰی النَّاسُ اِلیٰ لَعْنِ خَلِیفَتِنَا؛ فَقَالَ الْخَلِیفَۃُ وَلِمَ؛ قَالَ لِاَنَّہُ یُفْعَلُ اَشْیَاءَ مُنْکَرَۃً کَثِیرَۃً مِنْھَا کَذَا وَکَذَا ثُمَّ شَرَعَ یُعَدِّدُ عَلیٰ	خلیفہ نے شیخ عبدالمغیث سے سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا جائے یا نہیں؛ انہوں نے جواب دیا کہ لعن ہرگز جائز نہیں اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے تو لوگ ہمارے موجودہ خلیفہ پر لعن کرنے لگ جائیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں؛ شیخ نے کہا کہ وہ بہت سے منکرات پر عمل پیرا ہوئے ہیں

اُلخَلیفۃَ افعالہُ القَبِیحۃُ ومَایقع مِنہ مِنَ المُنکرِ لِینزجِرعَنھا	جن میں سے یہ اور یہ امور ہیں انھوں نے خلیفہ کے بُرے اعمال گنانے شروع کئے نیز
خلافت معاویہ ویزید ص۵۶	جو منکرات اس سے سرزد ہوئے تھے۔

مذکورہ بالا ترجمہ جو "خلافت معاویہ ویزید" کے مؤلف نے کیا ہے اس میں اسکی دھوکا دہی اور بد دیانتی ملاحظہ ہو۔ لَا اسُوغُ لعنَہٗ کا ترجمہ کیا ہے کہ "لعن ہرگز جائز نہیں" حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ لَا اَسُوغُ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معروف ہے۔ لہٰذا لَا اسُوغ کا ترجمہ ہوگا کہ "میں جائز نہیں کرونگا" اور ظاہر ہے کہ شیخ کسی امر کو از خود جائز یا ناجائز کرنے کے مجاز نہیں۔ یہ چیز خاص ہے شارع علیہ الصّلوٰۃ و السّلام کے ساتھ۔ لہٰذا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ "میں اس پر لعن کرنے کی اجازت نہیں دونگا" اور آگے ہے لَانِّی لو فَتحتُ ھٰذَا البَاب، اس کا ترجمہ خائن مؤلف نے یہ کیا ہے "اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے" یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ فَتَحْتُ بھی صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معروف ہے اور اس پر لَوْ حرفِ شرط آنے کی وجہ سے وہ بھی مضارع کے معنیٰ میں ہے کہ "اگر میں اس لعنت کے دروازے کو کھول دوں"۔ تو شیخ کی عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ میں یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ کیونکہ اگر میں یہ لعنت کرنے کا دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے موجودہ خلیفہ پر بھی اس کی برائیوں اور بدکاریوں کی وجہ سے لعنت کرنے لگ جائیں گے۔ جس سے صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح یزید بُرا اور بدکار تھا اسی طرح ہمارا خلیفہ بھی برا اور بدکار ہے۔ تو اگر میں یزید پر لعنت کرنے کی اجازت دوں تو اس خلیفہ پر بھی لعنت کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ تو اس کو لعنت سے بچانے کے لیے میں یزید پر بھی لعنت کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک بھی یزید بُرا اور بدکار تھا ۔

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے!

(۳) اسی خائن مؤلف نے اپنی تالیف "معاویہ و یزید" کے صفحہ ۴۹ پر علامہ ابن کثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ یزید کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

وَقَدْ كَانَ يَزِيْدُ فِيْهِ خِصَالٌ مَحْمُوْدَةٌ مِنَ الْكَرَمِ وَالْحِلْمِ وَالْفَصَاحَةِ وَالشِّعْرِ وَالشُّجَاعَةِ وَحُسْنِ الرَّأْيِ فِي الْمُلْكِ وَكَانَ ذَا جَمَالٍ حُسْنِ الْمُعَاشَرَه	اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات حلم و کرم۔ فصاحت و شعر گوئی اور شجاعت و بہادری کی تھیں نیز معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھتے تھے اور معاشرت کی خوبی و عمدگی بھی ان میں تھی۔
(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۰/۸)	

اور اسی عبارت کے ساتھ ہی آگے یہ عبارت بھی موجود ہے جس کو کمال خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس خائن مؤلف نے چھوڑ دیا کیونکہ اس میں یزید کے خصائل مذمومہ کا بیان تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

وَكَانَ فِيْهِ اَيْضًا اِقْبَالُ الشَّهَوَاتِ وَتَرْكُ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فِي بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَاِمَاتَتُهَا فِي غَالِبِ الْاَوْقَاتِ وَقَدْ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَنَا حَيْوَةُ حَدَّثَنِيْ بَشِيْرُ بْنُ اَبِيْ عَمْرٍو الْخَوْلَانِيْ اَنَّ الْوَلِيْدَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ	اور نیز اس (یزید) میں شہوات نفسانیہ میں انہماک بھی تھا اور بعض اوقات بعض نمازوں کو بھی چھوڑ دیتا تھا اور وقت گزار کر پڑھنا تو اکثر اوقات رہتا تھا اور امام احمد بن حنبل نے سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری کی روایت بیان فرمائی۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو

بعدِ ستّین سنۃً اضاعوا الصّلوٰۃ و اتّبعوا الشّہوات فسوف یلقون غیّاً (البدایہ والنہایہ ص۲۳۰/۸)

ضائع کریں گے، اور شہوات نفسانیہ کی پیروی کریں گے تو عنقریب وہ (جہنم کی وادی) غی میں جا گریں گے۔

علامہ حافظ ابن کثیر نے یزید کی شہوت رانی اور نمازوں کے ترک کے ساتھ اُس حدیث نبوی کو بیان کرکے پوری پارٹی (جو ۶۰ھ کے بعد ابھری) کا انجام بیان کر دیا۔ جس سے حافظ ابن کثیر کے بیان کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی تھی، اُس کو نظر انداز کر دینا اور چھوڑ دینا سخت قسم کی خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟

رہا یزید کا حلم و کرم، فصاحت و شعر گوئی، شجاعت و بہادری اور معاملاتِ حکومت میں اچھا ہونا تو اس قسم کی صفات تو غیر مسلم بادشاہوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک مومن کے کردار کا پتہ تو تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے چلتا ہے جب وہ ہی درست نہ ہوا تو حقیقت میں کچھ بھی درست نہ ہوا۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (توبہ۔ ۶۲) اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار تھے کہ ان کو راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر لیا تو فصاحت و بلاغت وہاں کیا کرے گی۔ یزید اور اس کے چار سالہ دورِ حکومت کی سیاہ کاریوں پر نظر رکھنے والے اس کے حلم و کرم اور فصاحت و شجاعت اور حکومت کے معاملات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنے ساتھیوں ہم جولیوں اور خوشامدیوں کے ساتھ یا پھر مطلب براری کے لیے حلم و کرم سے پیش آتا ہوگا مگر جو کچھ اس نے آلِ رسول اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساکنوں کے ساتھ کیا یا کرایا وہ اس کے حلم و کرم اور معاملاتِ حکومت کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے۔

"تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رداۃ احادیث

میں کرتے ہوئے محدّث یحییٰ بن عبد الملک بن عتبہ الکوفی المتوفی ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ مراسیل ابوداؤد میں انکی مرویات ہیں۔" (خلافت معاویہ و یزید ص۴۵)

اب تہذیب التہذیب کی اصل عبارت دیکھئے اور اس مؤلف کی خیانت اور فریب کاری ملاحظہ فرمائیے:۔

وَلَيْسَتْ لَهٗ رِوَايَةٌ تُعْتَمَدُ وَقَالَ يَحْيٰى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ غَنِيَّةَ اَحَدُ الثِّقَاتِ ثَنَا نَوْفَلُ بْنُ اَبِيْ عَقْرَبَ ثِقَةٌ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَذَكَرَ رَجُلٌ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدُ؟ فَقَالَ عُمَرُ تَقُوْلُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدُ؟ وَاَمَرَ بِهٖ فَضُرِبَ عِشْرِيْنَ سَوْطًا ذَكَرْتُهٗ لِلتَّمْيِيْزِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّخْعِيِّ ثُمَّ وَجَدْتُ لَهٗ رِوَايَةً فِيْ مَرَاسِيْلِ اَبِيْ دَاؤُدَ وَقَدْ نَبَّهْتُ عَلَيْهَا فِي الْاِسْتِدْرَاكِ عَلَى الْاَطْرَافِ۔

(تہذیب التہذیب ص۳۶۱)

اور یزید کی کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی غنیہ جو ثقہ راویوں سے ایک ہیں نے بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے جو ثقہ راوی ہیں بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور کہا کہ امیر المومنین یزید نے فرمایا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے؟ اور اس شخص کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا (صاحبِ تہذیب التہذیب فرماتے ہیں کہ) میں نے یزید بن معاویہ کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس کے اور یزید بن معاویہ النخعی کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ پھر میں نے یزید کی صرف ایک روایت مراسیل ابوداؤد میں پائی اور میں نے اطراف پر استدراک میں اس روایت پر تنبیہ کی ہے۔

یزیدی مؤلف کی عبارت اور اصل عبارت کو سامنے رکھئے تو حسبِ ذیل خیانتیں اور فریب کاریاں واضح طور پر سامنے آجائیں گی۔

(۱) حافظ ابنِ حجر عسقلانی پر افتراء کہ انھوں نے یزید کا ذکر رواۃ حدیث میں کیا ہے حالانکہ وہ فرما رہے ہیں کہ یزید کی کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر نے محدّث یحیٰی بن عبدالملک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ حالانکہ حافظ ابن حجر نے محدّث یحیٰی بن عبدالملک کو احد الثقات کہا ہے اور اس خائن نے جان بوجھ کر ان کی صفت کو یزید کی صفت بنا ڈالا۔ یہ ابنِ حجر پر دوسرا افتراء ہے۔

(۳) محدّث یحیٰی بن عبدالملک جو ثقہ راویوں میں سے ہیں، وہ تو یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص کو بیس درّے لگوائے جس نے یزید کو امیرالمومنین کہا تھا اور یہ خائن اُنکی طرف یہ منسوب کر رہا ہے کہ وہ یزید کو ثقہ راویوں میں شمار کرتے تھے۔ یہ خیانت کے ساتھ ساتھ محدّث پر افتراء ہے۔

(۴) مراسیل ابوداؤد میں ان کی مرویات ہیں۔ حالانکہ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ مجھ کو صرف ایک روایت ملی۔ اس پر بھی انھوں نے تنبیہ کی۔ صرف ایک روایت کو مرویات بنا ڈالا۔ یہ نادانی یا کذب پر مشتمل ہے۔

(۵) ابن حجر نے اس عبارت سے پہلے یزید کے سیاہ کارنامے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کروانا اور مدینہ منورہ پر حملہ کروانا اور صحابہ و تابعین کو شہید کروانا اور مدینہ منورہ کو تین دن کے لیے ہر طرح مباح کر لینا قتل و غارت کے ساتھ فحش حرکات اور عصمت دری وغیرہ کا ظہور میں آنا بیان کیا جس کو خیانت و بد دیانتی کی وجہ سے مؤلف چھوڑ دیا اور درمیان کا یہ ٹکڑا لے لیا۔ اور اس کا بھی مفہوم سخت غلط بیان کیا۔

غور فرمائیے جس شخص کی دیانت کا یہ عالم ہو اس کے کذب و افتراء کے

پلندے کو بے لاگ تحقیق اور ریسرچ کا نام دینا تحقیق و ریسرچ کا تمسخر اڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟

(۵) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کی نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف پانچ برس کی عمر کے تھے ادرك الحسين من حياة النبى صلى الله عليه وسلم خمس سنين اونحوها (البدایہ ص ۱۵۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حسین نے پانچ برس کا زمانہ پایا تھا یا تقریباً۔ اتنی چھوٹی سی عمر سنِ تمیز کی عمر نہیں ہوتی۔ بعض ائمہ نے تو ان کے بڑے بھائی حضرت حسن کو جو ان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے، زمرہ صحابہ کے بجائے تابعین میں شامل کیا ہے وَقَدْ رَوَى صَالِحُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ فِى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اَنَّهُ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ وَهٰذَا غَرِيْبٌ فَلَانٌ يَقُوْلُ فِى الْحُسَيْنِ اَنَّهُ تَابِعِيٌّ بطريق الاولى، امام احمد بن حنبل کے فرزند صالح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حسن بن علی ثقہ تابعی تھے، یہ قول غریب ہے۔ تاہم حسین کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے (صحابہ کے زمرہ میں شامل نہ تھے)۔" (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۴۶)

اس خائن مولف نے اس عبارت میں بھی کمال خیانت اور مکاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

(۱) حضرت حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف پانچ برس کے تھے۔ اس دعوے پر بطورِ دلیل علامہ حافظ ابن کثیر کا قول پیش کیا ہے۔ حالانکہ ابنِ کثیر کے اس قول میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں جس کا معنی "صرف" ہو اور جس سے امام کی عمر کا پانچ برس میں منحصر ہونا معلوم ہو بلکہ لفظ "صرف" کے برعکس موجود ہے۔ اور وہ ہے خمس سنين اونحوها جس کا ترجمہ ہے "پانچ برس یا اسکی مانند" یعنی پانچ برس میں منحصر نہیں اس کے علاوہ بھی کوئی مدت اگر ثابت

ہو جائے تو درست ہے، خود اس مؤلف نے بھی اونحوھا کا ترجمہ کیا "یا تقریباً" آگے اُڑا گیا۔ پھر پانچ برس کے ساتھ لفظ "صرف" بڑھا دینا اصل عبارت میں اضافہ ہے جو تحریف کو مستلزم ہے۔

خطیب بغدادی کفایۃ الخطیب میں لکھتے ہیں:۔

فَقَدْ رَوَی الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ	پس بیشک (حضرت) حسن بن علی بن ابی طالب
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ	نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی
مَوْلِدُہٗ سَنَۃَ اثْنَیْنِ مِنَ الْھِجْرَۃِ (کفایۃ الخطیب ۵۵)	ہے اور ان کی ولادت ۲ھ میں ہے۔

اس روایت کے مطابق حضرت امام حسن کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال اور حضرت امام حسین کی عمر سات سال ثابت ہوتی ہے۔ بعض مؤرخین نے امام حسن کا سنِ پیدائش ۳ھ اور امام حسین کا ۴ھ قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی امام حسین کی عمر چھ سال سے کچھ زائد ہی ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے حافظ ابن کثیر نے لفظ اونحوھا کہا جس سے زیادہ عمر کی گنجائش نکلتی ہے۔ بہر صورت اگر پانچ برس کی بھی ہو تو بھی ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس گھرانے اور جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ گھرانہ علم و حکمت کا مخزن، وہ ماحول انوارِ نبوّت سے روشن، ہر وقت قال اللہ اور قال الرّسول کا تذکرہ۔ اور پھر امام حسین اہلِ بیتِ نبوّت کے خاص جوہر جن پر فیضانِ نبوت کی خاص بارش ہوتی تھی اور جن کو اخلاقِ نبوّت سے خلقی اور فطری مناسبت حاصل تھی، ان کو عام بچوں پر قیاس کرتے ہوئے کہہ دینا "اتنی چھوٹی سی عمر سن تمیز کی عمر نہیں ہوتی۔" ان کے عالی مقام سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ اہلِ علم و دانش جانتے ہیں کہ ہر دَور میں جہاں عام حالات ہوتے ہیں وہاں کچھ مخصوص حالات اور مستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ تلاش کی جائے تو آج کے دَور میں بھی اس کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ تو وہ حضرات تو ازل ہی سے مخصوص اور محبوب ہیں۔ اس مؤلف کا امام

حسینؓ رضی اللہ عنہ کی صحابیّت کی نفی کرنا غالباً اس لیے ہے کہ صحابیّت کے فضائل و مناقب ان کے لیے ثابت نہ ہوں اور وہ آسانی سے ان کی ذات پر ناپاک حملے کر سکے۔ کیونکہ احترامِ شرفِ صحبت کچھ اس سے مانع تھا جیسا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے متعلق آزادی سے نہیں بلکہ دبی زبان سے کچھ کہتا ہے۔

صحابیت کی نفی کے بارے میں اس نے امام احمد بن حنبل کا قول پیش کیا ہے کہ انھوں نے امام حسین کے بڑے بھائی امام حسن کو تابعی فرمایا ہے۔ تو جب بڑے بھائی تابعی ہوئے تو چھوٹے تو بطریق اولیٰ تابعی ثابت ہوئے۔ صحابی نہ ہوئے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ قول غیر مسلّم اور ناقابلِ اعتماد ہے اور خود امام احمد بن حنبل کے مذہب کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ جنہوں نے اس قول کو نقل کیا ہے ساتھ ہی یہ کہہ دیا وَھٰذَا غَرِیْبٌ کہ یہ عجیب سی بات ہے، یعنی اس لائق نہیں کہ اس کو قبول کیا جائے، اس قول کی روایتی حیثیّت کو ختم کر کے رکھ دیا۔

اور خود حافظ ابن کثیر کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حسنین کریمین دونوں کا صحابی ہونا مسلّم ہے۔ ملاحظہ ہو حافظ ابن کثیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

فَاِنَّہٗ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَۃِ وَابْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ ھِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِہٖ وَقَدْ کَانَ عَابِدًا وَّشُجَاعًا وَّسَخِیًّا (البدایہ والنہایہ ص۲۰۳ ج۸)	کہ بیشک وہ (حسینؓ) مسلمانوں کے سردار اور علماء صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ کی افضل صاحبزادی کے بیٹے ہیں۔ اور وہ عابد و زاہد اور بہادر اور سخی تھے۔

ثابت ہوا کہ ابن کثیر کے نزدیک امامِ عالی مقام عام صحابہ سے نہیں بلکہ علماء صحابہ میں سے ہیں۔

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:۔

وَمِنهُم من اشْتَرَطَ فِی ذالِکَ ان یَکُون حِینَ اجتماعہ بالِغاً وَھُو مَردودٌ لِانّہ یَخْرُج مِثْل الحسنِ بنِ عَلِیٍّ وَنحوِہ من احداث الصَّحابۃ والّذی جَزَم بِہ البُخارِیُ وَھُوَ قول احمد والجمھُور من المُحدِّثین	اور ان میں سے بعض نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ آدمی حضور کے ساتھ جمع ہونے کے وقت بالغ بھی ہو اور یہ قید مردود ہے کیونکہ یہ قید حسن بن علی اور انکی مانند کم سِن صحابہ کو صحابیت سے خارج کر دیتی ہے اس پر بخاری نے جزم ویقین کیا ہے اور یہی قول امام احمد اور جمہور محدثین کا ہے
فتح الباری ص۳	(کہ یہ قید مردود ہے۔)

ثابت ہو گیا کہ امام احمد اور جمہور محدثین کے نزدیک صحابیت کے لیے بلوغ شرط نہیں جس نے نابالغی اور کم سنی کی حالت میں بھی شرفِ صحبت حاصل کر لیا وہ صحابی ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر بلوغ کی قید لگائی جائے تو حضرت امام حسن اور ان جیسے دوسرے کم سِن صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے تو گویا انہوں نے بلوغ کی قید کو مردود ہی اس لیے کہا کہ ان کی اس قید سے امام حسن صحابیت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ان کی صحابیت مسلّمات سے ہے۔ کیونکہ دلیل وحجت مسلّمات ہی سے قائم کی جاتی ہے۔ اور اس پر فرمایا یہی قول امام احمد بن حنبل کا اور جمہور محدثین کا ہے تو ثابت ہوا کہ امام احمد کے نزدیک حسنین کریمین صحابی ہیں اور وہ قول جو انکی طرف منسوب کیا گیا ہے غیر مسلّم اور خود امام احمد کے قول کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن کثیر نے اس کو ھٰذا غَرِیبٌ کہہ کر اس کا غیر مسلّم ہونا ظاہر کر دیا۔

امام الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

مَنْ صَحِبَ النَّبِی صَلّی اللہُ عَلَیہ وَسَلّمَ اَوْرَاٰہُ مِنَ المُسلِمِینَ فَھُوَ مِنْ اَصْحَابِہ (بخاری ص۵۱۵)	جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت پالے یا آپکو بحالتِ ایمان دیکھ لے تو وہ صحابی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما صرف صحابی ہی نہیں بلکہ صاحبِ روایت صحابی ہیں

علامہ امام حافظ ابن عبدالبرّ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسن کے متعلق فرماتے ہیں :-

حَفِظَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِیْثَ وَرَوَاهَا عَنْهُ (الاستیعاب ص ۳۶۹)

(حضرت) حسن بن علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے متعدد حدیثیں حفظ کیں اور آپ سے روایت کیں۔

یہی امام حضرت امام حسین کے متعلق فرماتے ہیں :-

رَوَی الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (الاستیعاب ص ۱۴۵/۱)

(حضرت) حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہے

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طالب الهاشمی سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَیْحَانَتُهٗ مِنَ الدُّنیا وَاَحَدُ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ رَوٰی عَنْ جَدِّهٖ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (تهذیب التهذیب ص ۲۹۵/۲)

حسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی سبط رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دنیا میں آپ کے پھول اور جنّت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک انہوں نے اپنے جدِّ پاک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی

اور یہی امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں :-

اَلْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ الْهَاشِمِیُّ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدَنِیُّ سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَیْحَانَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَاَحَدُ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ رَوٰی عَنْ جَدِّهٖ

تهذیب التهذیب ص ۳۴۵/۲

حسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی ابو عبداللہ المدنی سبطِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دنیا میں آپ کے پھول اور جنت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک، انہوں نے اپنے جدِّ پاک سے روایت کی۔

اسں مؤلف نے ابن کثیر کے الفاظ فَلَانٌ یَقُوْلُ فِی الْحُسَیْنِ اَنَّہٗ تَابِعِیٌّ بطریق الاولیٰ کا ترجمہ کیا ہے "تاہم حسین کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے"

اور یہ ترجمہ ابنِ کثیر کی مراد کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ابنِ کثیر نے امام احمد کی طرف منسوب قول پر ھٰذا غریب کا حکم لگا کر اس کی روایتی حیثیت کا تو خاتمہ کر ہی دیا تھا۔ آگے بطور الزام و احتجاج کے کہا تھا کہ اس قول سے جب امام حسن کے صحابی ہونے کی نفی ہوگئی تو مطلب یہ ہوا کہ امام حسین کے صحابی ہونے کی نفی بطریق اولیٰ ہو جائے اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ تو ان کی عبارت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر امام احمد کا یہ کہنا کہ امام حسن تابعی تھے صحابی نہیں تھے درست مان لیا جائے۔ فلان یقول فی الحسین انہ تابعی بطریق الاولیٰ تو انہیں یہ بھی کہنا چاہیئے کہ حسین بطریق اولیٰ تابعی تھے اور یہ مسلّم نہیں، اور خود ان کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اور یہ مؤلف ترجمہ کرتا ہے "تاہم حسین کے بارے بدرجۂ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے۔"

گویا الزام کو حقیقت اور احتجاج کو حجّتِ اصلیہ بنادیا۔ یہ تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ کسی کے قول کا ایسا ترجمہ کرنا جو غلط بھی ہو اور اس کی مراد کے خلاف بھی ہو اگر دانستہ طور پر ہو تو اسکو تحریف، خیانت اور دھوکا ہی کہا جائے گا ورنہ جہالت ...... یہ ہے اس مؤلف کی "ریسرچ" لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(۶) اس خائن مؤلف نے لکھا ہے:۔

"امیر یزید کے ہم جلیس زُہّاد و عُبّادِ امت تھے، علما و فضلاء تھے، طلّاب و شیدائیان علم تھے...... جہاں اکثر قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کی آوازیں آتیں۔ نہ بقول کذابین غنا و موسیقی کی۔" (خلافتِ معاویہ و یزید ص۱۵)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ یزید کے ساتھی علماء فضلاء۔ زاہد۔ عابد

اور علم کے شیدائی تھے اور ان میں اکثر کتاب و سنت کے ذکر کی آوازیں آتیں نہ بقول کذّابین غناو موسیقی کی۔ چونکہ ائمہ محدّثین اور علماءِ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یزید غناو موسیقی وغیرہ کا دلدادہ تھا، اس لیے مؤلف نے ان ائمہ محدّثین وعلماءِ مؤرخین کو کذابین کی صف میں داخل کیا۔ لیکن دروغ گو را حافظہ نباشد، اس مؤلف کی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۲۵ پر یزید کی ان الفاظ میں مدح سرائی موجود ہے:۔

"وہ خود شاعر تھا۔ موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہلِ ہنر اور شعراء کا قدر دان تھا اور ادب و آرٹ کا مربّی اور سرپرست تھا۔"

(۷) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا۔ اس پر سلف وخلف کا اجماع ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ زہر کس نے دیا اور کس نے دلوایا مگر یہ مؤلف لکھتا ہے کہ:۔

"حضرت حسن متوفی ۴۹ھ کی وفات کے بعد جو تپ دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی تھی نہ زہر خورانی سے جو محض غلط مشہور ہے۔" (خلافتِ معاویہ و یزید صفحہ ۹۰)

اگر واقعی یہ غلط مشہور ہے تو اس مؤلف کو چاہیئے تھا کہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ یا کسی محقق کی تحقیق پیش کرتا کہ حضرت امام کی وفات زہر خورانی سے نہیں بلکہ تپ دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی ہے صرف اس کا اپنی طرف سے لکھ دینا ائمہ محدثین اور مؤرخین کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اب ان ائمہ محدثین و مؤرخین کی عبارات ملاحظہ ہوں جنہوں نے صاف طور پر یہ لکھا ہے کہ آپ کی وفات زہر دینے کے سبب سے ہوئی۔

امام ابن سیرین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت بیان فرماتے ہیں:۔

كَانَ الْحَسَنُ فِى مَرَضِهِ الَّذِى — کہ حضرت حسن نے جس مرض میں وفات

مَاتَ فِیهِ یَخْتَلِفُ اِلَی مَربِدٍ لَهُ فابطاء علینا مرۃً ثمّ رجع فقال لَقَدْ رأیتُ کَبِدی اِنِفًا ولقد سُقِیتُ السَّمَّ مِرارًا وما سقیتہ قَطُّ اَشَدَّ مِنْ مَرَّتِی ھٰذہ فَقَالَ حُسین وَمَنْ سَقی لَہٗ ؛ قَال لِمَ ؛ اتقتلہٗ بَل نَکِلُہٗ اِلَی اللہ

مصنف ج۱۱ ص۴۵۲

پائی اس میں آپ بار بار جائے ضرورت میں جاتے تھے ایک مرتبہ آپکو وہاں کافی دیر لگی۔ پھر آپ نے واپس آکر فرمایا کہ میں نے اس وقت اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکلتے دیکھا ہے اور بلاشبہ میں کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہوں مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے ہرگز نہیں دیا گیا حضرت حسین نے فرمایا آپ کو زہر کس نے دیا ہے ؛ فرمایا کیوں کیا تم اسکو قتل کروگے ؟ نہیں بلکہ میں نے اسکو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔

اس حدیث کے مخرج امامِ اجل ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام ہیں جو امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر امام کے استاد ہیں اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے میں نے علمِ حدیث میں ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب ج۶ ص۳۱۱)

"المستدرک" میں امام المحدثین حافظ الکبیر علامہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین روایتیں نقل فرمائی ہیں اور علامہ حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں انکو برقرار رکھا

۱۔ عَنْ اُمِّ بَکرٍ بِنْتِ الْمِسْوَرِ قَالَتْ کَانَ الْحسنُ بْنُ عَلِی سُمَّ مرارًا کُلُّ ذٰلِکَ یُفلِتُ حَتی کانت الْمرۃُ الْاَخِیرۃُ الَّتِی مَاتَ فِیھَا فَاِنَّہٗ کَانَ یَخْتَلِفُ کَبِدُہٗ فَلَمَّا مَاتَ اَقَامَ نِساءُ بَنِی

امّ بکر بنتِ مسور روایت فرماتی ہیں کہ حسن بن علی کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن ہر مرتبہ بچ گئے۔ یہاں تک کہ آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا جس میں انکی وفات ہوئی وہ ایسا تھا کہ ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر

هاشِمٍ النَّوحَ عَلَيْهِ شَهرًا۔
(المستدرک ص۱۷۳ ج۳)

گرتے تھے جب انکی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے پورا مہینہ ان پر نوحہ کیا۔

۲۔ عَنْ عُمَيْرِ بنِ إِسحاقَ أَنَّ الحَسَنَ بنَ عَلِيٍّ قَالَ لَقَدْ بَلَتْ طَائِفَةٌ مِنْ كَبِدِي وَلَقَدْ سُقِيتُ السَّمَّ مِرَارًا فَمَا سُقِيتُ مِثْلَ هٰذَا
(المستدرک ص۱۷۶ ج۳)

حضرت عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ بیشک حسن بن علی نے فرمایا کہ میرے جگر کے ٹکڑے ہو گئے ہیں اور تحقیق مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے مگر اس مرتبہ کا سا پہلے نہیں دیا گیا۔

۳۔ عَنْ قَتَادَةَ بنِ دِعَامَةَ السَّدُوسِيِّ قَالَ قَالَ سَمَّتْ ابْنَةُ الأَشْعَثِ بنِ قَيسٍ الحَسَنَ بنَ عَلِيٍّ وَكَانَتْ تَحْتَهُ وَرُشِيَتْ عَنْ ذٰلِكَ مَالًا۔
(المستدرک ص۱۷۶ ج۳)

قتادہ بن دعامہ سدوسی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اشعث بن قیس کی بیٹی (جعدہ) نے حسن بن علی کو زہر دیا اور وہ آپ کی زوجہ تھی۔ اور اسکو زہر دینے پر مال کی رشوت دی گئی تھی۔

علامہ امام حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اور میرا ایک اور ساتھی حضرت حسن بن علی کی عیادت کو گئے۔ انہوں نے فرمایا اے فلاں! مجھ سے کچھ پوچھ۔ عرض کیا جب اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عطا فرمائے گا اس وقت پوچھیں گے۔ آپنے فرمایا۔

لَقَدْ أُلْقِيتُ طَائِفَةً مِنْ كَبِدِي وَإِنِّي سُقِيتُ السَّمَّ مِرَارًا فَلَمْ أُسْقَ مِثْلَ هٰذِهِ المَرَّةِ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ مِنَ الغَدِ وَهُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ وَالحُسَيْنُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَقَالَ يَا

بلا شبہ میرے جگر کے ٹکڑے گر رہے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ پھر میں دوسرے دن حاضر ہوا جس دن آپ کی وفات ہوئی حضرت حسین آپکے سر کے پاس بیٹھے ہوئے

اخي من تتهم؟ قال لم؟ لتقتله؟ قال نعم! قال ان يكن الذي اظن فالله اشد بأسا و اشد تنكيلا والا يكن فما احب ان يقتل بي بريء ثم قضى رضوان الله تعالى عليه

(حلیۃ الاولیاء ص ۳۸/۲)

فرمار ہے تھے۔ بھائی جان! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیوں تم اسکو قتل کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! فرمایا اگر وہ وہی ہے جس کو میں گمان کرتا ہوں تو اللہ بہت سخت پکڑ کرنیوالا اور سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل ہو پھر آپ نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

رفتیم و غم عشق تو در سینہ نہفتیم
با ہیچ کسے حال دل خویش نگفتیم

علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وكان الحسن رضي الله تعالى عنه قد سمته امراته جعدة بنت الاشعث فمكث شهرين يرفع من تحته في اليوم كذا وكذا مرة طست من دم وكان رضي الله تعالى عنه يقول سقيت السم مرارا ما اصابني فيها ما اصابني في هذه المرة۔

(حیوۃ الحیوان ص ۵۸/۱)

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو انکی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تو وہ دو مہینے اس طرح رہے کہ ایک دن میں کئی مرتبہ ان کے نیچے سے خون سے بھرا ہوا طشت اٹھایا جاتا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا مگر اس مرتبہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے وہ پہلے نہیں پہنچی۔

علامہ امام حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ و ابوبکر بن حفص رضی

اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

سُمَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ سَمَّتْهُ امْرَأَتُهُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِي (الاستیعاب علی الاصابہ ص۳۷۵ ج۱)

(حضرت) حسن بن علی کو ان کی بیوی (جعدہ) بنت اشعث بن قیس کندی نے زہر دیا تھا۔

اور یہی امام حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے

قَالَ دَخَلَ الْحُسَيْنُ عَلَى الْحَسَنِ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى فَقَالَ يَا اَخِي اِنِّي سُقِيتُ السَّمَّ ثَلَاثَ مِرَارٍ لَمْ اُسْقَ مِثْلَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ اِنِّي لَاَضَعُ كَبِدِي فَقَالَ الْحُسَيْنُ مَنْ سَقَاكَ يَا اَخِي قَالَ مَا سُؤَالُكَ عَنْ هٰذَا اَتُرِيدُ اَنْ تُقَاتِلَهُمْ اَكِلُهُمْ اِلَى اللهِ۔

(الاستیعاب علی الاصابہ ص۳۷۵ ج۱)

فرمایا (حضرت) حسین (حضرت) حسن کے پاس آئے تو (حضرت) حسن نے کہا اے بھائی بلاشبہ مجھے تین مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ تو (حضرت) حسین نے کہا اے بھائی آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ (حضرت) حسن نے کہا یہ تم کیوں پوچھتے ہو کیا تم ان سے لڑائی کرو گے۔ میں نے ان کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔

علامہ ابن واضح کاتب عباسی المعروف یعقوبی اپنی مشہور کتاب تاریخ یعقوبی میں فرماتے ہیں :۔

وَتُوُفِّيَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي شَهْرِ رَبِيعِ الْاَوَّلِ سَنَةَ ۴۹ھ وَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِاَخِيهِ الْحُسَيْنِ يَا اَخِي اِنَّ هٰذِهِ آخِرُ ثَلَاثِ مِرَارٍ سُقِيتُ فِيهَا السَّمَّ وَلَمْ اُسْقَهُ مِثْلَ مَرَّتِي هٰذَا وَاَنَا مَيِّتٌ مِنْ

اور حسن بن علی نے ربیع الاول ۴۹ھ میں وفات پائی۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بھائی حسین سے کہا بھائی یہ تین بار کا آخری ہے جس میں مجھے زہر پلایا گیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے جیسا سخت کبھی نہ تھا۔ میں آج ہی مرجاؤں گا جب

يَومِي فَإذا انا مُتُّ فادفِنّي
مَعَ رسول الله فما اَحدٌ اَولى
بِقُربه مِنّي اِلّا اَنْ تُمنَعَ مِنْ ذالِكَ
فَلا تَسفِكَ محجمة دَمٍ
(یعقوبی ص۲۲۶)

میں مرجاؤں تو مجھ کو رسول اللہ کے ساتھ
دفن کرنا کہ میری قرابت کی وجہ سے کوئی
اور مجھ سے زیادہ انکا مستحق نہیں ہے البتہ
اگر تم روکے جاؤ تو ایک پچھنے کے برابر بھی
خونریزی نہ کرنا۔

علامہ مسعودی اپنی مشہور و معروف کتاب "مروج الذہب" میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ :-

دَخَلَ الحُسَينُ عَلى عَمّي الحَسَن
بنِ علي لَمّا سُقِيَ السَّمّ فَقامَ لِحاجتِهِ
الانسانِ ثُمّ رَجَع فَقالَ لَقَدْ
سُقِيتُ السَّمّ عِدّة مرارٍ فما
سُقِيتُ مِثلَ هذه لَقَدْ
لَفَظتُ طائفةً من كَبِدِي
فَرَأيتَنِي اُقلّبه بِعودٍ فِي
يَدي فَقال لَهُ الحُسَينُ يا
اَخي مَنْ سَقاكَ؟ قَالَ وَما
تُرِيدُ بِذٰلِكَ فَإنْ كَانَ
الّذِي اَظُنّه فَاللهُ حَسِيبُهُ
وَاِنْ كَانَ غَيرَهُ فما اُحِبُّ
اَنْ يُؤخَذَ بِي بَرِيءٌ فَلَمْ
يَلبَثْ بَعدَ ذٰلِكَ اِلّا ثَلاثًا

(حضرت) حسین میرے چچا حسن بن علی کے
پاس جبکہ انکو زہر پلایا گیا، گئے تو حسن قضائے
حاجت کے لیے گئے۔ وہاں سے واپس آکر
فرمایا کہ بیشک مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا
لیکن اس مرتبہ کے جیسا سخت کبھی نہ
تھا۔ اس میں میرے جگر کے ٹکڑے باہر آ
گئے تم نے مجھے دیکھا کہ میں انکو اپنے ہاتھ
کی لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔
حسین نے پوچھا، بھائی جان آپ کو
کس نے زہر پلایا ہے؟ انہوں نے فرمایا
اس سوال سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ اگر
زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کے متعلق
میرا گمان ہے تو خدا اس کے لیے کافی ہے
اور اگر کوئی اور ہے تو میں یہ نہیں پسند کرتا

حتی توفی وذکران امرأته جعدة بنت الاشعث بن قیس الکندی سقته السم

کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ پکڑا جائے۔ اسکے بعد وہ زیادہ نہ ٹھہرے اور تین دن بعد انتقال فرما گئے۔ مؤرخ فرماتے ہیں اور ذکر کیا گیا ہے کہ انکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے انکو زہر پلایا تھا۔

(مروج الذہب ملی الکامل ص۵۵)

واہ کیا حلم تھا اپنا تو جگر ٹکڑے ہوا
پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں

علامہ ابوالفدار فرماتے ہیں:۔

وَتُوفِّيَ الْحَسَنُ مِنْ سَمٍّ سَقَتْهُ زَوْجَتُهُ جَعْدَةُ بِنْتُ الْأَشْعَثِ قِيلَ فَعَلَتْ ذٰلِكَ بِأَمْرِ مُعَاوِيَةَ وَقِيلَ بِأَمْرِ يَزِيدَ

اور حسن نے زہر سے وفات پائی۔ انکی بیوی جعدہ بنت اشعث نے ان کو زہر پلایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ فعل معاویہ کے حکم سے کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یزید کے حکم سے کیا تھا۔

(ابوالفداء ص۱۸۳)

امام المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اُمّ موسیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

اَنَّ جَعْدَةَ بِنْتَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ سَقَتْ لِلْحَسَنِ السَّمَّ فَاشْتَكٰى مِنْهُ شَكَاةً فَكَانَ يُوضَعُ تَحْتَهُ طَشْتٌ وَتُرْفَعُ اُخْرٰى نَحْوَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا

بیشک جعدہ بنت اشعث بن قیس نے (حضرت) حسن کو زہر پلایا تھا تو اس سے آپکو سخت تکلیف ہوئی۔ آپکے نیچے برابر ایک طشت رکھا جاتا تھا اور دوسرا اُٹھا لیا جاتا تھا۔ اسی طرح چالیس روز تک ہوا۔

(تہذیب التہذیب ص۳۰۰ ج۲)

اور یہی امام حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

دَخَلْتُ اَنَا وَصَاحِبٌ لِي عَلَى الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ فَقَالَ لَقَدْ لَفَظْتُ طَائِفَةً مِنْ كَبِدِي وَاِنِّي قَدْ سُقِيتُ السَّمَّ مِرَارًا فَلَمْ اُسْقَ مِثْلَ هٰذَا فَاَتَاهُ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَسَاَلَهُ مَنْ سَقَاكَ فَاَبٰى اَنْ يُّخْبِرَهُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى	مَیں اور میرے ایک ساتھی حسن بن علی کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جگر کے کچھ ٹکڑے گر چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے، لیکن اس مرتبہ کے ایسا قاتل کوئی نہ تھا۔ پھر حسین بن علی آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپکو کس نے زہر پلایا ہے، لیکن آپ نے
(اصابہ ص۳۳۱، تہذیب التہذیب ص۳۰۲)	بتلانے سے انکار کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

علامہ حافظ ابن کثیر نے عمیر بن اسحاق کی روایت جو مذکور ہو چکی ہے نقل کرنے کے بعد اُمِّ بکر بن مسور سے روایت کی۔

قَالَتْ اَلْحَسَنُ سُقِيَ مِرَارًا كُلُّ ذٰلِكَ يُفْلِتُ مِنْهُ حَتّٰى كَانَتِ الْمَرَّةُ الْاٰخِرَةُ الَّتِي مَاتَ فِيهَا فَاِنَّهُ كَانَ يَخْتَلِفُ كَبِدُهٗ فَلَمَّا مَاتَ اَقَامَ نِسَاءُ بَنِي هَاشِمٍ عَلَيْهِ النَّوْحَ شَهْرًا۔ (البدایہ والنہایہ ص۴۳/۸)	وہ فرماتی ہیں کہ (حضرت) حسن کو کئی مرتبہ زہر پلایا گیا۔ لیکن ہر مرتبہ بچ گئے یہاں تک کہ آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا جس میں انکی وفات ہوئی۔ وہ ایسا تھا کہ ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرتے تھے جب انکی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے پورا مہینہ ان پر نوحہ کیا۔

اور پھر حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما کی روایت لکھی وہ فرماتے ہیں :۔

كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ كَثِيرَ نِكَاحِ النِّسَاءِ وَكَانَ قَلَّ مَا يَحْظِيْنَ عِنْدَهٗ وَكَانَ قَلَّ امْرَاَةٌ تَزَوَّجَهَا اِلَّا اَحَبَّتْهُ وَضَنَّتْ بِهٖ فَيُقَالُ	کہ حضرت حسن بن علی نے بہت سی عورتوں سے نکاح کیا لیکن بہت کم عورتیں آپ کی صحبت سے محظوظ ہوئیں۔ اس بنا پر آپکی منکوحہ عورتوں میں سے کم عورتیں آپ سے

إِنَّهُ كَانَ سُقِيَ سُمًّا ثُمَّ أُفْلِتَ ثُمَّ سُقِيَ فَأُفْلِتَ ثُمَّ كَانَتِ الْآخِرَةُ تُوُفِّيَ فِيهَا فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ الطَّبِيبُ وَهُوَ يَخْتَلِفُ إِلَيْهِ هٰذَا رَجُلٌ قَطَعَ السَّمُّ أَمْعَاءَهُ فَقَالَ الْحُسَيْنُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أُخْبِرْنِي مَنْ سَقَاكَ؟ قَالَ وَلِمَ يَا أَخِي؟ قَالَ أَقْتُلُهُ وَاللّٰهِ قَبْلَ أَنْ أَدْفِنَكَ وَإِلَّا أَقْدِرُ عَلَيْهِ أَوْ يَكُونُ بِأَرْضٍ أَتَكَلَّفُ الشُّخُوصَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَخِي إِنَّمَا هٰذِهِ الدُّنْيَا لَيَالٍ فَانِيَةٌ دَعْهُ حَتَّى أَلْتَقِيَ أَنَا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَبَى أَنْ يُسَمِّيَهُ ـ

(البدایہ والنہایہ ص ۴۳)

محبت رکھتی تھیں اور آپ سے (صحبت کرنے میں) بخل کرتی تھیں (تاکہ اولاد نہ ہو کیونکہ آپ طلاق دے دیتے تھے) پس کہا گیا ہے کہ بیشک آپکو زہر دیا گیا تو اس نے اثر نہ کیا۔ پھر دیا گیا پھر بھی اس نے اثر نہ کیا۔ پھر جو آخری مرتبہ دیا گیا اسمیں آپکی وفات ہو گئی جب وفات کا وقت قریب آیا تو طبیب نے کہا جو بار بار آپکی خدمت میں آتا تھا کہ انکی انتڑیاں زہر سے کٹ گئی ہیں تو حضرت حسین نے فرمایا اے ابو محمد! مجھے بتایئے کہ آپکو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیوں اے بھائی! انہوں نے کہا خدا کی قسم ایں آپکے دفن ہونے سے پہلے اسکو قتل کر دوں گا اور اگر میں اکیلا اس پر قادر نہ ہو سکا یا ایسی زمین پر یعنی دور ہوا تو بھی اس شخص کو نہ چھوڑوں گا خواہ اس کیلئے بہت سے اشخاص کو مشقت اٹھانی پڑے' تو فرمایا اے میرے بھائی یہ دنیا فانی چند روزہ ہے۔ اسکو چھوڑ دو' یہاں تک کہ میری اور اسکی ملاقات اللہ کے پاس ہو۔ اور آپنے اسکا نام بتانے سے انکار کر دیا۔

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں

وَفِي هٰذِهِ السَّنَةِ تُوُفِّيَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ سَمَّتْهُ زَوْجَتُهُ جَعْدَةُ بِنْتُ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيِّ (ابن اثیر ص ۱۸۲ ج ۳ ۔ اسد الغابہ ص ۱۱ ج ۲)

اور اسی سال ۴۹ھ میں (حضرت) حسن بن علی نے وفات پائی۔ انکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے ان کو زہر دیا۔

علامہ امام حسین بن محمد الدیار بکری فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ عُمَيْرُ بْنُ اسحاقَ دَخَلْتُ عَلَے الْحَسَنِ قَالَ اَلْقِيَتُ طَائِفَةً مِنْ كَبِدِيْ وَ اِنِّي قَدْ سُقِيتُ السَّمَّ مِرَارًا فَلَمْ اُسْقَ مِثْلَ هٰذِهِ الْمَرَّةَ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْغَدِ وَ هُوَ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ وَالْحُسَيْنُ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَقَالَ يَا اَخِيْ مَنْ تَتَّهِم قَالَ لِمَ اَتَقْتُلُهٗ ؛ قَالَ نَعَمْ ! قَالَ اِنْ يَّكُنِ الَّذِے اَظُنُّهٗ فَاللّٰهُ اَشَدُّ بَأْسًا وَ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا وَ اِلَّا فَمَا اُحِبُّ اَنْ يُّقْتَلَ بِيْ بَرِيٌّ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ مَنْ سَقَانِيْ ثُمَّ قَضٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ ذَكَرَ يَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ فِيْ تَارِيْخِهٖ اَنَّ جَعْدَةَ بِنْتَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيْ كَانَتْ تَحْتَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ فَزَعَمُوْا اَنَّهَا سَمَّتْهُ ،

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ص ۲۹۳/۲)

عمیر بن اسحاق نے کہا میں حضرت حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا میرے جگر کے ٹکڑے نکل کر گر چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ پھر میں دوسرے دن حاضر ہوا جس دن آپکی وفات ہوئی حضرت حسین آپکے سر کے پاس بیٹھے ہوئے پوچھ رہے تھے بھائی آپکو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا تم اس لیے پوچھ رہے ہو کہ اسکو قتل کروگے؟ کہا ہاں! فرمایا اگر وہ وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ تعالیٰ سخت گرفت کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا خدا کی قسم! میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ پھر آپنے وفات پائی اللہ آپ سے راضی ہو اور تحقیق یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ بیشک لوگوں کا یہ گمان ہے کہ آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے آپ کو زہر دیا ہے۔

علامہ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

وَكَانَ سَبَبُ مَوْتِهِ اَنَّ زَوْجَتَهُ جَعْدَةُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيِّ دَسَّ اِلَيْهَا يَزِيْدُ اَنْ تُسَمَّهُ وَيَتَزَوَّجُهَا وَبَذَلَ لَهَا مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَفَعَلَتْ فَمَرِضَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَلَمَّا مَاتَ بَعَثَتْ اِلٰى يَزِيْدَ تَسْأَلُهُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ لَهَا اِنَّا لَمْ نَرْضَكِ لِلْحَسَنِ فَنَرْضَاكِ لِاَنْفُسِنَا وَبِمَوْتِهِ مَسْمُوْمًا شَهِيْدًا۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۳۸)

آپ (حضرت حسن) کی موت کا سبب یہ تھا کہ آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر تو (امام) حسن کو زہر دیکر ہلاک کر دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دونگا اور تجھ سے نکاح بھی کر لونگا تو اس نے آپکو زہر دے دیا چنانچہ آپ چالیس روز بیمار رہے۔ جب آپکی وفات ہو گئی تو اس نے یزید کو ایفائے وعدہ کیلئے کہا تو یزید نے اس سے کہا کہ بیشک ہم نے تو تجھے حسن کیلئے پسند نہ کیا (جو ہمارے دشمن تھے) تو خود اپنے لیے (کیسے) پسند کریں گے اور حضرت حسن زہر سے شہید ہوئے۔

علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

تُوُفِّيَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْمَدِيْنَةِ مَسْمُوْمًا سَمَّتْهُ زَوْجَتُهٗ جَعْدَةُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ دَسَّ اِلَيْهَا يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ اَنْ تَسُمَّهٗ فَيَتَزَوَّجُهَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بَعَثَتْ اِلٰى يَزِيْدَ تَسْأَلُهُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ اِنَّا لَمْ نَرْضَكِ لِلْحَسَنِ اَفَنَرْضَاكِ لِاَنْفُسِنَا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۴۲)

(حضرت) امام حسن کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی زہر سے، آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو یزید بن معاویہ نے خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر تو حسن کو زہر دے دے تو میں تجھ سے نکاح کر لونگا تو اس نے زہر دے دیا جب آپکی وفات ہو گئی تو اس نے یزید کو ایفائے وعدہ کیلئے کہا تو یزید نے کہا بیشک ہم نے تو تجھے (اپنے دشمن) حسن کیلئے پسند نہ کیا تو کیا اپنی ذات کیلئے پسند کر لیں گے؟

قَالَ اَبُو عَلِیّ الْفَضْلُ ابْنُ الْحَسَنِ
الطَّبْرِسِی فِی کِتَابِہٖ اَعْلَامِ الْوَرٰی
بَعْدَ اَنْ تَمَّ الصُّلْحُ بَیْنَ الْحَسَنِ
وَمُعَاوِیَۃَ وَخَرَجَ الْحَسَنُ اِلَی
الْمَدِیْنَۃِ اَقَامَ بِھَا عَشْرَ سِنِیْنَ وَ
سَقَتْہُ زَوْجَتُہٗ جَعْدَۃُ بِنْتُ
الْاَشْعَثِ بْنِ قَیْسِ الْکِنْدِیّ السَّمَّ
فَبَقِیَ مَرِیْضًا اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا وَکَانَ قَدْ
سَاَلَھَا یَزِیْدُ فِی ذٰلِکَ وَبَذَلَ
لَھَا مِائَۃَ اَلْفِ دِرْھَمٍ وَاَنْ
یَتَزَوَّجَھَا بَعْدَ الْحَسَنِ فَفَعَلَتْ وَ
لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بَعَثَتْ اِلٰی
یَزِیْدَ تَسْاَلُہُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَھَا
فَقَالَ اِنَّا لَمْ نَرْضَاکِ لِلْحَسَنِ
اَفَنَرْضَاکِ لِاَنْفُسِنَا۔

(نور الابصار ص ۱۳۶)

حضرت ابو علی الفضل ابن الحسن الطبرسی اپنی کتاب
"اعلام الوری" میں فرماتے ہیں کہ حضرت حسن
اور حضرت معاویہ کے درمیان صلح ہونے کے
بعد حضرت حسن کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف
لے گئے اور وہاں دس سال مقیم رہے۔ پھر آپکی
بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے
آپ کو زہر پلایا تو آپ چالیس روز تک بیمار
رہے اور یزید نے اس عورت کو اس معاملہ میں
بہکایا کہ وہ اسکو ایک لاکھ درہم بھی دیگا اور حسن
کے بعد اسکو اپنی زوجیت میں بھی لے لے گا تو
اس عورت نے یہ کام کیا یعنی زہر دے دیا جب
حضرت حسن انتقال فرما گئے تو اس عورت نے
یزید کو اپنا وعدہ وفا کرنے کا پیغام بھیجا تو
یزید نے کہا ہم تو تمہارا حسن کے پاس رہنا
ہرگز پسند نہ کرتے تھے (جو ہمارے دشمن تھے)
تو خود اپنے پاس رکھنا کیسے پسند کریں گے۔

عاشقِ حبیبِ ربّانی حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

ومشہور آنست کہ ویرا خاتونِ وے جعدہ زہر
دادہ است بفرمودۂ یزید بن معاویہ (شواہد النبوۃ ص ۲۲۶)

مشہور یہی ہے کہ آپکی بیوی جعدہ نے یزید بن
معاویہ کے کہنے سے آپکو زہر دیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَسَبَبُ مَوْتِہٖ اَنَّ زَوْجَتَہٗ جَعْدَۃَ

(حضرت حسن کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ

بِنْتَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ سَمَّتْهُ
بِاِغْوَاءِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ
يَزِيْدُ ضَمِنَ لَهَا اَنْ يَتَزَوَّجَهَا
فَفَعَلَتْ فَمَرِضَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ مَاتَ فَبَعَثَتْ
جَعْدَةُ اِلٰى يَزِيْدَ تَسْاَلُهُ الْوَفَاءَ
بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ اِنَّا لَمْ نَكُنْ
نَرْضَاكِ لِلْحَسَنِ اَفَنَرْضَاكِ لِاَنْفُسِنَا
فَصَارَتْ مِمَّنْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ
ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ـ
(سر الشہادتین صنا)

کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے یزید
کے بہکانے سے آپکو زہر دے دیا تھا اور یزید
نے اس بات پر اس کے ساتھ نکاح کا وعدہ
کیا تھا تو اس نے یہ فعل کر دیا تو حسن رضی
اللہ عنہ چالیس روز بیمار رہے پھر آپنے انتقال
فرمایا۔ اس کے بعد جعدہ نے یزید کو ایفائے
وعدہ کا پیغام بھیجا تو یزید نے کہا بیشک
ہم نے تو تجھے (اپنے دشمن) حسن کے لیے پسند نہ
کیا تو خود اپنے لیے کیسے پسند کر لیں گے۔ پس وہ
دنیا و آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے
ہو گئی اور یہ واضح اور کھلا نقصان ہے۔

احادیث و تواریخ کی ان تمام روایات سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ آپ کو کئی
بار زہر دیا گیا اور اسی سے آپ کی وفات ہوئی۔ کسی مؤرخ نے نہیں لکھا کہ آپ کی وفات
تپ دق کے مہلک مرض سے ہوئی اور زہر دینے کا واقعہ محض غلط ہے۔ نامعلوم اس مؤلف
کو ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد کہاں سے معلوم ہو گیا ہے۔ اتنی واضح تصریحات کے
ہوتے ہوئے کہہ دینا کہ زہر دیا جانا محض غلط مشہور ہے، کسی لغو "ریسرچ" کا نام ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے آخر یہ مؤلف
پھر کیوں انکار کر رہا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مؤرخین نے زہر دلانے کی
نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے کہ انہوں نے جعدہ کو مال و زر اور یزید
کے ساتھ نکاح کا لالچ دیا تو جعدہ نے اس خیال سے کہ امام حسن بکثرت طلاقیں دیتے
ہیں اور مجھے بھی ضرور طلاق دیں گے تو فطرتِ نسوانی کے تحت لالچ میں آکر زہر دے

دیا۔جہاں تک حضرت معاویہ کی طرف اس نسبت کا تعلق ہے وہ تو بالکل غلط ہے جیسا کہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :۔

وَمَا يُنْقَلُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ دَسَّ اِلَيْهِ السَّمَّ مَعَ زَوْجَتِهٖ جَعْدَةَ بِنْتِ الْاَشْعَثِ فَهُوَ مِنْ اَحَادِيْثِ الشِّيْعَةِ وَحَاشَا لِمُعَاوِيَةَ مِنْ ذٰلِكَ ۔ (ابن خلدون ص ۱۸۲/۲)	اور یہ روایت کہ معاویہ نے ان (حسن) کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے مل کر زہر دلایا شیعوں کی من گھڑت باتیں ہیں۔ حاشا معاویہ کی ذات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

البتہ یزید کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی۔ امام جلال الدین سیوطی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو :۔

"یزید فاسق تھا۔ اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا حضرت امام نے ناجائز سمجھا اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادۃ غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا یہی تھی اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے۔ خصوص نا اہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل حل وعقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔" (امداد الفتاویٰ ص ۴/۴۶۵) خط کشیدہ الفاظ دیکھئے "اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا یہی تھی۔" غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی بھی فرماتے ہیں :۔

"امیر معاویہ سے صلح کے بعد حسن مدینے میں ... رہے اور دس برس گزرے تو

ان کی بی بی جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے ان کو زہر پلایا۔ چالیس دن تک بیمار رہے یزید پلید نے جعدہ سے یہ فرمائش کی تھی اور ایک لاکھ درہم دینے کئے تھے۔ اس پر جعدہ نے یہ کام کیا جب حسن کا انتقال ہوگیا جعدہ نے کہلا بھیجا کہ اپنا وعدہ پورا کرو۔ یزید نے کہا ہم نے تجھ کو حسن کے لیے پسند نہ کیا۔ کیا ہم اپنے لیے تجھ کو پسند کریں گے (تشریف البشر صد ۲۴)۔

اصل میں اس مؤلف نے دیکھا کہ زہر دلانے کی نسبت یزید کی طرف کی گئی ہے اور یزید کو تو خواہ مخواہ بچانا ہی ہے خواہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں اور چاہے جگر پارۂ رسول مقبول اور جنّت کے نوجوانوں کے سردار کو فسادی۔ فتنہ پرور اور باغی ہی قرار دینا پڑے (معاذ اللہ) اس لیے سرے سے اس کا انکار ہی کر دو کہ زہر دیا ہی نہیں گیا، یہ محض غلط مشہور ہے۔ ورنہ پھر سوال پیدا ہوتا کہ اچھا بتاؤ اگر یزید نے زہر نہیں دلوایا تو پھر کس نے دلوایا؟ حقیقت یہ ہے کہ یزید سمجھتا تھا کہ میرا باپ بوڑھا ہوگیا ہے۔ اسکی وفات کے بعد امام حسن کے ہوتے ہوئے لوگ مجھے کسی طرح بھی قبول نہیں کریں گے لہذا یہ چٹان جو میرے اقتدار کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اس کو دُور کیا جائے تاکہ میرے لیے حکومت کا معاملہ آسان ہو جائے۔

اور جبکہ بعض معتبر کتب میں یہ بھی ہے کہ امام حسن اور امیر معاویہ کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ "امیر معاویہ کے بعد امام حسن خلیفہ ہوں گے" چنانچہ طبقات صحابہ کی مستند ترین کتاب الاستیعاب میں ہے:۔

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ اَنَّ الْحَسَنَ اِنَّمَا سَلَّمَ الْخِلَافَةَ لِمُعَاوِيَةَ حَيَاتَهٗ لَاغَيْرَ ثُمَّ تَكُوْنُ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَعَلٰى ذَالِكَ انْعَقَدَ	علماء کے درمیان اس میں اختلاف نہیں ہے کہ (امام) حسن نے امیر معاویہ کو صرف ان کی حیات تک خلافت سپرد کی تھی نہ کہ بعد کو بھی۔ پھر ان کے بعد خلافت حسن کے لیے

بَیۡنَھُمَا — ہوگی۔اس پر دونوں کے مابین صلح کا انعقاد ہوا تھا۔

(الاستیعاب علی الاصابہ ص ۳۷۳/۱)

قارئین حضرات اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بات یزید سے پوشیدہ نہ تھی اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ میرے والد کے بعد خلافت کے حق دار امام حسن ہیں۔ میں اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہوں جبکہ امام حسن نہ رہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کی خاطر یہ ظلمِ عظیم کیا کہ امام حسن کو زہر دلوا دیا۔

امام حسن کو زہر کس نے دیا

بعض اہلِ تواریخ نے لکھا ہے کہ مروان حاکم مدینہ نے بہ ایمائے یزید ایک کنیز الیونیہ رومیہ جو بڑی دلالہ تھی؛ کو بلا کر پوچھا کہ تو امام حسن کے گھر آتی جاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں! مروان نے کہا ایک کام کرنا ہے اگر تو اس کو کر دے تو میں تجھے تین ہزار دینار دوں گا۔ اس نے کام پوچھا۔ مروان نے کہا کہ کسی طرح حسن کی بیوی جعدہ کو اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے بہکا کہ حسن تو اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں انہوں نے تو تجھے رکھنا ہی نہیں پھر ساری عمر بیوہ بن کے رہو گی۔ اور اگر چاہتی ہو کہ ملکِ شام و عراق کی ملکہ بن کر عیش و عشرت کی زندگی گزارو تو ولی عہد یزید کی ایک خواہش کو پورا کر دو۔ پھر وہ تم سے نکاح کر لے گا اور ایک لاکھ درہم بھی دے گا۔ اور وہ تمہیں بہت چاہتا بھی ہے۔ جعدہ نے یزید کی خواہش دریافت کی۔ دلالہ نے کہا اگر تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ تو بتاؤں؟ غرض چند ملاقاتوں میں اس مکار دلالہ نے جعدہ کو بہکا کر ہموار کر لیا اور مروان کی طرف سے حفاظت کی ذمہ داری کا یقین دلا کر کہا کہ حسن کو زہر دے کر ہلاک کر دو پھر یہ مراد پوری ہو سکتی ہے اور مروان اس بات کا ضامن ہے۔ بدنصیب جعدہ دنیا کے فانی مال و دولت اور عیش و عشرت کی حرص و طمع کا شکار ہو کر اس ظلمِ عظیم کے لیے تیار ہو گئی۔ اس نے چند مرتبہ کبھی شہد کبھی کھجوروں وغیرہ میں ملا کر حضرت امام کو زہر دیا مگر معمولی تکلیف

کے بعد شفا ہوتی رہی۔ مروان کو برابر حالات کی خبر پہنچتی رہی آخر اس ظالم نے تھوڑا سا پسا ہوا الماس ایسونیہ کو دیا کہ یہ پانی میں ملا کر پلا دو۔ جب وہ پلایا گیا تو اس نے اندر جاتے ہی جگر اور آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور حضرت امام کو اسہالِ کبدی ہوگیا اور قے آنی شروع ہوگئی اور جگر اور آنتیں کٹ کٹ کے باہر آنے لگیں ؎

کہ ریخت سوزشِ الماس ریزہ در قدحش
کہ زہر گشت ازاں آبِ خوشگوار حسن

دراندرون ہفتاد پارہ شد جگرش — ہمہ زراہِ گلو ریخت در کنار حسن
برنگ گونۂ الماس شد زمرد فام — مفرح لب یاقوت آبدار حسن
جگر بسوخت شفق را چو لالہ زآتشِ دل — زحسرت جگر خستہ دل فگار حسن

بباغ عترت پیمبر از خزانِ ستم
بریخت لالہ و نسرین زنو بہار حسن

آپ تقریباً چالیس روز بیمار رہے۔ ایک دن آپ نے جعدہ کو تنہائی میں بلا کر فرمایا۔ اے بانوئے بے وفا! تجھ پر افسوس! تو نے کتنی مرتبہ مجھ کو زہر دیا۔ تو خدا تعالیٰ اور میرے جدِّ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ شرمائی۔ تو تو محبت کے دعوے کیا کرتی تھی۔ کیا اہلِ محبت ایسا کیا کرتے ہیں؟ مگر سُن! جس مقصد کے لیے تُو نے یہ دشمنی کی ہے تیرا وہ مقصد بھی پورا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا آخر آپ کی حالت متغیر ہوگئی۔ بے قراری اور گھبراہٹ بہت زیادہ ہوگئی ؎

آئیں جناب زینبِ بیکس برہنہ پا — دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبیٰ
بولیں یہ سر کو پکڑ کے وہ غم میں مبتلا — ہے ہے بہن نثار ہو بھیا یہ کیا ہُوا

ایسا یہ زہر کس نے دغا سے پلا دیا
کس نے مرے کلیجے پہ خنجر چلا دیا

تکیئے لگا دیئے تھے حرم نے اِدھر اُدھر　　بازو کو کوئی تھامتی تھی اور کوئی سر
فرمایا طشت لاؤ ہوا زہر کارگر　　رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر

اب آئی وہ رات فاطمہ کے نورِ عین کو
غم میں حسن کے نیند نہ آئی حُسین کو

وہ سبطِ مصطفٰی کی شہادت کی رات تھی　　آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی
عالم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی　　زہرا و مرتضیٰ پہ قیامت کی رات تھی

فرمایا اب تو ہم اس دنیا سے جاتے ہیں
نانا بلاتے ہیں سوئے جنّت کو جاتے ہیں

وہ سیّدہ کے نورِ عین، مولا علی کے دل کے چین، جگر گوشۂ رسولِ خدا حضرت حسن مجتبیٰ چند وصیّتیں فرما کر ماہِ ربیع الاوّل ۴۹ھ میں ہشت برس میں سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَ رَحْمَۃٌ

حضرت امام کی شہادت کے بعد تمام بنی ہاشم خصوصًا امام حُسین رضی اللہ عنہ کے دل میں سخت غم و غصّہ تھا اور مروان یہ سمجھتا تھا کہ یہ سخت غیّور ہیں، اگر ان کو پتہ چل گیا تو یہ ہرگز خاموش نہیں بیٹھیں گے اور بہت بڑا فتنہ ہوگا اور قتل و غارت کی نوبت ضرور آئے گی۔ اُدھر جعدہ بھی پشیمان اور سخت خائف تھی۔ اس لیے مروان نے اسکو اپنے پاس بلا لیا اور دو غلام اور تین کنیزوں کے ساتھ پوشیدہ طور پر یزید کے پاس بھیج دیا اور یزید کو سارا حال لکھ کر تاکید کر دی کہ یہ راز فاش نہ ہونے پائے ورنہ سویا ہوا فتنہ جاگ اٹھے گا اور تلواریں میان سے باہر آجائیں گی اور سخت خوں ریزی ہوگی اس لیے جعدہ کو پوشیدہ رکھا جائے تاکہ یہ راز فاش نہ کر دے۔

یزید نے جعدہ سے حال معلوم کیا جعدہ نے اوّل سے لے کر آخر تک اپنا سیاہ کارنامہ پیش کر کے یزید سے کہا کہ میں نے تمہارے لیے خدا و رسول کو ناراض کیا اور عذابِ جہنّم

اختیار کیا اب تم اپنا وعدہ وفا کرو اور مجھے اپنی زوجیت کا شرف بخشو۔ یزید نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ جب تُو نے خدا و رسول کے غضب کا خیال نہ کیا اور حسن جیسے عالی مقام شوہر کے ساتھ ایسا ظلم اور بے وفائی کی تو مجھ سے کب وفا کرے گی۔ تو اس لائق نہیں کہ میں تجھے اپنی زوجیت میں لوں۔ جعدہ کو اس ناکامی کا سخت احساس ہوا اور اس نے تین روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ نیند کی۔ اور ہر وقت روتی تھی کہ ہائے میں نے کیا کیا۔

یزید یہ سمجھتا تھا کہ چونکہ یہ بُری طرح ناکام ہوئی ہے اور اس ناکامی کا اسکو سخت احساس ہے لہٰذا اس کو اگر زندہ چھوڑا گیا تو یہ اس ناکامی کا انتقام ضرور لے گی اور اس راز کو فاش کرے گی۔ اس لیے اس نے تین روز کے بعد چار آدمیوں کو تیار کیا کہ اس کو جزیرہ فیل میں لے جاؤ اور وہاں لے جا کر اس کے ہاتھ پاؤں جکڑ کر اس کو گھوڑے کی دُم کے ساتھ باندھ کر خوب دوڑاؤ اور پھر سمندر میں پھینک دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝ ؎

ہر کہ دیں را بہر دنیائے دنی از دست داد
بیشکے محروم ماند از دولتِ دنیا و دیں

حضرتِ امام رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں نے امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضۂ انور میں دفن کی اجازت عنایت ہو انہوں نے بلا تامّل بطیبِ خاطر اجازت دی ہے لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ کوئی ضرور مانع ہوگا تو اس سے تکرار اور لڑائی جھگڑا نہ کرنا اور پھر مجھے میری والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس بقیع میں دفن کر دینا چنانچہ آپ کا جنازہ مبارکہ روضۂ مبارکہ کے پاس لے گئے۔ جب یہ خبر مروان علیہ ما یستحق کو پہنچی تو وہ مانع ہُوا اور کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان وہاں دفن نہ ہوں

اور حسن وہاں دفن ہوں۔ حضرت امام حسینؓ اس سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ مروان بھی تیار ہو گیا۔ دونوں طرف سے لوگ مسلح ہو کر آ گئے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا مروان کیسا ظالم ہے فرزندِ رسول اللہ کو رسول اللہ کے پاس دفن نہیں ہونے دیتا اور حضرت امام حسینؓ کو ان کے بھائی حضرت امام حسن کی وصیت یاد دلائی اور لڑائی سے روکا۔ آخر حضرت امام حسن کو بقیع میں انکی والدہ محترمہ خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ،۔

زہر خورانی کی نسبت

یہ کہنا کہ زہر خورانی کی نسبت حضرت امام کی بیوی جعدہ کی طرف کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ المستدرک امام حاکم اور تہذیب التہذیب علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی اور الاستیعاب علامہ امام ابن عبدالبر جو علمِ حدیث کے مشہور اور جلیل القدر امام ہیں ان کی روایات جو صحیح الاسناد ہیں۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے ائمہ حدیث و تاریخ کی نقول گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں، غلط ہے۔

اور یہ خیال کہ جب آپ کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قاتل کی خبر نہ ہوئی تو غیر کو کیسے ہو سکتی ہے۔ نیز اگر امام حسین کو خبر ہو جاتی تو وہ ضرور شرعی مواخذہ کرتے

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر اس وقت حضرت امام حسن نے ان کو نہیں بتایا اور اس وقت حضرت امام حسین کو خبر نہ ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں بھی معلوم نہ ہوا ہو۔ رہا یہ کہ پھر شرعی مؤاخذہ کیوں نہ کیا تو عرض یہ ہے کہ شرعی مؤاخذہ کرتے کس سے؟ اس وقت حاکمِ مدینہ مروان تھا اور اسی نے تو بہ ایمائے یزید یہ کام کروایا تھا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور حضرت امام کے دفن کے قضیہ میں بھی مروان

کا کردار ذکر ہو چکا ہے۔ دیکھئے حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں پہلی شرط یہ تھی کہ حضرت معاویہ کے بعد خلافت امام حسن کو ملے گی۔ لیکن جب حضرت معاویہ نے یزید کی بیعت کی مہم شروع کی تو کسی ایک نے بھی حضرت معاویہ سے یہ نہیں کہا کہ حضرت حسن اور آپ کے درمیان یہ شرط تھی اس لیے یزید کو ولی عہد نہیں بنایا جا سکتا۔ اور جب حضرت حسُین یزید کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعوٰی کی تائید اور یزید کی مخالفت میں بہت سی تقریریں کیں۔ لیکن کسی تقریر میں بھی آپ نے یہ مواخذہ نہیں کیا کہ چونکہ میرے بھائی حسن صرف معاویہ کے حق میں دست بردار ہوئے تھے اور امیر معاویہ کے بعد خلافت ان کا حق تھا اور وہ چونکہ امیر معاویہ کی زندگی میں انتقال فرما گئے ہیں لہذا اصول توارث کی رُو سے ان کا حق مجھے یا حسن کی اولاد کو ملنا چاہیئے حالانکہ یزید کے خلاف دلائل میں یہ بہت زیادہ قوی دلیل تھی۔ مگر آپ نے اس کا مواخذہ اور ذکر تک نہیں کیا۔

اور یہ کہنا کہ یہ حضرت امام کی بیوی پر غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی ایک ناپاک تہمت اور تبرّا ہے اور بدگمانی ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ پھر تو وہ تمام ائمہ و محدّثین و مؤرّخین اور علماء جنہوں نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ کی طرف کی ہے، وہ سب کے سب معاذ اللہ حضرت امام کی بیوی پر تہمت لگانے والے اور تبرّا باز قرار پائیں گے اور پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ائمہ، محدّثین نے بغیر تحقیق کے ہی لکھ دیا ہے جس سے ان کے علم اور تحقیق پر بھی حرف آتا ہے۔

اور یہ کہنا کہ حضرت امام کی ہر بیوی آپ سے بہت محبت رکھتی اور شیدا تھی، ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ آپ کی کوئی بیوی ایک طمع فاسد سے ایسے جلیل امام کے قتل جیسے جرم کا ارتکاب کرے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے کہ آپ کی ہر بیوی آپ سے بہت زیادہ محبت رکھتی اور شیدا تھی چنانچہ گزشتہ روایات میں خود حضرت عبداللہ بن حسن کی روایت ذکر ہو چکی ہے کہ آپ چونکہ کثیر النکاح تھے اور ایک دو رات کے بعد ہی طلاق دے دیتے تھے اس لیے بہت کم عورتیں آپ سے محبت رکھتی تھیں۔ اور آپ سے صحبت کرنے میں بھی بخل کرتی تھیں۔ کیونکہ فطرت کے تقاضے بہر حال اپنی جگہ مسلّم ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے کہ جب اسکو معلوم ہو جائے کہ نکاح کے ایک دو دن کے بعد ہی اسکو طلاق مل جائے گی تو پھر اس کے دل میں محبت و الفت کا رہنا ایک ایسا امر ہے جو ہر عورت کے لیے ممکن نہیں۔

اور جہاں تک طمع فاسد سے ایسے جرم کے ارتکاب کے بعید ہونے کا تعلق ہے یہ بھی کوئی بعید نہیں۔ یہ حرص و طمع ایک ایسا اژدہا ہے جس نے بڑے بڑوں کو شکار کیا ہے۔ دیکھیے عمرو بن سعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے جو عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے تھے۔ اس نے بھی تو صرف "رے" کی حکومت کی حرص و طمع ہی میں یزیدی لشکر کا سالارِ اعلیٰ بننا اور سارے خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو کربلا میں قتل کرنا منظور کر لیا تھا۔ اسی طرح ابن زیاد، یزید اور شمر وغیرہ تابعین سے تھے اور تابعین کی فضیلت نص سے ثابت ہے۔ مگر حُبِّ جاہ اور دنیوی حکومت کی حرص نے ان کو تباہ کیا اور انہوں نے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ کربلا و کوفہ وغیرہ میں جو کچھ کیا کرایا وہ سب کو معلوم ہے تو ایک عورت جو ناقص العقل ہے اور جس کا سارا خاندان ہی دشمنِ اہلِ بیت تھا، وہ طمع فاسد کا شکار ہو کر ایسی حرکت کی مرتکب ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

چنانچہ ابن ملجم قاتلِ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے سخت ترین بدبخت فرمایا تھا وہ اس رات کو جس کی صبح کو اس نے حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا جعدہ کے باپ اشعث بن قیس کے پاس تھا اور ساری رات اس سے

سرگوشی کرتا رہا جب صبح ہونے کو آئی تو جعدہ کے باپ نے کہا جا اپنا کام کر۔ چنانچہ طبقات صحابہ کی قدیم اور مستند ترین کتاب طبقات ابن سعد میں ہے :۔

وَ بَاتَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلْجَمٍ تِلْكَ اللَّيْلَةَ الَّتِي عَزَمَ فِيهَا اَنْ يَّقْتُلَ عَلِيًّا فِي صَبِيْحَتِهَا يُنَاجِي الْاَشْعَثَ بْنِ قَيْسِ الْكِنْدِي فِي مَسْجِدِهٖ حَتّٰى كَادَ اَنْ يَّطْلَعَ الْفَجْرُ فَقَالَ لَهُ الْاَشْعَثُ فَضِحَكَ الصُّبْحُ فَقُمْ ، فَقَامَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلْجَمٍ وَ شَبِيْبُ بْنُ بَجْرَةَ فَاَخَذَا اَسْيَافَهُمَا ثُمَّ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَا مُقَابِلَ السُّدَّةِ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْهَا عَلِيٌّ (طبقات ابن سعد ص ۳۶ ج ۳)

عبدالرحمٰن بن ملجم نے وہ شب جس کی صبح کو اس کا حضرت علی کے قتل کرنے کا مصمم ارادہ تھا اشعث بن قیس الکندی کے پاس اسکی مسجد میں سرگوشی کرتے ہوئے گزاری جب طلوع فجر کا وقت قریب ہوا تو اشعث نے ابن ملجم سے کہا صبح نے تیرا راستہ ظاہر کر دیا ہے۔ پس اپنے کام کے لیے اُٹھ ! تو ابن ملجم اور شبیب بن بجرہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی تلواریں لے لیں اور آکر اس دروازے کے سامنے بیٹھ گئے جس سے حضرت علی نکلتے تھے،

اور پھر صبح کو اشعث نے اپنے بیٹے قیس کو بھیجا فَقَالَ اَيْ بُنَيَّ اُنْظُرْ كَيْفَ اَصْبَحَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (طبقات ابن سعد ص ۲۷) کہ بیٹا جا کر دیکھ ! امیرالمومنین نے کیسے صبح کی ہے۔

اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ جعدہ کے باپ اشعث کو ابن ملجم کے ارادہ قتل کا علم تھا تو اگر اس کے دل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عقیدت و محبت ہوتی تو وہ ابن ملجم کو اس ظلم سے روکتا یا کسی طرح حضرت علی یا آپ کے کسی عزیز کو اس کی اطلاع کر دیتا۔ بلکہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ بھی حضرت علی کے قتل میں ایک قسم کا شریک تھا۔

اور یہی جعدہ کا باپ اشعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اپنے قبیلے کے ساتھ مرتد ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت امراء القیس کے سمجھانے بجھانے

سے کہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے' یہ لوگ خوفِ قتل سے پھر اسلام میں آ گئے۔

نیز حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ میں گرفتار کرنے والا اور ابن زیاد کا حامی و ساتھی جعدہ کا بھائی محمد بن اشعث تھا۔ اس جعدہ کے بھائی قیس اور محمد ابن اشعث اور اس کے قبیلے کے کندی لوگ کربلا میں یزیدی لشکر میں تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جعدہ کے ظالم بھائی نے حضرت امام کے تنِ بے سر سے جبّہ و چادر اتار لی۔ اور پاؤں سے نعلین شریف اتار لی۔ کَمَا سَیَأتِی فِی ذِکْرِ الشَّهَادَةِ اِنْشَاءَ اللّٰه تعالیٰ۔

جعدہ، اس کے باپ اور بھائیوں اور اس کے خاندان کے مختصر حالات ہدیۂ قارئین کیے گئے ہیں جن سے اس خاندان کی طینت و خصلت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

هٰذَا مَا عِنْدِی وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ تعالیٰ

اس خائن مؤلف نے یہ تو لکھا ہے کہ بعض صحابہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے اور اس غلط اقدام سے سختی سے روکا مگر امام نے کسی کی نہ مانی۔ اس سے غالباً یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ امام پر اقتدار کی ہوس اس قدر غالب آگئی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کے روکنے اور مخلصانہ مشوروں کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں بالکل نظر انداز کر دیا۔

مگر ازراہِ خیانت یہ نہیں لکھا کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفر اور یحیٰی بن سعید نے آپکے پاس پہنچ کر بہت کہا سنا اور از حد کوشش کی کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ پھر بھی آپ نہ مانے تو انہوں نے کہا آخر آپ کوفہ جانے پر اس قدر مُصر کیوں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:۔

اِنّی رَأَیْتُ رُؤْیا رَأَیْتُ فِیْھَا رسولَ اللّٰہِ صلّے اللّٰہ عَلیہ وَسلّم وَاُمِرْتُ فِیْھَا بِامرٍ انا مَاضٍ لَہٗ عَلیَّ کَانَ اولی فقالا مَا تِلکَ الرُّؤیَا قَالَ مَا حَدَّثتُ بِھَا اَحَدًا وَمَا اَنَا مُحَدِّثٌ بِھَا اَحَدًا حَتّٰی اَلقیٰ رَبِّیْ ؕ

(ابن اثیر ص۱۷ ج۴ طبری ص۲۱۹ ج۶ البدایہ ص۱۶۳ ج۸)

مَیں نے خواب میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے آپنے اس خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے جس کو مَیں ضرور پورا کروں گا خواہ کچھ بھی ہو۔ انہوں نے کہا، وہ خواب کیا ہے؟ آپنے فرمایا نہ مَیں نے اب تک کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا یہاں تک کہ مَیں اپنے رب سے جا ملوں۔

قارئین حضرات! دیکھا آپ نے کہ اس مؤلف نے وہ بات جس سے اصل حقیقت واضح ہوتی تھی، اس کو نہیں لکھا۔ معلوم ہوا کہ امام عالی مقام اپنے نانا جان صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کی تعمیل فرما رہے تھے اور آنے والی نسلوں کے لیے ثابت قدمی اور عزیمت کی مثال قائم کر رہے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کا روکنا عقیدت و محبّت اور انتہائی ہمدردی کی بنا پر تھا اس لیے نہ تھا کہ اُن کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفۂ برحق کے ساتھ

بغاوت پر مبنی تھا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے[۱]۔ انہوں نے اپنا حق ادا کیا اور امام پاک نے اپنا حق ادا کیا اور فرما دیا۔

لِی عَمَلِی وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کروں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کرو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ پھر امام نے کربلا میں گھر جانے کے وقت یہ کیوں کہا کہ مجھے واپس چلے جانے دو یا کسی اور طرف نکل جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو، میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا یعنی بیعت کر لوں گا۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ اتمامِ حجّت کے لیے تھا تاکہ یہ لوگ کل قیامت کے دن یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ اگر امام ہمیں واپس یا کہیں اور جانے کے لیے کہتے تو ہم ضرور ان کو جانے دیتے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا۔ یہ غلط ہے (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے) اگر اس کو درست مان لیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ کربلا میں جنگ کیوں ہوئی؟ جھگڑا تو سارا بیعتِ یزید ہی کا تھا۔ جب امام اس کے لیے آمادہ ہو گئے تھے تو پھر ان کے ساتھ جنگ اور ان پر ظلم و ستم کا کیا مقصد تھا؟

عبّاسی صاحب لکھتے ہیں:۔

(۹) "یہ حادثہ (کربلا) بس اتنی دیر میں ختم ہو گیا تھا جتنی دیر قیلولہ میں آنکھ جھپک جائے یعنی کم و بیش آدھ گھنٹے میں اسکی تائید مزید ان راویوں کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ فریقین کے مقتولین کی تعداد ۷۲ اور ۸۸ تھی۔" (خلافت معاویہ و یزید صـ۲۲۳)

---

[۱] تفصیل کے لیے میری کتاب شام کربلا دیکھیے

ملاحظہ فرمایا آپ نے، یہ ہے عباسی صاحب کی نئی تحقیق و ریسرچ، امام عالی مقام کے ۷۲ رفقاء اور لشکر یزید کے ۸۸۔ افراد یعنی فریقین کے ۱۶۰۔ افراد قتل ہوئے اور یہ سارا واقعہ و حادثہ صرف آدھ گھنٹہ میں ختم بھی ہو گیا ؎

جو بات کی خدا کی قسم واہیات کی!

اس حساب سے ایک ایک لشکری کے آپس میں نبرد آزما ہونے، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے، قتل کرنے اور پچھاڑنے میں صرف سوا گیارہ سیکنڈ لگتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میدانِ کربلا میں شمشیر و سناں کی جنگ نہیں تھی بلکہ دونوں طرف امریکن ساخت کی توپیں اور مشین گنیں فٹ کی ہوئی تھیں۔ بس ایک دم جو گولہ باری ہوئی تو فریقین کے ۱۶۰۔ آدمی نشانہ بن گئے اور آدھ گھنٹہ میں یہ سارا معاملہ ختم ہو کے رہ گیا۔ یا پھر یوں کہیئے کہ یزیدی لشکر کے ہزاروں سپاہی خونخوار بھیڑیوں کی طرح ایک دم حسینی قافلے پر ٹوٹ پڑے اور آدھ گھنٹہ میں ۷۲ حسینیوں کو قتل کر کے معاملہ ختم کر کے رکھ دیا۔ پھر یہ بات اپنی جگہ الجھی رہتی ہے کہ وہ خود ۸۸ کی تعداد میں کیسے قتل ہو گئے۔

(۱۰) ایک اور بے تکی ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں :۔

"برادرانِ مسلم اور ساٹھ پینسٹھ کوفیوں کا ناعاقبت اندیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک قاتلانہ حملہ کر دینے سے یہ واقعہ محزوں یکایک اور غیر متوقع پیش آ کر گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا۔" (خلافت معاویہ و یزید ص۲۲۳)

کچھ سمجھے آپ! اس کو کہتے ہیں جوشِ تعصب اور بغض و عناد کہ امام عالیمقام کے رفقاء پر ابتدائے جنگ کا عاقبت نا اندیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک حملے کا الزام عائد کر دیا جو سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔

(۱۱) مؤرخین نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ سے عراق کو روانگی کی تاریخ ۸، ذی الحجہ ۶۰ھ یوم سہ شنبہ اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲، محرم ۶۱ھ یوم پنج شنبہ بتائی

ہے۔ عباسی صاحب نے اس تاریخ کو غلط ثابت کرنے پر کئی صفحات سیاہ کئے ہیں اور اپنی نئی تحقیق سے تاریخ آمد و روانگی اور منزلوں اور فاصلوں کی ایک جدول بنائی اور اس کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"حضرت حسین اور ان کے ساتھی جیسا کہ گزشتہ اوراق میں بالوضاحت بیان ہو چکا دسویں ذی الحجہ ۶۰ھ کو بعد ادائے فریضہ حج روانہ ہوئے اور تیس منزلوں کی مسافت بعیدہ کم سے کم تیس ہی دن میں طے کرنے کے بعد ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا کے مقام پر پہنچے یا پہنچ سکتے تھے اس سے پہلے نہیں (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۵۹)

اس سے عباسی صاحب کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یزیدیوں کے پانی وغیرہ بند کرنے کی روایات بے اصل اور غلط ہیں اور ان پر محض ایک الزام ہے۔ لیکن "دروغ گو را حافظہ نباشد" قول اگر صحیح ہے تو ملاحظہ فرمایئے۔ اسی کتاب میں چند صفحات آگے ایک عنوان "غلط بیانیوں کی چند مثالیں" قائم کر کے اس کے تحت ایک جدول میں لکھا ہے :-

"مورخین نے حضرت حسین کی مکہ سے عراق کو روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ یوم سہ شنبہ اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ محرم ۶۱ھ یوم پنج شنبہ بتائی ہے جو غلط ہے صحیح تاریخ مکہ سے روانگی کی ۹ ستمبر ۶۸۰ء یوم یک شنبہ ہے اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ اکتوبر ۶۸۰ء یوم سہ شنبہ ہے اور حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء بروز چہار شنبہ ہے، بروز جمعہ غلط ہے۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۹۳)

ان دونوں عبارتوں میں غور فرما کر نتیجہ نکالئے اور اس نئی تحقیق و ریسرچ کی داد دیجئے۔

پہلی عبارت میں امام صاحب کا ۱۰ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر تیس ۳۰ منزلوں کو کم سے کم تیس ۳۰ دنوں میں طے کر کے ۱۰ محرم کو کربلا پہنچنا ثابت کیا اور کہا کہ اس سے پہلے نہیں پہنچ سکتے تھے۔

دوسری عبارت میں ۹ ستمبر ۶۸۰ء بروز اتوار کو مکہ مکرمہ سے روانگی کی اور ۲ اکتوبر ۶۸۰ء بروز منگل کربلا پہنچنے کی تاریخ بتائی ہے اور حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر بروز بدھ بتائی ہے۔ بروز جمعہ کو غلط کہا ہے۔

نتیجہ! پہلی عبارت میں تیس ۳۰ دنوں میں ۱۰ محرم کو کربلا پہنچنا ثابت کیا تھا۔ دوسری عبارت میں چوبیس ۲۴ دنوں میں ۲ اکتوبر کو چھ ۶ دن پہلے پہنچنا ثابت کیا ہے کیونکہ حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر بروز بدھ بتائی اور اسی تاریخ کو ۱۰ محرم حادثہ کربلا کی تاریخ کے مطابق بتایا! دیکھئے صفحہ ۱۱۹) یعنی جو بات ائمہ مورخین کے نزدیک مسلمہ اور درست ہے اس کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر غلط ثابت کیا اور اپنی نئی اور صحیح تحقیق پیش کی اور پھر خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی اس صحیح اور نئی ریسرچ کا گلا گھونٹ کے رکھ دیا اور وہی تسلیم کیا جو مؤرخین نے لکھا ہے البتہ نئی ریسرچ کا صرف یہ کرشمہ دکھایا کہ بجائے اسلامی تاریخ کے انگریزی تاریخ لکھ دی تا کہ انگریزی داں طبقہ متاثر ہو۔

اصل کتاب لکھنے سے پہلے عباسی صاحب نے اپنے ذہنی منصوبہ کے مطابق یہ طے کر لیا تھا کہ امام عالی مقام کو باغی اور خاطی اور یزید پلید کو بالکل بے گناہ اور برحق ثابت کرنا ہے خواہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ہی کیوں نہ بنانا پڑے۔

عباسی صاحب نے علامہ امام طبری پر شیعہ ہونے کا الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ

(۱۲) "طبری جیسے شیعی مؤرخ کا بھی بیان ہے۔" (خلافت معاویہ ویزید صفحہ ۲)

حد ہو گئی ظلم و تعصب اور جہالت و بددیانتی کی۔ علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر مفسر، محدث، مؤرخ، فقیہ، مجتہد اور بڑے متقی سُنّی بزرگ پر شیعیت کا الزام بلاشبہ بہت بڑا ظلم اور بہتان ہے۔ کوئی علم والا ان کی تفسیر و تاریخ اور دیگر تصانیف کو پڑھ کر ان کو شیعہ ہرگز نہیں کہے گا۔

آپ چودھویں صدی کے اس نئے محقق کی نئی تحقیق کو جو درحقیقت دروغ بیانی بہتان تراشی اور خیانت و بددیانتی کا ایک بے مثال شاہکار ہے، چھوڑ کر اور اس سے منہ موڑ کر امت کے ائمہ محدثین اور علماء محققین کے ارشادات کو سامنے رکھ کر انصاف کے ساتھ اُن کے متعلق فیصلہ کریں۔

علامہ امام ابن اثیر اپنی مشہور تاریخ الکامل کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:۔

وَاِنَّمَا اَعْتَمَدْتُ عَلَیْہِ مِنْ بَیْنِ الْمُوَرِخِیْنَ اِذْ هُوَ الْاِمَامُ الْمُتْقَنُ حَقًّا الْجَامِعِ عِلْمًا وَصِحَّۃَ اِعْتِقَادًا وَصِدْقًا (ابن اثیر ص۳)

مَیں نے تمام مؤرخین کی بہ نسبت ابن جریر طبری پر ہی زیادہ اعتماد کیا ہے اس لیے کہ وہ سچے محکم امام، علم و فضل کے جامع، اعتقاد میں صحیح اور (روایت میں) سچے ہیں۔

علامہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

کَانَ اَحَدَ اَئِمَّۃِ الْاِسْلَامِ عِلْمًا وَعَمَلًا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ (البدایہ والنہایہ ص ۱۴۶ / ۱۱)

کہ وہ اسلام کے اماموں میں سے ایک امام اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عالم اور عامل تھے۔

نیز فرماتے ہیں:۔

وَصَنَّفَ التَّارِیْخَ الْحَافِلَ وَلَہٗ التَّفْسِیْرُ الْکَامِلُ الَّذِیْ لَا یُوْجَدُ لَہٗ نَظِیْرٌ وَغَیْرُهُمَا مِنَ الْمُصَنَّفَاتِ النَّافِعَۃِ فِی الْاُصُوْلِ وَالْفُرُوْعِ وَمِنْ اَحْسَنِ ذٰلِکَ تَہْذِیْبُ الْاٰثَارِ وَلَوْ کَمُلَ لَمَا احْتِیْجَ مَعَہٗ اِلٰی شَیْءٍ وَلَکَانَ فِیْہِ الْکِفَایَۃُ لٰکِنَّہٗ لَمْ

اور انہوں نے ایک بھرپور مفصل تاریخ لکھی ہے اور ایک اُن کی کامل تفسیر ہے جس کی نظیر نہیں پائی گئی اور ان دونوں کے علاوہ بھی اصول و فروع میں اُن کی بڑی نافع تصانیف ہیں اور ان میں بہت ہی زیادہ اچھی کتاب تہذیب الآثار ہے۔ اگر اسکی تکمیل ہو جاتی تو اس کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت

يَتِمَّه وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ مَكَثَ
أَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَكْتُبُ فِي كُلِّ يَوْمٍ أَرْبَعِيْنَ
وَرَقَةً قَالَ الْخَطِيبُ الْبُغْدَادِيُّ اِسْتَوْطَنَ
ابْنُ جَرِيْرٍ بَغْدَادَ وَأَقَامَ بِهَا إِلَى حِيْنِ وَفَاتِهِ
وَكَانَ مِنْ أَكَابِرِ أَئِمَّةِ الْعُلَمَاءِ وَيُحْكَمُ
بِقَوْلِهِ وَيُرْجَعُ إِلَى مَعْرِفَتِهِ وَ
فَضْلِهِ وَكَانَ قَدْ جَمَعَ مِنَ الْعُلُوْمِ
مَالَمْ يُشَارِكْهُ فِيْهِ أَحَدٌ مِنْ
أَهْلِ عَصْرِهِ وَكَانَ حَافِظًا
لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَارِفًا بِالْقِرَاآتِ
كُلِّهَا بَصِيْرًا بِالْمَعَانِي فَقِيْهًا فِي الْأَحْكَامِ
عَالِمًا بِالسُّنَنِ وَطُرُقِهَا وَصَحِيْحِهَا
وَسَقِيْمِهَا وَنَاسِخِهَا وَمَنْسُوْخِهَا
عَارِفًا بِأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ
وَمَنْ بَعْدَهُمْ عَارِفًا بِأَيَّامِ
النَّاسِ وَأَخْبَارِهِمْ وَلَهُ الْكِتَابُ
الْمَشْهُوْرُ فِي تَارِيْخِ الْأُمَمِ وَالْمُلُوْكِ
وَكِتَابٌ فِي التَّفْسِيْرِ لَمْ
يُصَنِّفْ أَحَدٌ مِثْلَهُ وَكِتَابٌ
سَمَّاهُ تَهْذِيْبَ الْآثَارِ لَمْ
أَرَ سِوَاهُ فِي مَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ

نہ ہوتی اور انہی میں ایک کتاب الکفایہ ہے مگر
وہ بھی مکمل نہیں ہوئی اور ان سے روایت کی گئی ہے
کہ انہوں نے مسلسل چالیس سال اس طرح گزارے
کہ ہر روز چالیس ورق لکھتے تھے خطیب بغدادی
کہتے ہیں کہ انہوں نے بغداد کو اپنا مسکن بنایا اور وقت
وفات تک وہیں اقامت پذیر رہے۔ اور وہ اکابر
ائمہ اور علماء میں سے تھے اور ان کے قول پر فیصلہ کیا
جاتا ہے اور ان کے علوم و معارف کی طرف رجوع
کیا جاتا ہے اور بیشک انکی ذات میں اس قدر
علوم جمع کئے گئے تھے کہ ان کے زمانہ میں کوئی
بھی ان علوم میں ان کے برابر نہ تھا اور کتاب
اللہ کے حافظ، اسکی تمام قراءتوں کے جاننے والے
قاری۔ اس کے معانی پر پوری بصیرت رکھنے والے
احکام میں فقیہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی)
سنتوں اور اس کے مرتبوں اور ان میں صحیح اور
غیر صحیح اور ناسخ و منسوخ کے پورے عالم۔ صحابہ
اور تابعین اور ان کے بعد والوں کے اقوال کی
پوری معرفت رکھنے والے، لوگوں کے ایام حالات
اور اخبار کے عالم، انکی تاریخ میں مشہور کتاب ہے
"تاریخ الامم والملوک" اور ایک ان کی تفسیر
ہے کہ اسکی مثل کوئی تصنیف نہیں اور ایک کتاب

لَمۡ یَتِمَّہ ولہ فِی اصُول الفقہِ و فرُوعِہٖ کُتبٌ کَثِیرۃٌ وَ اِخۡتِیارَاتٌ وَ تفـرّدَ بِمَسَائِلَ حَفِظَت عَنۡہُ

(البدایہ والنہایہ ص۱۴۵ ج۱۱)

جس کا نام تہذیب الآثار ہے اُن جیسے نظیر مضامین پر مشتمل کتاب مَیں نے نہیں دیکھی مگر وہ مکمل نہیں ہو سکی اور انکی فقہ کے اصول و فروع پر بہت سی کتابیں اور فتاوٰی ہیں اور متعدد مسائل میں وہ منفرد حیثیت رکھتے ہیں کہ لوگوں نے وہ مسائل اُن سے حاصل کیے ہیں۔

علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ علم تفسیر کی طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں:۔

(فَاِنۡ قُلۡتَ) فَایُّ التَّفَاسِیۡرِ تُرۡشِدُ اِلَیہ وَ تَأمُرُ النَّاظِرَانِ یُعَوِّلَ عَلیہ؟ (قُلۡتُ) تَفۡسِیۡرُ لِامَامِ اَبِی جَعۡفَرِ بۡنِ جَرِیرِ الطَّبَرِیِّ الَّذِی اَجۡمَعَ الۡعُلَمَاءُ الۡمُعۡتَبِرُوۡنَ عَلٰی اَنَّہٗ لَمۡ یُؤَلِّفۡ فِی التَّفۡسِیۡرِ مِثۡلَہٗ قَالَ النَّوَوِیُّ فِی تَہۡذِیۡبِہٖ کِتَابُ ابۡنُ جَرِیۡرٍ فِی التَّفۡسِیۡرِ لَمۡ یُصَنِّفۡ اَحَدٌ مِثۡلَہٗ۔

(الاتقان فی علوم القرآن ص۱۹۰ ج۲)

پس اگر تم یہ کہو کہ پھر تفاسیر میں کونسی ایسی تفسیر ہے جسکی طرف تم رہنمائی کرتے ہو اور اس پر اعتماد کرنے کا حکم دیتے ہو؟ تو مَیں کہتا ہوں کہ وہ تفسیر امام ابوجعفر ابن جریر طبری کی ہے جس پر تمام معتبر علماء کا اتفاق ہے کہ فنِ تفسیر میں اُس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ امام نووی اپنی کتاب تہذیب میں فرماتے ہیں کہ ابن جریر کی تفسیر ایسی ہے کہ اس کی مثل کسی نے کوئی کتاب تصنیف ہی نہیں کی ہے۔

امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ فرماتے ہیں:۔

مَا اَعۡلَمُ عَلٰی اَدِیۡمِ الۡاَرۡضِ اَعۡلَمَ مِنۡ اِبۡنِ جَرِیۡرٍ وَلَقَدۡ ظَلَمَتۡہُ الۡحَنَابِلَۃُ

مَیں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر امام ابن جریر سے بھی بڑا کوئی عالم ہے اور

(البدایہ والنہایہ ص ۱۴۶/۱۱) بلاشبہ حنبلیوں نے ان پر ظلم کیا۔[1]

علامہ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:۔

اَلْاِمَامُ الْعَلَمُ الْفَرْدُ الْحَافِظُ اَبُوْجَعْفَرٍ الطَّبَرِیُّ اَحَدُ الْاَعْلَامِ وَ صَاحِبُ التَّصَانِیْفِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ الْخَطِیْبُ ۔	علم میں یکتائے زمانہ جلیل القدر امام الحافظ ابوجعفر الطبری صاحب التصانیف ہیں ابوبکر خطیب بغدادی نے کہا (آگے خطیب بغدادی کی وہ عبارت لکھی جو گزر چکی ہے)
(تذکرۃ الحفاظ ص ۲/۱۱)	

علامہ ابوحامد الفقیہ الاسفرائنی فرماتے ہیں:۔

لَوْسَافَرَ رَجُلٌ اِلَی الصِّیْنِ حَتّٰی یَنْظُرَ فِیْ کِتَابِ تَفْسِیْرِ ابْنِ جَرِیْرِ الطَّبَرِیِّ لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ کَثِیْرًا ۔	اگر کسی شخص کو تفسیر ابن جریر کو صرف دیکھنے کیلئے چین تک کا سفر کرنا پڑے تو بھی (اسکی عظمت کے پیش نظر) یہ کوئی زیادہ سفر نہ ہوگا۔
(البدایہ والنہایہ ص ۱۴۶/۱۱ تذکرہ الحفاظ ص ۲/۱۲)	

علامہ امام عبدالوہاب السبکی صاحب طبقات الکبرٰی فرماتے ہیں:۔

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِیْرِ بْنِ یَزِیْدَ بْنِ کَثِیْرِ بْنِ غَالِبٍ الْاِمَامُ الْجَلِیْلُ الْمُجْتَهِدُ	محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب جلیل القدر امام مجتہد مطلق ابوجعفر طبری علم و دین

---

[1] اس کی وجہ یہ تھی کہ امام طبری امام احمد بن حنبل کو فقیہ نہیں مانتے تھے صرف محدث مانتے تھے۔ اس لیے حنبلی ان کے سخت مخالف ہوگئے تھے لِاَنَّ الْحَنَابِلَةَ کَانُوْا یَمْنَعُوْنَ اَنْ یَّجْتَمِعَ بِهٖ اَحَدٌ۔ اور لوگوں کو انکے پاس تک جانے سے روکتے تھے اور اسی مخالفت کی بنا پر انہوں نے ان پر شیعیت کا الزام لگایا وَنَسَبُوْهُ اِلَی الرَّفْضِ اور بعض جاہلوں نے ان پر ملحد ہونے کی تہمت لگائی تھی لیکن علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وَحَاشَاهُ مِنْ ذٰلِکَ کُلِّهٖ (البدایہ والنہایہ ص ۱۴۶/۱۱) کہ بلاشبہ ان کی ذات ان سب تہمتوں اور الزاموں سے پاک اور مبرا تھی۔ آگے ان کی شان میں وہ عبارت لکھی جو گزر چکی ہے۔

الْمُطْلَقُ اَبُوجعفر الطَّبَرِی ... اَحدُ ائمۃِ الدُّنیَا عِلماً و دِیناً وَمِنْ تصانِیفِہ کِتَابُ التَّفسِیرِ وکِتَابُ التَّارِیخ الخ (تفسیر ابن جریر ص۱)

کے لحاظ سے دنیا کے اماموں میں سے ایک امام۔ ان کی تصانیف میں سے کتاب التفسیر اور کتاب التاریخ ہے (آگے ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے)

علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں :۔

اَبُوجعفرِ مُحَمَّدُ بْنِ جَرِیرِ الطَّبَرِیِ صَاحبُ التَّفسِیرِ الکَبِیرِ وَالتَّارِیخِ الشَّھِیرِ کَانَ اِمَاماً فِی فنُونٍ کَثِیرَۃٍ مِنْھَا التَّفسِیر وَالحدِیثُ وَالفِقہُ وَالتَّارِیخُ وَغَیرُ ذٰلکَ وَلَہٗ مصنّفاتٌ مَلِیحَۃٌ فِی فُنُونٍ عَدِیدۃٍ تَدُلُّ عَلٰی سَعَۃِ عِلْمِہٖ وَغَزَارَۃِ فَضْلِہٖ وکَانَ مِنَ الاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِینَ الخ (تفسیر ابن جریر ص۳)

محمد بن جریر الطبری صاحب تفسیر کبیر و تاریخ شہیر بہت سے علوم و فنون میں امام تھے ان میں تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ وغیرہ ہے اور بہت سے فنون میں انکی بہت اچھی تصنیفات ہیں جو ان کے علم و فضل کی وسعت و کثرت کی دلیل ہیں۔ وہ ائمہ مجتہدین میں سے تھے۔

علامہ شبلی نعمانی نے حدیث، تاریخ اور سیرت کی تدوین پر مفصّل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصّل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال ثقہ اور وسعتِ علم کے معترف ہیں ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ بعض محدثین (اسلمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے ھٰذَا رَجَمٌ بِالظَّنِّ الکَاذِبِ بل اِبْنُ جَرِیرٍ مِن کِبَارِ اَئِمَّۃِ الْاِسْلَامِ الْمُعْتَمَدِینَ یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر اسلام کے معتمد اماموں میں سے ایک بہت بڑے امام ہیں (سیرت النبی ص۱۹)

عباسی صاحب لکھتے ہیں :۔

(۱۳) ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایتوں میں جو مسلکاً غالی اور ضعیف الحدیث تھے (ص۲۰۲/۸ البدایہ والنہایہ) اور یہی تنہا اس قسم کی (غلط) روایتوں کے راوی ہیں۔ اور بقول علامہ ابن کثیر عِنْدَہٗ مِنْ ھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ وَمَالَیْسَ عِنْدَ غَیْرِہٖ (ص۲۰۲/۸ البدایہ والنہایہ)

یعنی ان ہی کے پاس اس قماش کی روایتیں ہیں جو ان کے سوائے کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔ طبری نے اس قسم کی روایتوں کو ہی نہیں بلکہ اس غالی راوی اور مؤلف کے تمام تر مواد کو اپنی کتاب میں یکجا کر دیا اور اس طرح ان وضعی روایات کو اعتبار کا درجہ حاصل ہوتا گیا۔ (خلافت معاویہ و یزید ص۱۰)

اس عبارت میں عباسی نے ابن کثیر کے حوالے سے ابو مخنف کو غالی اور ضعیف الحدیث اور غلط اور وضعی روایات کا راوی کہا ہے اور طبری نے اسی کے تمام تر مواد کو اپنی کتاب میں یکجا کر دیا ہے۔

اب قارئین حضرات علامہ ابن کثیر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں اور اس مؤلف کی خیانت و بد دیانتی کا اندازہ لگائیں۔ علامہ ابن کثیر نے معرکہ کربلا کی داستانِ غم کی ابتدا کرتے ہوئے سرِورق پر یہ سرخی قائم کی ہے :۔

وَھٰذِہٖ صِفَۃُ مَقْتَلِہٖ مَاخُوْذَۃٌ مِنْ کَلَامِ اَئِمَّۃِ ھٰذَا الشَّانِ لَا کَمَا یَزْعُمُہٗ اَھْلُ التَّشَیُّعِ مِنَ الْکِذْبِ۔	اور یہ حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے حالات ہیں جو ان حالات کے جاننے والے ائمہ کے کلام سے اخذ کئے گئے ہیں نہ کہ وہ جو شیعوں کے جھوٹے گمان کے مطابق ہیں
(البدایہ ص۱۷۲/۸)	

اس سُرخی کو قائم کر کے علامہ نے یہ واضح کر دیا کہ میں نے کربلا کے حالات و واقعات معتبر ائمہ کے کلام سے پیش کئے ہیں جو شیعوں کے جھوٹے گمان سے پاک ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں :۔

وَفِي بَعْضِ مَا اَوْرَدْنَاهُ نَظَرٌ وَلَوْلَا	اور جو ہم نے بیان کیا ہے اسکی بعض باتیں
اَنَّ ابْنَ جَرِيْرٍ وَغَيْرَهُ مِنَ الْحُفَاظِ وَالْاَئِمَّةِ	محلِ نظر ہیں اور اگر ابن جریر اور انکے علاوہ
ذَكَرُوْهُ مَا سُقْتُهُ وَاَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ	دوسرے ائمہ اور حفاظ نے ان کو بیان نہ کیا
اِبِي مِخْنَفٍ لُوْطِ بْنِ يَحْيٰى وَقَدْ كَانَ	ہوتا تو ہم بھی نہ کرتے اور وہ روایتیں اکثر
شِيْعِيًّا وَهُوَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ	ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی ہیں اور وہ شیعہ تھا
الْاَئِمَّةِ وَلٰكِنَّهُ اَخْبَارِي حَافِظٌ	ائمہ کے نزدیک وہ حدیث میں ضعیف ہے
عِنْدَهُ مِنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ مَا	لیکن تاریخ کا وہ حافظ ہے۔ تاریخی روایات
لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ وَلِهٰذَا يَتَرَامیٰ	اس کے پاس ایسی ہیں جو اس کے غیر کے
عَلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنَ الْمُصَنِّفِيْنَ	پاس نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین
البدایہ والنہایہ ص۲۰۲ ج۸	اس کی طرف لپکتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے ابو مخنف المتوفی ۱۵۷ھ کے متعلق لکھا کہ وہ شیعہ تھا۔ لیکن عباسی نے لکھا کہ وہ غالی تھا۔ حالانکہ اسلاف کے نزدیک شیعہ اور غالی و رافضی میں فرق ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف میں ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے تھے انکو شیعہ کہتے تھے[1] یعنی شیعہ کا معنی تھا تفضیلی۔ اور جو معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی وغیرہ کرتے تھے ان کو کہتے تھے رافضی۔ آج کل اکثر شیعہ کہلانے والے رافضی ہی ہیں۔ اور ان کو غالی بھی کہا جاتا ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو مخنف حدیث میں ضعیف تھا لیکن تاریخ کا وہ حافظ تھا۔ عباسی نے ازراہِ خیانت ابن کثیر کی آدھی عبارت لکھ دی کہ وہ ضعیف الحدیث تھا اور اور آدھی عبارت کہ تاریخ کا وہ حافظ تھا اس کو کھا گئے۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ تفسیر،

---

[1] بستان المحدثین ص۸

حدیث، فقہ، تاریخ. قرأت، لغت وغیرہ الگ الگ علوم وفنون میں یہ ضروری نہیں کہ کوئی ہر علم وفن میں کامل وحافظ ہو۔ ابن کثیر نے ابو مخنف کو اگر علم حدیث میں ضعیف کہا تو علمِ تاریخ میں حافظ وکامل بھی تو کہا ہے۔ اور چونکہ تاریخ میں وہ حافظ تھا اس لیے ائمۂ مورخین نے اس کی روایات پر اعتماد کیا اور اپنی تواریخ میں اُن کو لکھا۔ لیکن عباسی نے اس کی روایات کو جھوٹی اور وضعی کہا کہ اس قماش کی روایتیں اسی کے پاس تھیں۔

بخاری اور مسلم کے راوی

تقریب التہذیب مطبع فاروقی دھلی

بخاری شریف کے شیعہ اور رافضی راوی، تقریب التہذیب

نمبر شمار	نام راوی	صفحہ
(۱)	اسحٰق بن منصور السلولی تکلّم فیہ للتشیع اسحٰق بن منصور سلولی میں شیعہ ہونے کی وجہ سے کلام کیا ہے	۳۰
(۲)	اسمٰعیل بن ابان الوراق تکلّم فیہ للتشیع اسمٰعیل بن ابان وراق میں شیعہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے کلام کیا ہے۔	۲۳
(۳)	الحارث بن عبداللہ الاعور الھمدانی کذبہ الشعبی فی روایۃ ورمی بالرفض وفی حدیثہٖ ضعف حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی کو شعبی نے ایک روایت میں جھوٹا کہا ہے اور اسکو رافضی کہا جاتا ہے اور اس کی حدیث میں ضعف ہے۔	۴۷
(۴)	اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری یخطئ ورمی بالرفض اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری خطا کرتا تھا اور اس کو رافضی	۳۸

کہا جاتا ہے۔

(۵) الربیع بن انس البکری لہ اوہام رمی بالتشیع ۱۲۱

ربیع بن انس بکری بڑا وہمی تھا اور اسے شیعہ بھی کہا گیا ہے۔

(۶) سعید بن عمرو بن اشوع الھمدانی رمی بالتشیع ۱۴۷

سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۷) سعید بن فیروز ابو البختری فیہ تشیع قلیل ۱۴۸

سعید بن فیروز ابو البختری میں تھوڑا سا شیعہ پن تھا۔

(۸) سعید بن محمد بن سعید الجرمی الکوفی رمی بالتشیع ۱۴۸

سعید بن محمد بن سعید جرمی کوفی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۹) عبد اللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمٰن کوفی فیہ تشیع ۲۱۰

عبد اللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمٰن کوفی میں شیعیت ہے۔

(۱۰) عبد العزیز بن سیاہ کوفی یتشیع ۲۴۱

عبد العزیز بن سیاہ کوفی شیعہ تھا۔

(۱۱) علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی رمی بالتشیع ۲۶۹

علی بن جعد بن عبید جوہری بغدادی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱۲) عوف بن ابی جمیلہ رمی بالقدر و بالتشیع ۲۹۲

عوف بن ابی جمیلہ کو قدریہ و شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱۳) فطر بن خلیفہ المخزومی رمی بالتشیع ۳۰۲

فطر بن خلیفہ مخزومی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱۴) محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی رمی بالتشیع ۳۳۵

محمد بن فضیل بن غزوان کوفی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱۵)	مخوّل بن راشد نسب الی التشیع مخوّل بن راشد کی نسبت شیعوں کی طرف کی گئی ہے۔	۱۵۸
(۱۶)	عباد بن یعقوب رافضی عباد بن یعقوب رافضی تھا	۱۵۴

بخاری شریف کے قدریہ اور ناصبی راوی

تقریب التہذیب طبع فاروقی دھلی

نمبر شمار	نام راوی		صفحہ
(۱)	الحسن بن ذکوان یخطئ ورمی بالقدر	(قدریہ)	۸۷
(۲)	زکریا بن اسحٰق رمی بالقدر	"	۱۲۸
(۳)	سلام بن مسکین رمی بالقدر	"	۱۶۵
(۴)	شبل بن عباد رمی بالقدر	"	۱۶۶
(۵)	صفوان بن سلیم المدنی رمی بالقدر	"	۱۷۷
(۶)	عبداللہ بن ابی لبید المدنی رمی بالقدر	"	۲۱۲
(۷)	عبداللہ بن ابی نجیح رمی بالقدر	"	۲۱۸
(۸)	عطا بن ابی میمونہ رمی بالقدر	"	۲۶۵
(۹)	عمر بن ابی زائدۃ رمی بالقدر	"	۲۷۸
(۱۰)	عوف بن ابی جمیلۃ رمی بالقدر والتشیع	"	۲۹۲
(۱۱)	کہمس بن المنہال رمی بالقدر	"	۳۱۰
(۱۲)	محمد بن الحسن بن ہلال فیہ لین ورمی بالقدر	"	۳۱۷
(۱۳)	محمد بن سوار رمی بالقدر	"	۳۲۲
(۱۴)	ہارون بن موسیٰ الازدی رمی بالقدر	"	۳۷۸

(۱۵) ہشام بن ابی عبداللہ قد رمی بالقدر (قدریہ) ۳۸۰

(۱۶) یحییٰ بن حمزہ رمی بالقدر 〃 ۳۹۰

ناصبی راوی

(۱) حریز بن عثمان رمی بالنصب (ناصبی) ۸۴

(۲) حصین بن نمیر ابو محصن رمی بالنصب 〃 ۹۶

(۳) زیاد بن علاقہ رمی بالنصب 〃 ۱۲۳

(۴) عبداللہ بن سالم الاشعری رمی بالنصب 〃 ۲۰۰

مسلم شریف کے شیعہ اور رافضی اور ناصبی اور قدریہ راوی تقریب التہذیب

نمبر شمار	نام شیعہ راوی	صفحہ
(۱)	اسحٰق بن منصور اسلولی تکلم فیہ التشیع	۳۰
(۲)	اسمعیل بن ابان الورّاق تکلم فیہ للتشیع	۳۳
(۳)	الحارث بن عبداللہ الاعور الہمدانی کذبہ الشعبی فی روایتہ ورمی بالرفض وفی حدیثہ ضعف (رافضی)	۴۷
(۴)	الربیع بن انس البکری لہ اوہام رمی بالتشیع	۱۲۱
(۵)	سعید بن عمرو بن اشوع رمی بالتشیع	۱۴۷
(۶)	سعید بن فیروز فیہ تشیع قلیل	۱۴۸
(۷)	سعید بن محمد بن سعید رمی بالتشیع	۱۴۸
(۸)	عبداللہ بن عیسیٰ بن عبد عبدالرحمٰن فیہ تشیع	۲۱۰
(۹)	عبدالعزیز بن سیاہ یتشیع	۲۴۱
(۱۰)	فطر بن خلیفہ رمی بالتشیع	۳۰۲
(۱۱)	محمد فضیل بن غزوان الضبی رمی بالتشیع	۳۳۵

(۷)	ہارون بن موسیٰ الازدی رمی بالقدر	۳۷۸
(۸)	ہشام بن ابی عبداللہ قدر رمی بالقدر	۳۸۰
(۹)	یحییٰ بن حمزۃ رمی بالقدر	۳۹۰
(۱۰)	محمد بن اسحٰق بن یسار یدلس و رمی بالتشیع والقدر	۲۱۳
(۱۱)	حرب بن میمون الاکبر رمی بالقدر	۸۳
(۱۲)	زیاد بن علاقہ رمی بالنصب (ناصبی)	۱۲۳
(۱۳)	سیف بن سلیمان المخزومی رمی بالقدر	۱۹۵
(۱۴)	عبداللہ بن ابی لبید المدنی رمی بالقدر	۲۱۲
(۱۵)	عبدالرحمٰن بن اسحٰق بن عبداللہ رمی بالقدر	۲۲۶
(۱۶)	عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ رمی بالقدر	۲۲۳

ناصبی راوی

(۱)	احمد بن عبدۃ بن موسیٰ رمی بالنصب	۱۰
(۲)	خالد بن سلمۃ رمی بالارجاء والنصب	۱۰۹
(۳)	عبداللہ بن شقیق العقیلی فیہ نصب	۲۰۲
(۴)	نعیم ابی ہند النعمان بن اُثیم رمی بالنصب	۳۷۵

اب عباسی صاحب اور ان کے ساتھی یزیدی ٹولے سے سوال ہے کہ بخاری و مسلم کے راویوں میں کس قدر شیعہ و رافضی قدریہ و ناصبی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا جو امام غزالی رحمۃ اللہ کے نزدیک مستحقِ لعنت ہیں تو کیا وہ ان کو مستحقِ لعنت سمجھتے ہیں؟ اور کیا لعنتیوں کی روایتیں قابلِ قبول ہیں؟ نیز اگر ابو مخنف لوط بن یحییٰ شیعہ تھا اس لیے اس کی روایتیں قابلِ قبول نہیں تو بخاری و مسلم کے ان شیعہ۔ رافضی۔ قدریہ اور ناصبی راویوں کی روایات کے متعلق کیا خیال ہے؟

سوال نمبر ۸

کیا جہادِ قُسطُنطُنیہ یزید کی قیادت میں ہوا اور کیا وہ از روئے جہادِ قسطنطنیہ جنّتی ہے اور جو اس کو جنّتی نہ مانے وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث جو بُخاری میں ہے، اس کا منکر ہے؟

جواب بخاری شریف کی وہ حدیث جس سے یزید کا جنّتی ہونا ثابت کیا جاتا ہے، یہ ہے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ (بخاری شریف ص۴۱۰)

میری اُمّت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا ان کے لیے مغفرت ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ارشادِ گرامی اُس نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہے جن کے پیشِ نظر قیامت تک کے حالات تھے۔ آپ نے مطلقاً نہیں فرمایا کہ جتنے بھی قیصر کے شہر میں غزوہ کریں گے اُن سب کے لیے بخشش ہے بلکہ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي فرما کر مغفرت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں:۔

وَفِي هٰذِهِ السَّنَةِ وَقِيْلَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ سَيَّرَ مُعَاوِيَةُ جَيْشًا كَثِيْفًا اِلٰى بِلَادِ الرُّوْمِ لِلْغَزَاةِ وَجَعَلَ عَلَيْهِمْ سُفْيَانَ بْنَ عَوْفٍ وَاَمَرَ ابْنَهُ يَزِيْدَ

اور اسی سال ۴۹ھ میں، اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ نے ایک لشکر جرار بلادِ روم کی طرف بھیجا اور اس پر سفیان بن عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان

بِالْغَزَاةِ معهم فَتَثَاقل وَاَعتَل فَاَمسَكَ عَنهُ اَبُوهُ فَاَصَابَ النَّاسَ فِي غَزتهم جُوعٌ وَمَرضٌ شَدِيدٌ فَاَنشَاَ يَزِيدُ يَقُولُ ؎

مَا اِنْ اُبالِي بما لَاقَتْ جُموعهُم بِالْفَرقَدُونَةِ مِنْ حُمّى وَمِن هَومٍ بِدَيرِ مُرَّانٍ عِندِي اُمِّ كُلثُوم اِذَا اتّكَأتُ عَلَى الْاَنمَاطِ مُرتفعًا

اُمّ كلثوم امراته وهي ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاوية شعره فاقسم عليه ليلحقن بسفيان في ارض الروم ليصيبه ما اصاب الناس۔

(ابن اثیر ص۱۸۹ ج۳)

کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو امیر معاویہ اس کے بھیجنے سے رُک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے (خوش ہوکر) یہ اشعار کہے ؎ مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلائیں مقام فرقدونہ میں آپڑیں جبکہ میں دیر مرّان میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے اُمِّ کلثوم کو اپنے پاس لیے بیٹھا ہوں اُمِّ کلثوم بنت عبداللہ ابن عامر یزید کی بیوی تھی، یزید کے یہ اشعار امیر معاویہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا۔ تاکہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔

اس روایت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلادِ روم کی طرف جہاد کے لیے گیا اس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عوف تھے یزید ہرگز نہ تھا

(۲) یہ کہ یزید اس پہلے لشکر میں نہ تھا اور بشارت و مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ لہٰذا یزید ہرگز اس کا مصداق نہ ہوا۔

(۳) یہ کہ یزید کو راہِ خدا میں جہاد کرنے سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا کہ باوجود حضرت

معاویہ کے حکم کے اس نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر جان چھڑائی اور اپنے باپ کے حکم اور جہاد سے رُوگردانی کی۔

(۴) یہ کہ یزید کو مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی اور ان کے دکھ درد اور بھوک پیاس میں مبتلا ہو جانے کا کوئی احساس نہ تھا، بلکہ اس کی بے پروائی کا یہ عالم تھا کہ میری بلا سے کون بھوک پیاس سے مر رہا ہے اور کون تکالیف و مصائب کا شکار ہے۔

(۵) یہ کہ اس کی عیش پرستی کا یہ حال تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے تو دیر مَرّان کے مزیّن و مکلّف فرش و فروش اور اُمِ کلثوم کے ساتھ عیش چاہیئے۔

(۶) یہ کہ وہ دوسرے لشکر کے ساتھ بطور سزا کے بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ حضرت معاویہ نے اس کے اشعار سُن کر قسم کھائی تھی کہ اب اسکو بھی ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔ لہٰذا اس کو مجبورًا بادل نخواستہ قہرِ درویش بر جانِ درویش کے طور پر جانا پڑا اور نہ وہ اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جذبہ جہاد کے ساتھ سرشار ہو کر نہیں گیا تھا۔

(۷) یہ کہ جہاد عبادت ہے اور عبادت میں اخلاص شرط ہے کہ بغیر اخلاص کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور اس روایت سے اظہر من الشمس ہے کہ اس کا اس غزوہ میں شریک ہونا بطور سزا کے تھا۔ اخلاص کے ساتھ نہ تھا۔

امام المحدّثین علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

وَقِيلَ سَيَّرَ مُعَاوِيَةُ جَيْشًا مَعَ سُفْيَانُ بْنِ عَوْفٍ اِلَى الْقُسْطُنْطُنِيَةِ فَاَوْغَلُوا فِى بِلَادِ الرُّوْمِ وَكَانَ فِى ذٰلِكَ الْجَيْشِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَاَبُو اَيُّوبَ	اور کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک لشکر جس کے امیر سفیان بن عوف تھے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کیلئے بھیجا وہ لشکر روم کے شہروں میں فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس لشکر میں ابنِ عباس، ابنِ عمر، ابن زبیر اور

الانصاری وتوفی ابو ایوب فی مدۃ
الحصار قلت الاظہر ان ہؤلاء
السادات من الصحابۃ کانوا مع سفیان
ہذا ولم یکونوا مع یزید بن معاویۃ
لانہ لم یکن من ان یکون ہؤلاء السادات
فی خدمتہ وقال المہلب فی
ہذ الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ
اول من غزا البحر ومنقبۃ لولدہ
یزید لانہ اول من غزا مدینۃ
قیصر انتہی قلت ای منقبۃ
کانت لیزید وحالہ مشہور
فان قلت قال صلی اللہ تعالے
علیہ وسلم فی حق ہذا الجیش
مغفور لہم قلت لا یلزم من
دخولہ فی ذالک العموم
ان لا یخرج بدلیل خاص
اذ لا یختلف اہل العلم ان
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
مغفور لہم مشروط بان
یکونوا من اہل المغفرۃ حتی
لو ارتد واحد ممن غزاہا

ابو ایوب انصاری تھے اور ابو ایوب اسی زمانۂ
حصار میں وہیں فوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں حق
کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ
سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے یزید
کی قیادت میں نہ تھے کیونکہ یزید اسکا اہل نہ تھا
کہ یہ بڑے بڑے حضرات اسکی خدمت میں
زیر ماتحت کی حیثیت سے رہیں۔ اور مہلب نے
کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ کی منقبت
ثابت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے
دریائی جنگ کی اور ان کے بیٹے یزید کی بھی
منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس نے سب سے
پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی تھی۔ میں
کہتا ہوں وہ کون سی منقبت ہے جو یزید کیلئے
ثابت ہو گئی جبکہ اس کا حال خوب مشہور ہے
اگر تم یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
لشکر کے حق میں مغفور لہم فرمایا ہے!
تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے
داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی
دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو
سکے۔ کیونکہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف
ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول

بَعْدَ ذَالِكَ لَمْ يُدْخَلْ فِي ذَالِكَ الْعَمُومِ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ مَغْفُوْرٌ لِمَنْ وُجِدَ شَرْطُ الْمَغْفِرَةِ فِيْهِ مِنْهُمْ

عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۶۴۹/۶

مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ میں وہی داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہوجاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس یہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جس کے واسطے مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت ہے۔

علامہ امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:۔

وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْمُهَلَّبُ عَلٰى ثُبُوْتِ خِلَافَةِ يَزِيْدَ وَاَنَّهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ لِدَخُوْلِهِ فِي عُمُوْمِ قَوْلِهِ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ وَاُجِيْبَ بِاَنَّ هٰذَا جَاءَ عَلٰى طَرِيْقِ الْحَمِيَّةِ لِبَنِيْ اُمَيَّةَ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ دَخُوْلِهِ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اَنْ لَّا يَخْرُجَ بِدَلِيْلٍ خَاصٍ اِذْ لَا خِلَافَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ مَشْرُوْطٌ بِكَوْنِهِمْ مِنْ اَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتّٰى لَوِ ارْتَدَّ وَاحِدٌ مِمَّنْ غَزَاهَا بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ

اس حدیث سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے کہ وہ حدیث کے اس جملہ "مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ" کے عموم میں داخل ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بات محض بنی اُمیہ کی حمایت میں کہی گئی ہے اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔ یہ بات ابن منیر نے کہی

اِتفاقًا قالہ ابنُ المنیر وَقد اَطلَق بَعضُهم فِیما نَقلہُ المَولیٰ سَعدَ الدّین اللّعن علیٰ یَزِید الخ

(ارشاد الساری شرح بخاری ص۱۰۱ ج۵)

ہے۔ اور بیشک بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے نقل فرمایا ہے (آگے شرح عقائد کی عبارت نقل کی جو اسی کتاب کے ص۲۴۶ پر مذکور ہے)

قریب ایسا ہی علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ الشیخ علی ابن الشیخ احمد رحمہم اللہ تعالےٰ نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو، فتح الباری شرح بخاری ص۹۵ پ اور سراج منیر شرح جامع صغیر ص۹ ج۲

ثابت ہوا کہ یزید ہرگز اِس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔ حدیثِ قسطنطنیہ کی تاویل میں چونکہ تاریخی طور پر اتنے احتمال ہیں اس لیے اس سے مخالفین کا استدلال صحیح نہیں ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال غور فرمایئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہ الَّا اللہ فقَد دَخَل الجَنّۃ (الحدیث) کہ جس نے کلمہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ پڑھا وہ جنّتی ہو گیا چنانچہ ایک شخص کلمہ شریف پڑھ کر بفرمانِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم جنّتی ہو جاتا ہے اور اس کلمہ کا صرف زبانی قائل رہتا ہے تو کیا وہ جنّتی ہی رہے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ زکوٰۃ جہاد اور ختم نبوّت کے انکار اور بدعقیدہ ہو جانے کی وجہ سے وہ دلیلِ خاص سے اِس عموم سے خارج ہو جائے گا۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ صرف زبانی کلمۂ توحید پڑھنے سے آدمی جنّتی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا ثبوت دوسری آیات و احادیث میں صراحتہً ہے۔ مومن رہنے کے لیے ضروری ہے کہ

علاوہ ازیں مستند اور معتبر حوالوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیصر کے شہر میں سب سے پہلے جس لشکر اسلام نے جہاد کیا وہ لشکر خلیفۂ اوّل امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھیجا گیا اس طرح اَوّلُ جَیْشٍ کا مصداق وہی لشکر قرار پاتا ہے اور اکابر کی تحقیق کے مطابق ایسا ہی ہے تاہم ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہ نے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر قسطنطنیہ کی طرف بھیجا اس میں بھی یزید نہیں

یہ کلمہ صدق قلب اور اخلاص سے پڑھے اور اس کا ہر طرح پابند رہے ورنہ منافقین
جن کو اللہ تعالیٰ یقیناً جھوٹے اور ان کا جہنم کے درکِ اسفل میں ہونا بیان فرماتا ہے،
ان کا بھی جنتی ہونا لازم آتا ہے اسی طرح ایمان کے لیے کچھ ایسی باتیں ہیں جن کو ضروریاتِ
دین کہا جاتا ہے اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک امرِ ضروری کا انکار کرے تو وہ
دین سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ بشارت اس کو شامل نہیں ہے۔ اسی طرح یزیدِ
پلید، جہادِ قسطنطنیہ کے بعد کے اپنے کردارِ بد کی وجہ سے ہر شرف اور سعادت سے
محروم ہو گیا۔ علیہ ما یستحقہ۔

تھا اس لیے ہرگز ہرگز یزید پلید اس بشارتِ نبوی کا اہل اور مستحق ہی نہیں جو قیصر کے شہر کی طرف جانے
والے پہلے لشکرِ اسلام کے لیے بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ اس کے باوجود جن لوگوں کا اصرار ہے
کہ یزید پلید جہادِ قسطنطنیہ میں شریک ہو کر بشارتِ نبوی کا مستحق ہو گیا تو ان کے لیے یہی جواب کافی ہے
کہ یزید اس جنگ کے بعد اپنے بدترین کردار کے سبب سے اس بشارت سے قطعاً خارج ہو گیا
واضح رہے کہ یزید کو فرمانِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جنتی ثابت کرنے والے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے
بارے میں متعدد ارشاداتِ نبوی بھول جاتے ہیں جن میں حسنین کی ناراضی کو خدا و رسول کی ناراضی فرمایا گیا ہے۔
چناں چہ سوال نمبر ۹ کے جواب کے تحت آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ حیرت ہے یہ لوگ خدا و رسول کو ناراض کرنے والے
یزید کو جنتی ٹھہرا کر ان تمام ارشادات کی تکذیب کے مرتکب ہونا قبول کر لیتے ہیں اور قہرِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔ یہاں یہ
بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ فی زمانہ جو لوگ یزید کے جنتی ہونے کے شد و مد سے قائل ہیں ان کے بڑوں نے خود
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انجام کے بارے میں اپنی کتابوں میں جو بکواس کی ہے وہ اہلِ ایمان سے مخفی نہیں۔ ان کا وتیرہ ہے
کہ جب ان کے کسی بڑے پر زد پڑتی ہے تو اپنے عقیدے اور اقوال بھول جاتے ہیں۔ گویا خود ہی اپنے غلط اور نادرست ہونے
کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ ؎

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے

کوکب نورانی را احمد شفیع

اعتراض

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضرت امّ سلمہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور یہی صحیح تر ہے اور واقعہ کربلا ۱۰ محرم ۶۱ھ میں ہوا۔ ثابت ہوا کہ حضرت امّ سلمہ کے متعلق روایات کہ انہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا اور جنّوں کے نوحے وغیرہ سنے غلط ہے کیوں کہ وہ اس وقت زندہ ہی نہ تھیں۔

جواب

اشعۃ اللمعات میں یہ بھی تو ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی ہے اور صاحب اشعۃ اللمعات حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری مشہور تصنیف مدارج النبوّت میں اسی دوسرے قول کی تائید فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :۔

ولیکن موید قول ثانی ست کہ روایت کردہ است ترمذی از سلمی امرءۃ انصاریہ گفت درآمدم برام سلمہ دیدم او را میگرید گفتم چہ چیز در گریہ آورد ترا یا ام سلمہ گفت دیدم الآن رسول خدا را در منام و بر سر و لحیہ شریف وے خاک ست و میگرید گفتم چہ شدہ است ترا یا رسول اللہ گفت حاضر شدم قتل حسین را کہ واقع شدہ است وظاہر ایں حدیث آنست کہ وی در قتل امام حسین زندہ بود و نیز گویند کہ چوں خبر قتل حسین بوی رسید لعنت کرد اہل عراق را کہ کشتند او را (مدارج النبوّت صـ۴۷۶ج۲)

ولیکن دوسرے قول کی تائید ترمذی شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت

سلمیٰ انصاریہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت امّ سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا؟ فرمایا میں نے ابھی رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر مبارک و داڑھی شریف پر خاک پڑی ہوئی ہے اور آپ رو رہے ہیں یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا میں حسینؑ کے (مقامِ) قتل پر گیا تھا جو واقع ہو چکا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امّ سلمہؓ امام حسینؑ کے قتل کے وقت زندہ تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ان کو حضرت حسین کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے ان عراقیوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے حضرت حسینؑ کو قتل کیا تھا۔

الحمد للہ! خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک بھی صحیح یہی ہے کہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت زندہ تھیں۔

۵۹ھ میں وفات ہوئی یہ واقدی کا قول ہے جو صحیح نہیں صحیح یہ ہے کہ حضرت امّ المؤمنین کی وفات ۶۱ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے چنانچہ علامہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں :۔

قال الواقدی توفیت سنۃ تسع وخمسین وصلی علیها ابو هریرۃ وقال ابن ابی خیثمۃ توفیت فی ایام یزید بن معاویۃ۔ قلت والاحادیث المتقدمۃ فی مقتل الحسین تدل علی انها عاشت الی ما بعد مقتله۔ واللہ اعلم ورضی اللہ عنها (البدایہ والنہایہ ص ۲۱۵/۸)

واقدی نے کہا ہے کہ حضرت امّ سلمہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور ابو ہریرہ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی اور ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کی حکومت کے ایام میں ان کی وفات ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ وہ احادیث جو ذکرِ شہادتِ حسینؑ میں بیان ہوئی ہیں وہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت حسین کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں

واللہ اعلم ورضی اللہ عنہا۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

مات فی ایام یزید من الاعلام سوی الذین قتلوا مع الحسین و فی وقعۃ الحرۃ

ام سلمۃ ام المومنین (تاریخ الخلفاء ص۸۹)

یزید کے ایامِ حکومت میں جن ناموروں نے وفات پائی علاوہ ان کے جو حضرت حسین کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت امّ المومنین ام سلمہ نے وفات پائی واقعہ حرّہ میں (آگے ان ناموروں کے نام لکھے ہیں) اور واقعہ حرّہ ۶۳ھ میں ہوا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:۔

اس اختلافِ روایت کی حالت میں سنہ وفات کی تعیین مشکل ہے تاہم یہ یقینی ہے کہ واقعہ حرّہ تک زندہ تھیں مسلم میں ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان امّ سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس لشکر کا حال پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکرِ شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرّہ پیش آیا تھا۔ واقعہ حرّہ ۶۳ھ میں پیش آیا ہے اس لیے اس سے پہلے ان کی وفات کی تمام روایتیں صحیح نہیں

(سیرۃ النبی ص۲۱۴)

چنانچہ صحیح مسلم شریف کی وہ روایت یہ ہے حضرت عبیداللہ بن قبطیہ فرماتے ہیں:۔

دخل الحارث بن ابی ربیعۃ وعبد اللہ بن صفوان و انا معہما علی ام سلمۃ ام المومنین فسألاھا عن الجیش الذی یخسف بہ وکان ذالک فی ایام ابن الزبیر (بقدر الضرورۃ) مسلم شریف ص۳۸۸ ج۲

کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان اور میں بھی ان کے ساتھ تھا امّ المومنین امّ سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (حارث اور صفوان) دونوں نے امّ المومنین

سے اس لشکر کے متعلق پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا۔ اور یہ سوال عبداللہ بن زبیر کے ایامِ (خلافت) میں اس وقت کیا گیا (جبکہ لوگ یزید سے منحرف ہو کر ابنِ زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور یزید نے ایک لشکر ان کی تباہی کے لیے مدینہ منورہ بھیجا تھا۔)

فضائلِ و مناقبؑ

جواب سوال نمبر ۹

جگر گوشۂ رسولِ مقبول، نورِ دیدۂ زہرا بتولؑ راحت جانِ علی مرتضیٰ، سُرورِ قلبِ حسن مجتبیٰ، سردارِ جوانانِ اہلِ جنت، زبدۂ اہلِ بیتِ نبوت، سید السادات، قبلۂ اہلِ حاجات، رئیس المجاہدین، امام المسلمین، پیشوائے عارفاں، امامِ عاشقاں، شہیدِ دشتِ کربلا، سیدنا و مولانا امامنا حضرت حسین صلوات اللہ و سلامہ علیٰ جدہٖ وابیہ و اُمّہٖ واخیہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب، محاسن و محامد بے شمار ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ فضائل و کمالات اور برکات و حسنات کا مخزن و معدن انہی کا گھرانہ ہے۔ جس کسی کو بھی کوئی نعمت ملی ان ہی کا صدقہ اور ان کی بدولت ہے ؎

لَاوَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

خصوصاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حُسَیْنٌ مِنِّی وَ اَنَا مِنْ حُسَیْن کے مطابق آپ کے لختِ جگر بھی ہیں اور آپ کے کمالات و محاسن کے مظہر بھی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (احزاب)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے (نبی کے) گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دُور رکھے اور تمہیں خوب پاک کر کے صاف ستھرا رکھے۔

یہ آیت منبعِ فضائلِ اہلِ بیتِ نبوّت ہے۔ اس کی ابتدا میں اِنَّمَا ہے جو حصر کے لیے آتا ہے۔ اور اپنے ارادہ سے جو قدیم ہے چاہا ہے کہ ان کو ہر آلودگی سے پاک رکھے اور ختمِ آیت پر تَطۡهِيرًا مبالغہ کے لیے فرمایا تاکہ طہارت کامل حاصل ہو اور مجاز کا شک رفع ہو جائے۔ پھر تطہیراً کی تنوین تعظیم و تکثیر کے لیے ہے۔ یعنی ثابت ہو جائے کہ معمولی طہارت نہیں ہے بلکہ سب سے عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیت نبوّت کو ہر قسم کی اعتقادی، عملی، اخلاقی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزّہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیۂ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ درجہ اور مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں۔ اس طہارتِ کاملہ کے حصول کے بعد وہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی طرح معصوم تو نہیں، ہاں محفوظ ضرور ہو گئے۔ اور احادیثِ صحیحہ اور تفاسیرِ معتبرہ کی رُو سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یقیناً اہلِ بیتِ نبوّت میں داخل اور اس آیت کا مصداق ہیں۔

لٰہذا اس آیتِ قرآنی پر ایمان رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا قلبِ مبارک حُبِّ جاہ و مال اور ہوسِ اقتدار اور تمام رذائلِ دنیا سے پاک اور مبرّا تھا۔ کیونکہ قلبی صفائی و تطہیر کا یہ ادنیٰ درجہ ہے ؎

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

(۲) فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (القرآن)	(میرے حبیب ان نجران کے پادریوں سے) کہہ دیجئے کہ ہم اور تم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو اور اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنی اپنی جانوں کو پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

یہ آیت کریمہ آیہ مباہلہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورِ نظر سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نصاریٰ نجران کے مقابلہ میں مباہلہ کے لیے تشریف لائے اس وقت بھی آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ (کذا فی مسلم) اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں چنانچہ نصاریٰ کے لاٹ پادری نے جب ان نورانی چہروں کو دیکھا تو پکار اٹھا اے ساتھیو!

اِنِّی لَاَرٰی وُجُوْھًا لَوْسَاَلُوا اللّٰہَ اَنْ یُّزِیْلَ جَبَلًا لَاَزَالَہٗ مِنْ مَکَانِہٖ فَلَا تَبْتَھِلُوْ فَتَھْلِکُوْا وَلَا یَبْقٰی عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ نَصْرَانِیٌّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔	بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ انکی دعا سے پہاڑوں کو انکی جگہ سے ہٹا دے گا پس ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔
تفسیر کبیر صفحہ ۴۸۸/۲	
تفسیر خازن و مدارک صفحہ ۲۴۲/۱	

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بمصداق اَبْنَاءَ نَا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں اور حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن و حسین دونوں کو لیے ہوئے فرما رہے تھے:۔

ھٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِیَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا (ترمذی شریف)	یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! میں انکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی انکو محبوب رکھ اور اسکو بھی محبوب رکھ جو انکو محبوب رکھے۔

جب قرآن و حدیث سے آپ کا ابنِ رسول اور جزوِ رسول ہونا ثابت ہے تو جزوِ رسول کو جو خلقی اور فطری مناسبت ذاتِ رسول اور اخلاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو سکتی ہے وہ بدرجۂ اتم آپ کو حاصل تھی۔

(۳) قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (شوریٰ)

فرما دیجئے اے لوگو! میں تم سے اس (ہدایت و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت وغیرہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اَنْ تَحْفَظُوْنِيْ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ وَتَوَدُّوْهُمْ بِيْ

(در منثور صہ)

لوگو میں تم سے اس (ہدایت و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجر نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے اور یہ کہ تم میری حفاظت کرو میرے اہل بیت کے معاملے میں اور میری وجہ سے ان سے محبت کرو۔

انہی سے روایت ہے کہ جب یہ آیت قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ قَالَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ وَلَدَاهُمَا فرمایا، علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہم) (احیاء المیت بفضائل اہل البیت للسیوطی صہ ا زرقانی علی المواہب صہ، صواعق محرقہ صہ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَلَا وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ اِبْرَاهِيْمَ اَلْاٰيَةَ ثُمَّ قَالَ اَنَا ابْنُ الْبَشِيْرِ اَنَا ابْنُ النَّذِيْرِ ثُمَّ قَالَ وَاَنَا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِيْنَ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَوَدَّتَهُمْ وَمُوَالَاتَهُمْ فَقَالَ فِيْمَا اَنْزَلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ

جو مجھے پہچانتا ہے تو وہ مجھے پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن ہوں فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آیت تلاوت فرمائی وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ اِبْرَاهِيْمَ آخر تک پھر فرمایا میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں اور میں اہل بیت نبوت سے ہوں جن کی محبت و دوستی اللہ عزوجل نے تم پر فرض فرمائی ہے اور اس بارے میں اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ

عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

الصواعق المحرقہ ص۱۶۸) المستدرک ص۱۷۲

وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ،

حضرت ابو دیلم فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اسیری کی حالت میں دمشق لاکر ایک جگہ کھڑا کیا گیا تو ایک شامی ظالم نے آپ سے کہا ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَتَلَکُمْ وَ اسْتَاْصَلَکُمْ وَ قَطَعَ قَرْنَ الْفِتْنَۃِ فَقَالَ لَہٗ مَا قَرَأْتَ قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی قَالَ وَ اَنْتُمْ ھُمْ ؟ قَالَ نَعَمْ

الصواعق المحرقہ ص۱۶۸ درمنثور ص۷

خدا کا شکر ہے جس نے تمہارا خاتمہ کیا اور تمہاری جڑوں کو کاٹا اور فتنہ گروں کو مٹایا (معاذ اللہ) آپ نے اس سے فرمایا کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ؟ اس نے کہا کیا وہ تم ہو؟ فرمایا ہاں !

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ الا المودۃ فی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتی ہیں (ابن کثیر، شوریٰ ۲۳) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی سے مراد اہل بیت نبوت ہیں یہ سن کر ابن عباس نے فرمایا کہ تم نے عجلت سے کام لیا ہے سنو قریش میں کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ مجھ میں اور تم میں قرابت ہے اس کا لحاظ رکھو اور ظلم و اذیت سے باز رہو۔ دونوں جلیل القدر حضرات کے اقوال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں عموم و خصوص میں فرق ہے ۔ ابن عباس نے عموم مراد لیا ہے اور ابن جبیر نے خصوص۔ یعنی ابن عباس نے فِی الْقُرْبٰی سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جو قرابت تھی اس کو لیا کہ اس کا حق پہچانو اور مجھ سے محبت کرو نہ کہ عداوت ۔ اور ابن جبیر نے فِی الْقُرْبٰی سے قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لی ہے۔

تو مطلب یہ ہوا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو۔ اور میرے اور میری اولاد کے درمیان جو قرابت ہے اس کی

وجہ سے میری اولاد سے محبت رکھو، یہ بھی میری ہی محبت ہے۔ چنانچہ حضرت ابنِ جبیر اس آیت کی تفسیر دونوں طرح فرماتے ہیں۔ اور بعض مفسرین نے یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھو اور حقِ قرابت کو پہچانو۔ یہ تفسیر بھی عموم پر محمول ہے۔ جب حقِ قرابت محبت کو مقتضی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ محبت کی مستحق ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ	کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ
اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ نَفۡسِہٖ وَتَکُوۡنُ	میں اس کے نزدیک اسکی جان سے زیادہ محبوب
عِتۡرَتِیۡ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ عِتۡرَتِہٖ	نہ ہو جاؤں اور میری اولاد اس کے نزدیک
وَاَھۡلِیۡ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ اَھۡلِہٖ	اسکی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو اور میرے
وَذَاتِیۡ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ ذَاتِہٖ ۔	اہل اس کے نزدیک اس کے اہل سے زیادہ
ابن حبان۔ بیہقی فی شعب الایمان	محبوب نہ ہوں اور میری ذات اس کے
رشفۃ الصادی ص۲۶ نور الابصار ص۱۲۶	نزدیک اسکی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ وسلم نے فرمایا:۔

اَدِّبُوۡا اَوۡلَادَکُمۡ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ	اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ، اپنے نبی کی
حُبِّ نَبِیِّکُمۡ وَحُبِّ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَقِرَاءَۃِ	محبت اور اپنے نبی کے اہلِ بیت کی محبت اور
الۡقُرۡاٰنِ (سراج منیر شرح جامع صغیر ص۲۱)	قرآن کی قرأت۔

(۴) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی	بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے رہتے
النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ	ہیں اس غیب بتانے والے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم)
وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ۞ (القرآن الاحزاب)	پر۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو،

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ!

قَدۡ عَرَفۡنَا کَیۡفَ نُسَلِّمُ عَلَیۡکَ فَکَیۡفَ	بیشک یہ تو ہم نے جان لیا کہ ہم (التحیات میں)

نُصَلِّی عَلَیْکَ ؟ فَقَالَ قُولُوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(مسلم شریف ص۱۷۵، مشکوٰۃ شریف ص۸۶)

آپ پر سلام کس طرح پڑھیں۔ اب آپ فرمائیے کہ ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو فرمایا تم کہو اے اللہ! درود بھیج (حضرت) محمد اور آپکی آل پر جیسا کہ درود بھیجا تو نے (حضرت) ابراہیم اور انکی آل پر۔ بیشک تو حمید و مجید ہے۔

ایک روایت میں فرمایا یوں کہو:۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (مسلم شریف ص۱۷۵، مشکوٰۃ ص۸۶)

اے اللہ! درود بھیج (حضرت) محمد اور آپ کی ازواج اور آپکی اولاد پر جیسا کہ تونے درود بھیجا آلِ ابراہیم پر۔ بیشک تو حمید و مجید ہے۔

غور فرمایئے! صحابہ کرام نے اپنے سوال میں یہ نہیں دریافت کیا کہ آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کیسے درود بھیجیں؟ بلکہ صرف آپ پر درود بھیجنے کی کیفیت پوچھی۔ مگر آپ نے اپنی تبعیت میں اپنے اہلِ بیت کو بھی اپنے ساتھ ملایا بلکہ جس درود میں آپ کے ساتھ آپ کے اہلِ بیت کو نہ ملایا جائے اسے ناقص قرار دیا۔ کامل درود وہ ہے جس میں آپ کے ساتھ آپ کے اہلِ بیت کا نام بھی شامل ہو۔ چنانچہ فرمایا:۔

لَا تُصَلُّوْا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ الْبَتْرَاءَ فَقَالُوْا وَمَا الصَّلٰوۃُ الْبَتْرَاءُ قَالَ تَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَتُمْسِکُوْنَ بَلْ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(صواعق محرقہ ص۱۴۴)

مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو! عرض کیا گیا، ناقص درود کون سا ہے؟ فرمایا تم کہتے ہو اللھم صلّ علیٰ محمد اور یہیں رُک جاتے ہو بلکہ یوں کہا کرو اللھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد۔ یعنی آل کا نام لیے بغیر پڑھنا ناقص اور آل کے نام کے ساتھ پڑھنا کامل درود شریف ہے۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے کہ :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یُصَلِّ فِیْھَا عَلَیَّ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِیْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ دار قطنی ص ۳۵۵ رشفۃ الصادی ص ۳۰

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو نماز پڑھے اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھے ، اسکی نماز قبول نہ ہوگی ۔

چنانچہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تشہّد میں آپ اور آپ کے اہلِ بیت پر درود پڑھنا واجب ہے ۔ اس سلسلے میں اُن کے یہ اشعار مشہور و معروف ہیں :-

یَا اَھْلَ بَیْتِ رسولِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْآنِ اَنْزَلَہٗ

یَکْفِیْکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ

اے اہلِ بیتِ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبّت کو فرض قرار دیا ہے ، اس قرآن میں جس کو اس نے نازل کیا ہے ۔ تمہاری عظمت و شان کے لیئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اسکی نماز ہی قبول نہیں ۔

بہر صورت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا صلوٰۃ و سلام میں اپنے اہلِ بیتِ اطہار کو اپنے ساتھ ملانا اُن کی عظمت و شان کی بہت بڑی دلیل ہے ۔

(۵) سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ القرآن سلام ہو الیاسین پر ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

سَلَامٌ عَلٰٓی اِلْیَاسِیْنَ نَحْنُ اٰلُ مُحَمَّدٍ اَلْیَاسِیْنَ (درمنثور)

کہ سلام ہو اِلْیَاسین پر ، وہ الیاسین ہم آلِ محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ہیں ۔

ف :- بعض نے سَلَامٌ عَلٰٓی اٰلِ یٰسٓ بھی پڑھا ہے ۔ لہٰذا مطلب صاف ہے کیونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک اسمِ مبارک یٰسین ہے ۔ چنانچہ علامہ ابن حجر الشافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فَقَدْ نَقَلَ جَمَاعَۃٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ مفسّرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن

عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْہُ اَنَّ المراد بِذٰلِكَ سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آلِ یٰسین سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔

حضرت سید ابوبکر بن شہاب الدین الحسینی الشافعی الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَ نقلہ النقّاش عَنِ الکَلْبِی فَقَالَ سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمَّاہُ اللهُ تَعَالٰی یٰسین مِثْلَ یَعْقُوبَ وَ اِسْرَائِیْلَ۔ (رشفۃ الصادی صـ۲۴)

نقّاش نے کلبی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْن سے مراد آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یٰسین رکھا ہے جیسے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل بھی ہے۔ (علیہ السّلام)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (قرآن)

اور سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور متفرق نہ ہو۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

نَحْنُ حَبْلُ اللهِ الَّذِی قَالَ اللهُ فِیْہِ (الصواعق المحرقہ صـ۱۴۹)

وہ اللہ کی رسّی ہم اہلِ بیت ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

وَلَمَّا رَاَیْتُ النَّاسَ قَدْ ذَھَبَتْ بِھِمْ ۔۔۔ مَذَاھِبُھُمْ فِی اَبْحُرِ الغَیِّ وَالْجَھْلِ

رَکِبْتُ عَلٰی اسْمِ اللهِ فِی سُفُنِ النَّجَا ۔۔۔ وَھُمْ اَھْلُ الْبَیْتِ الْمُصْطَفٰی خَاتَمِ الرُّسُلِ

وَاَمْسَکْتُ حَبْلَ اللهِ وَھُوَ وِلَاءُھُمْ ۔۔۔ کَمَا قَدْ اُمِرْنَا بِالتَّمَسُّكِ بِالْحَبْلِ

(رشفۃ الصادی صـ۲۵)

اور جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بیشک وہ ان لوگوں کی روش پر چل رہے ہیں جو ہلاکت اور جہالت کے سمندروں میں غرق ہیں۔

تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینوں میں سوار ہو گیا اور وہ نجات کے سفینے

خاتم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اہلِ بیت ہیں۔

اور میں نے اللہ کی رسّی کو تھام لیا اور وہ اُن کی محبت ہے جیسا کہ ہمیں اس رسّی کو مضبوطی سے تھامنے کا (قرآن میں) حکم دیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو ناقہ قصوار پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا تو میں نے سُنا آپ فرما رہے تھے :۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابُ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي ۔

ترمذی باب المناقب

اے لوگو! بیشک میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے وہ کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہلِ بیت ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ:۔

أَنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَمْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا

ترمذی۔ مشکوۃ ص ۵۶۹

بیشک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اسکو مضبوطی سے تھامو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ پہلا دوسرے سے بڑا ہے کتاب اللہ، ایک لمبی رسّی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور میری عترت میرے اہلِ بیت۔ اور یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حوض پر میرے پاس آئیں گے۔ پس دیکھو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیسے متمسک ہوتے ہیں۔

وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ، (القرآن)

اور جو نیکی کمائے گا ہم اس کیلیے اس میں اور حُسن وخوبی بڑھا دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً قَالَ الْمَوَدَّةَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"اور جو نیکی کمائے گا" یعنی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا۔

صواعق محرقہ ص ۱۶۸ رشفۃ الصادی ص ۲۳ المستدرک ص ۱۷۲/۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ (تمہارا رب ہے اور) تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِیْ لِحُبِّیْ ترمذی و مشکوۃ ص ۵۷۳

اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے،

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:۔

مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ترمذی شریف باب المناقب

جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسن و حسین) اور انکے باپ (علی) اور انکی ماں (فاطمہ) کو محبوب رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

یہ وہ بشارت ہے جو دنیا و مافیہا سے اعظم و انفع ہے۔ اللّٰھُمَّ وفقنا لھذہ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ (ابن ماجہ ص ۱۴، المستدرک حاکم ص ۱۶۶/۳، البدایہ والنہایہ ص ۲۵/۸)

جس نے حسن و حسین کو محبوب رکھا اس نے درحقیقت مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، حسن و حسین دونوں میرے بیٹے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّهُمَا اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ اَحَبَّهُ

جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھکو محبوب رکھا اور

اللهُ وَ مَنْ اَحَبَّهُ اللهُ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمَا اَبْغَضَنِیْ وَ مَنْ اَبْغَضَنِیْ اَبْغَضَہُ اللهُ وَ مَنْ اَبْغَضَہُ اللهُ اَدْخَلَہُ النَّارَ ،	جس نے مجھکو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ نے اسکو جنّت میں داخل کیا۔ اور جس نے ان دو نوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اسکو دوزخ میں داخل کیا۔
المستدرک حاکم صفحہ ۱۶۶/۳	

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَبْغُضُنَا اَھْلَ الْبَیْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَدْخَلَہُ النَّارَ (المستدرک صفحہ ۱۵۰/۳	قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہمارے اہل بیت سے بغض رکھا اللہ نے اسکو جہنم میں داخل کیا۔
زرقانی علی المواہب صفحہ ۲/۷ ، الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۷۲	

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں آئے کہ ایک کندھے پر حسن اور ایک کندھے پر حسین تھے۔ آپ کبھی حسن کو چومتے اور کبھی حسین کو۔ ایک شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم۔

اِنَّکَ لَتُحِبُّهُمَا ؟ فَقَالَ مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ	آپ ان دونوں کو بہت محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا بیشک اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔
البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۵/۸	

ع سوارِ دوشِ رسولِ خدا سلامٌ علیک

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ حَسَنًا وَ حُسَیْنًا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ	کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حسن اور حسین کو دیکھا تو کہا اے اللہ! میں ان دونوں کو۔

اِنّی اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا (ترمذی شریف باب المناقب) محبوب رکھتا ہوں سو تو بھی انکو محبوب رکھ۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت حسن وحسین آپکی پشت مبارک پر کھیل رہے تھے،

فَقُلْتُ یَارَسُولَ اللّٰہِ اَتُحِبُّھُمَا ؟ فَقَالَ وَمَا لِیَ لَا اُحِبُّھُمَا وَ اِنَّھُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا کنز العمال ص۱۱۱

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ان دونوں سے بہت محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا کیوں نہ محبت رکھوں جبکہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔

اہلِ عراق نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالتِ احرام میں مکھی یا مچھر مارنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا:۔

اَھلُ العراقِ یَسْاَلُونَ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا ۔بخاری شریف ص۵۳۰

ان اہلِ عراق کو دیکھو مجھ سے مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے فرزندِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کیا ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ (حسن و حسین) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت زید بن ابی زیاد فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے اور حضرت حسین کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا۔ بیٹی! اسکو رونے نہ دیا کرو اَلَمْ تَعْلَمِی اَنَّ بُکَاءَہٗ یُؤْذِیْنِیْ، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (تشریف البشر ص۲۵، نور الابصار ص۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

رَاَیْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْتَصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمْتَصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَ نور الابصار ص۱۳۹

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حسین کے منہ کے لعاب کو اس طرح چوستے تھے جس طرح کہ آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ اس حالت میں نکلے کہ آپکے پاس کوئی چیز کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی، میں نے عرض کیا، یہ کیا ہے؟

فَكَشَفَهٗ فَاِذَا هُوَ حَسَنٌ وَّحُسَيْنٌ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ اَبْنَاءِیَ وَ اَبْنَا اِبْنَتِیَ اَللّٰهُمَّ انِّی اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا

کنز العمال ص ۱۱

پس آپ نے کپڑا اٹھایا تو وہ حسن وحسین تھے، فرمایا یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں انکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی انکو محبوب رکھ اور جو ان کو محبوب رکھے اسکو بھی محبوب رکھ،

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔

فَجَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَجَعَلَا يَتَوَثَّبَانِ عَلٰى ظَهْرِهٖ اِذَا سَجَدَ فَاَرَادَ النَّاسُ زَجْرَهُمَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ لِلنَّاسِ هٰذَانِ اِبْنَایَ مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ

البدایہ والنہایہ ص ۳۵

تو حسن وحسین آئے اور جب آپ سجدہ میں گئے تو وہ دونوں آپکی پشت پر سوار ہو گئے۔ لوگوں نے چاہا کہ انکو منع کریں، جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں سے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ حَامِلَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلٰى ظَهْرِهٖ وَهُوَ يَمْشِیْ بِهِمَا عَلٰى اَرْبَعٍ فَقُلْتُ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا؛ فَقَالَ وَنِعْمَ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے حسن حسین کو اپنی پشت پر بٹھایا ہوا تھا اور آپ دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں پر چل رہے تھے۔ تو میں نے کہا (اے شہزادو)

اَلرَّاکِبَانِ هُمَا — تمہاری سواری کتنی اچھی ہے، تو آپ نے فرمایا سوار

کنز العمال ص۲۲۱ البدایہ والنہایہ ص۳۶ ج۸ — بھی تو بہت اچھے ہیں ۔

بہر آں شہزادہ خیر الرسل — دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا

اَیُّ اَهْلِ بَیْتِكَ اَحَبُّ اِلَیْكَ ؟ قَالَ — آپ کے اہل بیت میں سے کون آپکو زیادہ محبوب ہے؟

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ! وَکَانَ یَقُوْلُ — فرمایا حسن و حسین ۔ اور آپ حضرت فاطمہ سے

لِفَاطِمَةَ اُدْعِی ابْنَیَّ فَیَشُمُّهُمَا وَیَضُمُّهُمَا — فرماتے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ تو آپ دونوں کو

اِلَیْهِ ترمذی مشکوٰۃ ص۵۷۱ — سونگھتے اور اپنے سینے سے چمٹا لیتے ۔

پھول کی طرح سے اُن کو سونگھتے تھے مصطفٰے

جب کبھی ہوتے تھے نانا سے بہم حضرت حسین

حضرت زید ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

لِعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَنَا — علی و فاطمہ و حسن و حسین کے متعلق فرمایا کہ جو ان سے

حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ — لڑے میں ان سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے

سَالَمَهُمْ (ترمذی مشکوٰۃ ص۵۶۹ البدایہ ص۳۶ — صلح رکھے میں ان سے صلح رکھنے والا ہوں۔

ان تمام احادیث صحیحہ سے وجوبِ محبتِ اہلِ بیت اور تحریم بغض و عداوت صراحۃً ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ ۔ تابعین ۔ تبع تابعین اور ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہلِ بیتِ نبوت کی بہت زیادہ تعظیم و توقیر کرتے اور ان سے الفت و محبت رکھتے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ — خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ — کو اپنے اقرباء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ (بخاری شریف ص۵۲۶) — کے اقرباء محبوب تر ہیں۔

انہی کا ارشاد ہے کہ :۔

اِرْقَبُوا مُحَمَّدًا فِی اَهْلِ بَیْتِهٖ	محافظت کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی انکے اہلبیت میں یعنی عزت و
بخاری ص۵۲۶/۱	حرمت محمدی یہی ہے کہ انکے اہلبیت کی عزت و تعظیم کرو ۔

ان کی اُلفت جب ہے عینِ الفتِ خیر الورٰی
یوں ہوئے محبوبِ ربِّ ذوالکرم حضرت حسین

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھوں گا اور اپنے اور تمہارے لیے بخشش کا سوال کروں گا، پس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی ۔ یہاں تک کہ عشاء بھی پڑھی ۔ پھر آپ مسجد سے نکلے ۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلا ۔ آپ نے میرے چلنے کی آواز سنی تو فرمایا، کیا حذیفہ ہے ؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ! فرمایا :۔

مَاحَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَ	تجھے کیا حاجت ہے؟ اللہ تجھ کو اور تیری
لِاُمِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ یَنْزِلِ	والدہ کو بخشے ۔ (پھر) فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے
الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ	جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا ۔
اِسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ یُّسَلِّمَ عَلَیَّ وَیُبَشِّرَنِیْ	اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور مجھے یہ
بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ	بشارت دینے کیلئے اجازت مانگی ہے کہ فاطمہ
وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ	جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و
اَهْلِ الْجَنَّةِ (ترمذی مشکوۃ ص۵۷۰)	حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں ۔

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مسرور دیکھا تو عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ! آج ہم آپکو بہت مسرور و خوش دیکھتے ہیں ۔ رحمتِ عالم نورِ مجسم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

وَكَيْفَ لَا اُسَرُّ وَقَدْ اَتَانِي جِبْرِيلُ فَبَشَّرَنِي اِنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوهُمَا اَفْضَلُ مِنْهُمَا

کنز العمال ص۱۰۸

کیسے مسرور نہ ہوں جبکہ جبریل امین میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ بلاشبہ حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور انکا باپ اُن سے بھی افضل ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا:۔

اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَابْنَيْكِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

کنز العمال ص۱۱۱

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنّت کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہوں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

البدایہ والنہایہ ص۳۵ / ۸

حسن و حسین دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَفِي لَفْظٍ اِلٰى سَيِّدِ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رض ۔

ابن حبان، ابو یعلیٰ، ابن عساکر، نور الابصار ص۱۳۹

جس کے لیے باعثِ مسرت ہو کہ وہ کسی جنّتی مرد کو دیکھے، اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جنّت کے نوجوانوں کے سردار کو دیکھے تو اُس کو چاہیئے کہ وہ حسین ابن علی کو دیکھے۔ (رضی اللہ عنہما)

حضرت یعلیٰ بن مُرّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

حُسَيْنٌ مِّنِّي وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ

حُسین مجھ سے ہے اور میں حُسین سے ہوں جو حُسین کو محبوب رکھتا ہے وہ اللہ کو

سبط من الاسباط　　　محبوب رکھتا ہے۔ حسین فرزندوں میں سے

ترمذی، مشکوٰۃ صلا　　　ایک فرزند ہے۔

تھے امامِ اہلسنّت مقتدائے اہلبیت　　　سیّد السّادات ریحانِ ارم حضرت حسین

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات پاک ہے۔ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند، آپؐ کے پھول اور آپؐ کے محبوب ہیں۔ جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کی محبّت ہر مسلمان پر واجب، سرمایۂ ایمان اور ذریعۂ نجات ہے۔ آپ کی محبّت درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور اللہ کے محبوب بننے کا ذریعہ ہے اور آپ کا بُغض درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا بُغض ہے اور جہنّم میں جانے کا باعث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور ان کے تمسک کو ہدایت پر قائم رہنے کا سبب فرمایا اور ان کے چھوڑنے کو گمراہی کا باعث قرار دیا۔

اِن ارشاداتِ مبارکہ کے مطابق ہی اہلِ سنّت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اُن کی محبّت سرمایۂ ایمان، ذریعہ قربِ خدا تعالیٰ و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور وسیلۂ نجات ہے۔ چنانچہ اکابرِ اہلِ سنّت نے بلحاظِ مدارج ان کے اسمار مبارکہ خطبۂ جمعہ میں داخل فرمائے تاکہ ہر جمعہ کو برسرِ منبر اس عقیدہ کا اظہار و بیان ہوتا رہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبّت وعقیدت مستحکم رہے۔

لہٰذا جو ان کی ذاتِ اقدس پر نکتہ چینی کرے اور ان کی طرف بغض وحسد، حُبِّ جاہ اور ہوسِ اقتدار کی نسبت کرے اور ان کو باغی، فسادی اور فتنہ پرور قرار دے اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ان کے فضائل ومناقب کو محض خیالی مناقب بتائے وہ بلاشبہ اہلِ سنّت وجماعت سے خارج، گمراہ، بے دین اور جہنمی ہے۔

یاد رکھو! عقیدہ قرآن و حدیث کی اخبار سے بنتا ہے نہ کہ تاریخ کی ان بے سند روایات سے جن کو قطع و برید کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ہے، کسی شخص کے نکالے ہوئے غلط تاریخی نظریات پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات غلط نہیں ہو سکتے، تاریخ غلط ہو سکتی ہے۔ اسی لیے اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ تاریخی نظریہ جو قرآن و حدیث اور عقیدۂ مسلّمہ کے خلاف ہو باطل و مردود ہے۔ اگر عقیدہ کو تاریخ کے تابع بنا دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم تاریخ کے تابع ہو جائیں (معاذ اللہ) پس عقیدہ تاریخ کے تابع نہیں۔ بلکہ تاریخ کو عقیدہ کے تابع رکھنا ہوگا۔

اور پھر جو نقلِ روایت اور ادائے مفہوم میں سخت تحریف اور خیانت سے کام لے اور سیاق و سباق کو چھوڑ کر صرف چند مفید مطلب ٹکڑے جمع کر لے اُسکی اِس ناپاک کوشش کو تاریخی "ریسرچ" سمجھ کر اس کے مطابق اپنا نظریہ اور عقیدہ قائم کر لینا اور قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ کو نظر انداز کر دینا کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔

تاریخی "ریسرچ" کے معنی تو یہ ہیں کہ معتمد و مستند مؤرخین کے بیانات کو برمحل اور ان کے دائرہ مراد میں رکھتے ہوئے، واقعے کی اصل اور حقیقت کو معلوم کیا جائے۔ اور اگر مؤرخ کی مراد کے خلاف اور اپنی مراد کے مطابق مؤرخ کے کلام میں کتر بیونت کر کے چند مفید مطلب ٹکڑے، جن کا مِل جانا بالکل آسان بات ہے، پیش کر دیئے جائیں تو اس مجموعے کا نام تاریخی ریسرچ نہیں بلکہ سازشی نظریاتی ریسرچ ہوگا۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

الحمدُ للہ علیٰ احسانہٖ کہ حضورِ اکرم رحمتِ عالم شفیعِ معظّم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

خاص فیض و کرم سے اس گناہ گار نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی رضا و خوشنودی کے لیے ان سوالات کے مدلّل و مسکت جوابات پیش کئے ہیں تاکہ اہلِ ایمان اور اہلِ محبت کے لیے مفید و نافع اور معترضین کے لیے ہدایت کا موجب ہوں۔ منقبتِ امام پر اختتام کرتے ہوئے دعا ہے کہ اہلِ بیتِ نبوت رضی اللہ عنہم میری اس خدمت کو شرفِ قبولیت بخشیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلّم کی بارگاہِ اقدس میں میری سفارش فرمائیں تاکہ قیامت کے دن نبی اکرم سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم میرے شفیع ہوں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

غنچۂ باغِ نبوت ثمرۂ کشتِ وِلا — گلشنِ زہرا کے ریحانِ اتم حضرت حسین
ماہتابِ مرتضیٰ خورشید حضرت مصطفےٰ — فاطمی منزل کے ہیں نجمِ دُوم حضرت حسین
مظہرِ خلقِ پیمبر مصدرِ فیضِ علی! — عرصۂ رشد و ہدایت کے علَم حضرت حسین
صورت و سیرت میں تھے ہم شکل حضرت مصطفےٰ — مثلِ حیدر تھے بڑے ہی کسم حضرت حسین
ایک تو سردارِ اہلِ خلد تھے حضرت حسن — دوسرے سردار سکّانِ ارم حضرت حسین

اللہ اللہ! صبر فرماتے بلا و ظلم پر
جھیلتے تھے ہر مصیبت رد و غم حضرت حسین

بندہ! محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ

پس لفظ

ظلم کی تعریف یہ کی گئی ہے "وضع الشئ فی غیر محلّہ" چیز کو اس کے غیر سے منسوب کرنا یعنی کام کسی کا اور نام کسی کا صحیح کو غلط یا غلط کو صحیح کہنا۔ بظاہر ہمارے معاشرے میں یہ تہمت کوئی قبول نہیں کرے گا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی اس میں ملوث ہیں۔ دینی و مذہبی تحریر و تقریر کے بارے میں شاید یہ خیال کیا جاتا ہوگا کہ اہلِ علم ایسا نہیں کرتے لیکن کیا عجب ہے کہ اس میدان کے کچھ لوگوں کا روزگار یہی ٹھہرا ہے۔

ابا جان قبلہ علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ ایک لکھے پڑھے صاحب نے ان سے سوال کیا کہ مولانا! "شریعت کی مقرّر کردہ سزائیں سخت اور ظالمانہ معلوم ہوتی ہیں چودہ سو سال پہلے کا معاشرہ اجڈ اور غیر مہذب طبقے پر مشتمل تھا۔ لوگوں کی اکثریت علوم سے بے بہرہ تھی اس کے لیے یہ سزائیں درست تھیں۔ اب لوگ پڑھ لکھ گئے ہیں، اب یہ سزائیں نہیں ہونی چاہئیں" ابا جان نے تحمّل سے سوال سُنا۔ اہلِ علم سوال ہی پر برہم ہو جائیں اور فتویٰ صادر کر دیں تو سوالی کو مطمئن ہونے کی بجائے متنفر ہونے کا موقع مل جاتا ہے اور غلط رائے قائم کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ ابا جان نے سوال کرنے والے صاحب سے کہا یہ بتائیے کہ جاہل کو سزا زیادہ دینی چاہیئے یا اس شخص کو جو فائدے نقصان سے آگاہ ہے اور علم رکھتا ہے؟ سوالی کہنے لگے کہ جاننے والا۔ ابا جان نے فرمایا آپ کے لیے اب کسی وضاحت کی ضرورت نہیں رہی۔ نہ جاننے والے

لوگوں کے لیے جنھیں آپ نے اجڈ اور غیر مہذّب کہا ہے، اتنی سخت سزائیں تھیں تو اہلِ علم کے لیے تو اس سے بھی زیادہ سخت ہونی چاہئیں کیوں کہ یہ تو برائی سے آگاہ ہیں، اس کے نقصان اور اثرات سے بھی جب جاننے والا شخص جرم کرتا ہے تو گویا وہ جانتے بُوجھتے ہوئے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اس کی سزا نہ جاننے والے سے زیادہ ہونی چاہیئے اور شریعت کی مقرر کردہ سزائیں ظلم نہیں ہیں۔ بلکہ مجرم کے لیے رحمت ہیں کہ اسے سزا کے ذریعے اس جرم پر ندامت اور آئندہ اس سے مدافعت کی ترغیب ہوتی ہے اور دوسرں کے لیے ترہیب اور عبرت کا سامان ہوتا ہے اور سزا کے بعد وہ قابلِ ملامت نہیں رہتا اس لیے ان سزاؤں کو ظالمانہ کہنا درست نہیں"۔ وہ صاحب نہ صرف قائل ہوئے بلکہ اپنے الفاظ پر شرمندہ بھی۔ دورانِ سفر پھر وہ اپنے بہت سے شکوک رفع کرواتے رہے اس واقعے کے تذکرے کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ علم کو بالخصوص دوسروں سے بیش احتیاط کی ضرورت ہے اور تقریر سے تحریر زیادہ قابلِ گرفت ہوتی ہے۔ علم کے حوالے سے خود کو اتھارٹی کا درجہ دینے والے کچھ علمار کی تحریریں دیکھیے۔ انھوں نے قرآنی آیات کے ترجمے اور مفاہیم سے بھی عدل و انصاف نہیں کیا، بُتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو نبیوں اور ولیوں پر چسپاں کر دیا۔ شاید ان کے نزدیک یہ کوئی بڑا کارنامہ ہو مگر فی الحقیقت یہ ظلم ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہدایت ہرگز ظالموں کو نصیب نہیں ہوتی، گویا وہ اپنے قول و فعل سے خود گمراہ ٹھہرتے ہیں تو ان سے پھر کسی اور کی اصلاح یا تصحیح کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امتِ مُسلمہ کو جتنا نقصان خود مسلمان کہلانے والوں نے پہنچایا ہے اتنا غیروں نے نہیں پہنچایا۔

زیرِ نظر کتاب میں یہی کچھ پیش کیا گیا ہے۔ کون مسلمان نہیں جانتا کہ ایمان، معرفتِ الٰہی، اسلام اور قرآن ہمیں رحمتِ دوجہاں، شفیعِ عاصیاں، فخرِ عالم وعالمیاں، باعثِ تخلیقِ کون ومکاں حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلے سے ملا ہے۔

ختمی مرتبت نے تبلیغِ دین اور ہدایت کا اجر اپنی قرابت کی محبت کے سوا ہم سے کچھ اور نہیں چاہا۔ خانوادۂ رسولِ مقبول کی محبت ہم پر لازم ہے کہ ہمارا دینی وملی تقاضا ہے۔ مگر کچھ اہلِ علم کہلانے والوں نے فرزندِ رسول ہی کو طعن و تشنیع کا ہدف بنالیا ہے۔ کیا ستم ہے کہ مسلمانوں نے اپنے بے جا اعتراضات کے لیے ذاتِ رسولؐ اور ان کے اصحاب و اہلِ بیت اور محسنینِ اسلام شخصیات کو محور ٹھہرالیا ہے۔ گلِ باغِ رسالت، خلاصۂ شہادت، فرزندِ رسول، جگر گوشۂ بتول، فخرِ کونین حضرت سیدنا امام حسین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی جدہٖ وابیہ وامہ وعلیہ کی ذات والاصفات کے لیے زبان و قلم کو ان لوگوں نے ایسا دراز کر لیا ہے کہ ان کے الفاظ دُہراتے ہوئے لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔ سیدنا امام حسینؓ تو اسلام اور مسلمانوں کے محسن ہیں۔ واقعہ کربلا تو حق و باطل کا معرکہ تھا۔ امام کا موقف اسلام کی صداقت اور رہتی دنیا تک عزیمت کی یادگار ہے چہ جائیکہ امام پاک کو باغی و فسادی کہا جائے (معاذ اللہ)۔ ان دشمنانِ اسلام نے امام عالی مقام پر بغاوت کا الزام لگایا ہے حالاں کہ تاریخی حقائق اسے ثابت نہیں کرتے تاہم یہ اعجاز ہے کہ امامِ پاک کے تقویٰ وطہارت اور سیرت و کردار پر کسی حرف زنی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب رحمتِ عالمؐ، نورِ مجسم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چالیس سالہ بے داغ ظاہری زندگی کو اپنی نبوت کی صداقت اور معبودِ حقیقی کی حقانیت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا تھا۔ اگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ اور بے عیب زندگی نبوت کی صداقت کی دلیل ہوسکتی ہے تو ان کے فرزند کی پچپن چھپن سالہ بے داغ زندگی صرف ایک بغاوت کے الزام سے ان کو بری الذمہ نہیں ٹھہرا سکتی؟ ان کے اخلاق و کردار کی ستھرائی اور ظاہر و باطن کی پاکیزگی تو آیۂ تطہیر سے اظہر من الشمس ہے۔ پھر علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور صدق و دیانت کے اس مبارک پیکر کے لیے ایک یہ الزام کیسے متحقق ہوسکتا ہے؟

امام پاک اگر میدانِ کربلا میں اپنے موقف سے ہٹ جاتے تو یقیناً اپنی اور اپنے خانوادے اور رفقاء کی جانیں بچا لیتے مگر دین کا نظام اپنی اصل پر باقی نہ رہتا۔ تقویٰ اور حق کی تعریف اپنا مفہوم کھو دیتی۔ عزیمت کے لیے خانوادۂ رسول میں کسی کا کردار ایسا مثالی نہ ہوتا۔

راہِ حق میں جان دینا ذلت نہیں، عزت و مرتبت کی بات ہے۔ امام کے مخالف یقیناً راہِ حق میں جہاد کے منکر ہیں، وہ دین کی اصل کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ اعتراض کہ اگر امام حق پر تھے، تو اللہ کا وعدہ ہے کہ حق والوں کی مدد ہمارے ذمے ہے، پھر اللہ نے امام کی مدد کیوں نہیں کی! معترضین کے نزدیک اللہ کی مدد شاید یہ ہوگی کہ کربلا میں کسی طور امام کی جان بچ جاتی اور انہیں پانی مل جاتا یا انہیں جان بچانے کے لیے فرار کا موقع مل جاتا وہ لشکرِ یزید کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے۔ مگر وہ بصیرت نا اندیش یہ نہیں سوچتے کہ مدد اس کا ہی نام نہیں۔ امام پاک ایسے محبوبِ الٰہی ہیں کہ اگر چاہتے تو یہ سب کچھ بھی ہو جاتا مگر انہوں نے یہ نہیں چاہا وہ اپنے معبود و محبوبِ حقیقی کی راہ میں ہر تکلیف خندہ پیشانی سے قبول کر کے رضائے الٰہی کا بلند ترین مقام حاصل کرنا چاہتے تھے اور یہ بتانا چاہتے تھے کہ میں طالبِ وجہ اللہ ہوں اور اس کے سوا ہر کسی کے لیے ہلاکت ہے (کل شئ ھالک الا وجھہ) میں عارضی نعمت اور مرتبے کی بجائے اس باقی کو اختیار کر رہا ہوں۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ اللہ ہی کی دی ہوئی جان اس کی راہ میں قربان کرنا اہلِ محبت ہی کا شیوہ ہے، چنانچہ اللہ کی نصرت انہیں حاصل ہوئی اور بالکل اسی طرح ہوئی جیسا کہ خود اللہ نے فرمایا کہ جو ہماری (دین کی) مدد کرتا ہے، ہم اسے استقامت اور ثابت قدمی عطا کرتے ہیں۔ (القرآن)

کربلا میں برپا ہونے والی قیامتِ صغریٰ میں امام کا صبر و ثبات بلاشبہ اللہ کی مدد تھا ورنہ ایسے حالات میں بڑے بڑے حوصلہ مند اور بہادر بھی ہمت ہار دیتے ہیں۔ یہ اللہ کی مدد ہی تھی کہ یزید پلید اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ وہ امام

سے اطاعت و بیعت کا خواہاں تھا، جبر و استبداد کی بالادستی چاہتا تھا لیکن وہ ہزاروں کا لشکر بھیجنے اور پانی بند کر دینے کے باوجود امام پاک سے اپنی بات نہیں منوا سکا اور امام پاک کی شاندار فتح دیکھیے کہ سب کچھ قربان کر دیا مگر پائے ثبات متزلزل نہیں ہونے دیا۔ سر کٹا دیا مگر فاسق اور فاجر، ظالم و جابر یزید پلید کے ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دیا۔ امام نے میدانِ کربلا میں فتح و شکست کے عنوان ہی بدل دیئے تھے۔ انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ حق پر قائم و ثابت رہتے ہوئے جان دے دینا شکست نہیں عظیم الشان کامیابی ہے۔

وہ لوگ جو واقعۂ کربلا کو اقتدار کی جنگ قرار دیتے ہیں وہ حقائق سے ناواقفی کے سبب ایسا کہتے ہیں۔ کتاب کے مندرجات میں امام عالی مقام کے بارے میں کئے جانے والے تقریباً ایسے ہر اعتراض کا مدلل و مسکت جواب دیا گیا ہے۔

یہ کتاب ابا جان قبلہ علیہ الرحمۃ کی بے نظیر علمی تحقیق کا حاصل ہے۔ انہیں اس بات کا سخت قلق رہتا تھا کہ لوگ خانوادۂ رسول کے مقدس و مطہر افراد کے خلاف زبان و قلم دراز کرتے ہیں۔ وہ زبان و قلم کے آدمی تھے، زبان و قلم سے انہوں نے خوب جہاد کیا اور ناصبی، خارجی یزیدی ٹولے کے لیے پنپنے کی راہیں مسدود کر دیں۔ ان کی یہ خدمت بارگاہِ حسینی میں مقبول ہوئی اور اس کی بشارت بھی انہیں ملی۔ جن دنوں یہ کتاب تکمیل کے مراحل میں تھی کوئی چودہ پندرہ برس پہلے کی بات ہے ابا جان نے یہ خواب لاکھوں کے اجتماع میں سنایا۔ ان دنوں میرے چھوٹے بھائی محمد سبحانی علیل تھے انہیں خسرے کا عارضہ تھا، ابا جان نے خواب دیکھا کہ میرا بھائی محمد سبحانی انہیں اُن کے کمرے میں جگانے آیا اور کہا کہ فرزندِ رسول سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں۔ ابا جان فرماتے ہیں میں نے محمد سبحانی سے کہا کہ تم انہیں نہایت تکریم سے کمرے میں بٹھاؤ میں وضو کر کے آتا ہوں۔ فرماتے ہیں میں وضو کر کے کمرے میں گیا تو محمد سبحانی نے کہا وہ فرما گئے کہ ہمیں جلدی ہے پھر آئیں گے۔ اپنے

ابا جان کو ہمارا سلام کہنا۔ حضرت امام کا ہمارے گھر تشریف لانا اور ابا جان کو سلام فرمانا یقیناً اس خدمت کی قبولیت کی سند ہے۔ (الحمد للہ علیٰ احسانہٖ)

اس کتاب کے تین اڈیشن شائع ہو چکے گزشتہ پانچ چھ برس سے یہ بالکل نایاب تھی۔ اس دوران اس کی نئی کتابت کے ساتھ ساتھ کچھ نئے پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات کا اضافہ بھی شامل کر دیا گیا۔ خطاطی کے لیے محترم صوفی خورشید عالم خورشید رقم مخمور سدیدی سے رابطہ کیا گیا جو رئیس الخطاط تاج الدین زریں رقم کی بیٹھک کا بتاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور کو آباد کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ضعفِ بصر کا عذر ظاہر کیا اور اپنے فرزند اور شاگرد امداد احمد سے متعارف کروایا۔ ابھی ایک چوتھائی کتابت کی تکمیل ہوئی تھی کہ ابا جان کا بلاوا آ گیا۔ میرے لیے تو دنیا ویران ہو گئی، سب کچھ بکھر گیا۔ احباب اصرار کرتے رہے اور مجھے پروف ریڈنگ کی مہلت بھی نہ ملی۔ اس کتاب کے غیاب میں اس موضوع پر دوسرے احباب نے اس کتاب کے مندرجات کو اپنے طور پر پیش کیا تاہم ابا جان قبلہ کی تحریر کی مقبولیت اور ان کی شخصیت کا اعتبار و اعتماد بہر حال مسلّم ہے، الحمد للہ۔ اب مزید اضافوں کے ساتھ تزئین و آرائش کی عمدگی لیے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا سرورق پہلے اڈیشن کی طباعت کے موقع پر خطاطِ اسلام الحاج حافظ محمد یوسف سدیدی نے لکھا تھا جو اپنی مثال آپ ہے۔ اب وہ ہمارے درمیان جسمانی طور پر نہ رہے۔ (رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ۝)

موجودہ اڈیشن کا اندرونی سرورق ابنِ مقلہ ایوارڈ یافتہ خطاط محترم صوفی خورشید عالم خورشید رقم مخمور سدیدی کے قلم خوش رقم کا نتیجہ ہے۔

میری دعا ہے کہ ربِ مصطفےٰ جلّ و علا اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اس کتاب کو یزیدی اندھیروں میں حسینی اجالا بنا کر ہر طرح مفید و نافع بنائے اور میرے ابا جان کی یہ خدمت قبول ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غانوادۂ

رسالت کے محبوں میں اعلیٰ مقام سے سرفراز رکھے۔

کوکبِ نورانی را احمد شفیع

۱۹۸۶ء

گر جمعِ روافض است نزدِ تو مرید

هم خارجیاں را اشمر از بطنِ پلید

ایمانِ من است حبِّ آل و اصحاب رضی اللہ عنہم

لعنت به سرِ یزید و اتباعِ یزید

سید غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی

بپاسِ خاطر: کوکب نورانی اوکاڑوی

کتبہ: خورشید رقم

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر
مژدۂ جانفزا
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر
حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے
بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف
ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مکمل سیٹ سات جلدیں
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور، کراچی۔ پاکستان

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیرؒ کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری، علامہ محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

مجددِ مسلکِ اہلسنت
خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف
ذکرِ جمیل
نغمۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
ذکرِ حسین (دو حصے)
درسِ توحید
مسلمان خاتون
راہِ عقیدت
برکاتِ میلاد
اخلاق و اعمال نشری تقریریں
راہِ حق
ثواب العبادات
مقالاتِ اوکاڑوی
نماز مترجم
مسئلہ سیاہ خضاب
میلادِ شفیع
امام پاک اور یزید پلید
مسئلہ طلاقِ ثلاثہ
جہاد و قتال
شامِ کربلا
انوارِ رسالت (حصہ اول)
جھگڑے کا خاتمہ
سفینۂ نوح (دو حصے)
تعارف علمائے دیوبند
نجوم الہدایت
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ
اردو بازار لاہور